تفصیلی دلائل کے ساتھ مزین اپنے موضوع پر منفرد کتاب

مرد و عورت کی نماز کے فرق پر

تفصیلی جائزہ

فہرست

انتساب
اس شخصیت کے نام جن کی تعلیم وتربیت،
فیض صحبت اور مسلسل سرپرستی، بے پایاں
شفقت ومحبت اور قلبی توجہ ودعاؤں کا ثمرہ
ہے کہ یہ کتاب معرض وجود میں آئی، یعنی
مجسم علم وعمل، محدث ومفسر
استاذ المکرم، سیدی ومقدومی
حضرت حکیم العصر مولانا عبدالمجید صاحب
لدھیانوی دامت فیوضہم

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام

علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین"

امابعد! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ بندہ نے اپنے مخدوم مکرم فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم العصر مولانا عبد المجید صاحب لدھیانوی کے علمی، عملی، تحقیقی، نظریاتی، ایمان افروز، جواہر پاروں کو خطبات حکیم العصر کی صورت میں شائع کیا جس کی آٹھ جلدیں منظر عام پر آ کر ارباب علم وفضل کی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں، اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔

میرے مخدوم حضرت حکیم العصر مدظلہ کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ آپ نے کتابوں کی تصنیف وتالیف کی بجائے رجال کار کے قلوب پر محنت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ میرے مخدوم حضرت حکیم العصر مدظلہ کے تربیت یافتہ آج ہر میدان میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

انہی رجال کار میں سے استاذ المناظرین حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ العالی بھی ہیں جو ہر وقت احقاق حق اور ابطال باطل (خصوصاً فتنہ غیر مقلدین) کی کوششوں میں ہمہ وقت دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر ہمہ تن مصروف نظر

آتے ہیں، فقہ حنفی کی محبت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، فن مناظرہ کے استاد اور قاطع غیر مقلدین تسلیم کیے جاتے ہیں جن کی بہت ساری کتب عوام وخواص میں قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

میرے مخدوم حضرت حکیم العصر مدظلہ کی خواہش تھی کہ آپ کی کتابوں کو شائع کیا جائے اسی لیے میرے مخدوم حضرت حکیم العصر نے آپ کی کتاب ''مرد وعورت کی نماز کے فرق پر تفصیلی جائزہ'' کا مسودہ عطا فرمایا اور حکم فرمایا یہ علمی ذخیرہ جلد از جلد شائع ہونا چاہیئے۔

بس پھر کیا تھا؟ اللہ کا فضل، مخدومی حضرت حکیم العصر مدظلہ کی توجہ اور دعا کا اثر کہ بہت ہی قلیل عرصہ میں یہ کتاب اپنی تیاری کے تمام مراحل (کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، چھپائی) سے گزر کر اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت استاذ مکرم کی اس محنت کو قبول فرما کر عوام الناس کی ہدایت اور بندہ کی نجات کا ذریعہ بنائے اور عامۃ المسلمین کو صحیح دین سمجھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین بجاہ سید المرسلین)

(حضرت مولانا) مفتی ظفر اقبال صاحب
ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم
کہروڑپکا

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنہ تشکیک، یعنی دین کے بارے شکوک وشبہات پیدا کرنے اور وساوس ڈالنے کا فتنہ عروج پر ہے۔

سلف نے دین کے تین قسم کے احکام کی تشریح تین علوم میں کی تھی، احکام عملیہ کی تشریح علم الفقہ میں، احکام اعتقادیہ کی علم الکلام میں اور اخلاقی احکامات کی علم التصوف میں، چونکہ اسلام کا لیبل لگا کر براہ راست قرآن وسنت اور دین پر اعتراض کرنا اور شک وشبہ پیدا کرنا مشکل تھا اس لئے فتنہ تشکیک کے علم برداروں نے قرآن وسنت اور دین کے بجائے سلف اور ان کی دینی تشریحات پر اعتراض اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کا سلسلہ شروع کیا، جس کی وجہ سے۔

① ...... سلف اور ان کی دینی تشریحات پر بے اعتمادی بلکہ بغض وعداوت کی حد تک نفرت پیدا ہو رہی ہے۔

② ...... سلف کی تشریح سے آزاد ہو کر آزادانہ اور من چاہی قرآن وسنت کی تشریح کر کے دین میں تحریف کا بدترین سلسلہ شروع ہے۔

③ ...... قرآن وسنت کی آزادانہ نئی نئی تشریحات کر کے قرآن وسنت کے نام پر نئے نئے فرقے پیدا کر کے ہر طرف فرقہ واریت کے کانٹے بکھیرے جا رہے ہیں۔

④......فرقہ واریت پیدا کر کے امت مسلمہ کی مذہبی وحدت کو پارہ پارہ کر کے امت میں نفرتیں پھیلائی جارہی ہیں۔

⑤......دین کے بارے شکوک وشبہات اور باہمی اختلافات کے نتیجہ میں روز بروز جذبہ عمل بھی کمزور سے کمزور تر ہوتا جارہا ہے۔

ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سلف اور ان کی دینی تشریحات کے بارے میں جو شکوک وشبہات پیدا کئے جا رہے ہیں ان کا مدلل اور معقول طریقہ سے ازالہ کر کے سلف اوران کی تشریحات پر اعتماد اوران کی تشریحات کی روشنی مین دین فہمی کی محنت کی جائے ،اوراس مبارک محنت کے ذریعے امت کو مندرجہ بالا نقصانات سے بچایا جائے ،اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان کا یہی مشن اور یہی کاز ہے۔

جن دینی مسائل کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے گئے ہیں ان میں ایک مسئلہ مردوعورت کی نماز میں فرق کا ہے ،اگر اس مسئلہ کو سلف کی تحقیقات وتشریحات کے آئینہ میں دیکھا جائے تو مردوعورت کی نماز کے فرق پر امت کا اجماع ہے ،لیکن کچھ عرصہ سے یہ اجماعی مسئلہ بھی فتنۂ تشکیک کی زد میں ہے ،اور اکثر جگہ اس اجماعی مسئلہ پر آپس میں بحث ومباحثہ بلکہ نزاع کا سلسلہ جاری ہے ، اس لئے بعض احباب نے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کا تقاضا کیا بالخصوص سیدی ومخدومی حضرت الاستاذ حضرت حکیم العصر دامت فیوضھم جواس فتنۂ تشکیک کے متعلق بڑے حساس اور فکر مند ہیں نے بھی اس موضوع پر کچھ لکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا جو میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔

چنانچہ ” مرد وعورت کی نماز کے فرق پر تفصیلی جائزہ“ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت الاستاذ کی دعاؤں کی برکت سے حضرت کی اسی خواہش کی تکمیل ہے...... اے اللہ! تیرا ایک سیاہ کار، گناہ گار بندہ ایک حقیر سے عمل کی پونجی لیکر تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہے اس کی سیاہ کاریوں پر قلم عفو پھیر کر اس کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمالے اور قبول فرما کر اس کو دنیا میں ہدایت کا اور آخرت میں میرے لئے، میرے اساتذہ، میرے والدین، میرے دونوں جواں سال مرحوم بیٹوں اور جملہ معاونین کے لیے نجات کا ذریعہ بنا، (آمین ثم آمین)

(مولانا) منیر احمد منور غفرلہ
جامعہ اسلامیہ باب العلوم
کہروڑپکا

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ، اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاو ارزقنا اجتنابہ

تمہیدی امور:

احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، آثار تابعین وتبع تابعین، اجماع امت اور اصول شریعت کے لحاظ سے مردوں اور عورتوں کے بعض مسائل نماز میں جو فرق ہے۔ اس کے جاننے سے پہلے بطور مقدمہ چند امور کا گوش گزار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

امر اول (عورت اور ستر بدن):

شریعت اسلام میں عورتوں سے متعلقہ احکام وقوانین میں، ستر بدن کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اس کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے بلکہ ان احکامات کی بنیادی وجہ ہی ستر بدن ہے صنف نازک کی سرشت میں قدرت کی جانب سے ودیعت کردہ شرم وحیاء کا اوران کی عفت وپاکدامنی کی حفاظت کا تقاضا بھی یہی ہے، عربی میں عورت کا لفظ انسان کےان اعضاء پر بولا جاتا ہے جن کا شریعت میں اور حیاء دار معاشرہ میں چھپانا ضروری سمجھا جاتا ہے، پس صنف نازک کے لیے لفظ عورت یا مستورات کی تعبیر بھی اس کی پردہ پوشی والی صفت وخوبی کو ظاہر کرتی ہے، ذیل میں عورتوں سے متعلقہ چند احکام شرع اور تعلیمات اسلام ملاحظہ کیجئے۔

①......امہات المؤمنین، ازواج مطہرات کوحکم ہے" وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت اولی کی طرح (زیبائش ونمائش کے ساتھ) نہ نکلو، جب ازواج مطہرات، طاہرات، طیبات کو یہ حکم ہے تو دوسری عورتوں کے لیے تو یہ حکم اور بھی زیادہ ضروری ہوگا۔

②...... " وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا " اور عورتیں اپنی زیب وزینت کو ظاہر نہ کریں مگر (غیر اختیاری طور پر) جو ظاہر ہو جائے (وہ گناہ نہیں) جب عورت کے لیے زینت کو ظاہر کرنا جائز نہیں تو مواضع زینت کو ظاہر کرنا بطریق اولی جائز نہیں، دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔

③...... " وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ " اور عورتوں کو چاہیے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فوائد عثمانی میں لکھتے ہیں، بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے، اس کے مزید تستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی...... قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہیے تاکہ اس طرح گردن اور سینہ پوری طرح مستورر ہے۔

④...... " يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ " اے نبی کہہ دیجیے اپنی بیویوں، بیٹیوں کو اور مؤمنین کی عورتوں کو کہ وہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیں، عورتوں نے کپڑے بھی پہنے ہوئے ہیں اس کے باوجود ان کو حکم ہے کہ وہ ایک بڑی چادر کے ساتھ اپنے پورے بدن کو چھپائیں، اس سے عورت کے لیے ستر بدن کی اہمیت و تاکید کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

⑤...... اور جو عورتیں اتنی بوڑھی ہوں کہ ان میں مردوں کے لیے کوئی کشش باقی نہ رہے اور نہ ہی وہ نکاح کی حاجت محسوس کریں تو ایسی بوڑھی عورتیں اگر پردے والے اپنے زائد کپڑے اتار دیں تو کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ زیب وزینت کر کے باہر نہ نکلیں " وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ " تاہم اگر وہ اپنے ان زائد کپڑوں کو اتارنے سے احتیاط کریں تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔

⑥...... " لَعَنَ اللّٰهُ الْكَاسِيَاتِ الْعَارِيَاتِ " (احکام القرآن ابن عربی ج ۲ ص ۱۱۴) اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو کپڑا پہننے کے باوجود بدن کو ظاہر کرنے والی ہیں، (لباس کے باریک یا چست ہونے کی وجہ سے) " وَمِنَ التَّبَرُّجِ اَنْ تَلْبَسَ الْمَرْاَةُ ثَوْبًا رَقِيْقًا يَصِفُهَا " جاہلیت

اولی کی طرح نکلنے کی ایک قسم یہ ہے کہ عورت باریک کپڑا پہنے جو اس کے بدن کی کیفیت کو ظاہر کرے، ایک اور حدیث میں ہے جو عورتیں کپڑا پہننے کے باوجود بدن کو ظاہر کرنے والی ہیں وہ نہ جنت میں داخل ہونگی اور نہ جنت کی خوشبو پائینگی (مسلم ج۲ص۲۰۵)۔

⑦...... "إِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ" (ترمذی ج۱ ص۲۲۲) بے شک عورت سراپا ستر ہے اس کو چھپایا جائے، کیونکہ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔

⑧...... "لَيْسَ لِلنِّسَاءِ فِي الْجَنَازَةِ نَصِيبٌ" (رواہ الطبرانی) عورتوں کے لیے جنازہ میں کوئی حصہ نہیں۔

"لَيْسَ لِلنِّسَاءِ فِي اتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ أَجْرٌ" (بیہقی) عورتوں کے لیے جنازہ کے پیچھے جانے میں کوئی اجر نہیں ہے۔

⑨...... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں " لَا يَحِلُّ لِلْمُسْلِمَةِ أَنْ تَنْكَشِفَ بَيْنَ يَدَيْ يَهُوْدِيَّةٍ أَوْ نَصْرَانِيَّةٍ أَوْ مُشْرِكَةٍ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ أَمَةً لَهَا " مسلمان عورت کے لیے روا نہیں کہ وہ بے پردہ کسی یہودیہ، نصرانیہ یا مشرکہ کے سامنے ہو مگر یہ کہ وہ اس کی اپنی لونڈی ہو۔

⑩...... "وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ" جب عورتوں سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو ان سے مانگو پس پردہ۔

⑪...... "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا" اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت طلب کئے داخل نہ ہوا کرو (مستورات پردہ میں ہوجائیں)۔

⑫...... رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی کے دروازہ پر جاتے تو دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے (تاکہ دروازہ کھلنے کی صورت میں مستورات پر نظر نہ پڑے)۔

(۱۳)......عورت کا بدن تو اپنی جگہ، عورت کی آواز بھی عورت ہے، یعنی عورت کی نسوانی پرکشش آواز بھی اجنبی مردوں کے کانوں میں نہ جائے قرآن کریم میں حکم ہے" فَـــلَا تَـخْـضَـعْنَ بِـالْـقَوْلِ "یعنی اگر اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کو کلام کرنا پڑے تو وہ نرم پرکشش آواز سے بات نہ کریں بلکہ کرخت آواز اور سخت لب ولہجہ کے ساتھ بات کریں تاکہ اس کی پرکشش نسوانی آواز اس کی ذات کی طرح چھپی رہے اور اس کا ظاہر ہونا باعث فتنہ نہ بن جائے۔

(۱۴)......"لَیْـسَ لِـلـنِّـسَـاءِ سَلَامٌ وَّلَا عَـلَیْهِـنَّ" (الحلیہ لابی نعیم) عورتوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اجنبی مردوں کو سلام کریں یا ان کے سلام کا جواب دیں۔

(۱۵)......"وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَایُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ" عورتیں اپنے پاؤں اس انداز سے زمین پر نہ ماریں کہ پازیب کی جھنکار سنائی دے، (یہی حکم ہے دیگر زیورات اور چوڑی وغیرہ کا)۔

(۱۶)......"اَلَا وَطِیْـبُ النِّسَـاءِ لَوْنٌ لَا رِیْحَ لَـهٗ" آگاہ ہو جاؤ عورتوں کے لیے ایسا عطر ہونا چاہئے جو رنگ دار ہو مگر خوشبو دار نہ ہو، پس عورت کی عظمت اس میں ہے کہ اس کا بدن اجنبی مردوں کی نظروں سے اس کی آواز اور اس کے زیورات کی آواز ان کے کانوں سے اور اس کے لگائے ہوئے عطر کی خوشبو ان کی ناک سے پوشیدہ رہے۔

(۱۷)......عام حالات میں عورت پر جہاد فرض نہیں اس کی مختلف وجوہ کے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ فرضیتِ جہاد ستر بدن کے خلاف ہے۔

(۱۸)......عورت پر معاشی بوجھ نہیں ڈالا گیا بلکہ اس کی تمام تر ضرورتوں کا مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ عورت کا کسب معاش کے لیے باہر نکلنا ستر بدن کے خلاف ہے۔

(۱۹)......عورت حاکم اور قاضی نہیں بن سکتی کیونکہ یہ بھی ستر بدن کے خلاف ہے۔

(۲۰)......عورت سے متعلقہ احکام حج میں بھی ستر بدن ہی بنیاد نظر آتی ہے (۱) مرد کے لئے

حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے جبکہ عورت کے لیے سلے کپڑے پہننا ممنوع نہیں تا کہ وہ اپنے بدن کو اچھی طرح چھپا سکے ﴿۲﴾ مرد کے لیے حالت احرام میں موزے اور دستانے پہننا ممنوع ہے جبکہ عورت موزے اور دستانے پہن سکتی ہے ﴿۳﴾ مرد اپنا سر اور چہرہ کھلا رکھے جبکہ عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپے لیکن چہرے کے ڈھانپنے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے بلکہ کپڑا چہرے سے دور رہے، پھر اگر وہاں اجنبی مرد نہ ہوں تو چہرہ ڈھانپنا مستحب ہے اور اگر اجنبی مرد موجود ہوں تو چہرہ ڈھانپنا واجب ہے اس کی وجہ بھی عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

﴿۲۱﴾ ...... حدود میں مرد وعورت کا فرق: حد میں مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے اس کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے" يُضْرَبُ الرِّجَالُ فِي الْحُدُوْدِ قِيَامًا وَالنِّسَاءُ قُعُوْدًا "یعنی حدود میں مردوں کو کوڑے لگائے جائینگے کھڑا کر کے اور عورتوں کو بٹھا کر (تبیین الحقائق مع التخریج ج ۳ ص ۵۵۶) اس میں حکمت یہ ہے کہ عورت کا سارا بدن ستر ہے یعنی اس کا چھپانا فرض ہے، پس اگر عورت کو کھڑا کر کے حد لگائیں تو اس کے کشف عورت یعنی بدن ظاہر ہونے کا خطرہ ہے ﴿۲﴾ تہہ بند کے علاوہ مرد کے دوسرے کپڑے اتار کر حد لگائی جائے گی جبکہ عورت کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے البتہ کوٹ، جرسی، وغیرہ زائد کپڑے اتار دیے جائیں گے تا کہ حد کا مقصد بھی حاصل ہو (یعنی تکلیف پہنچانا) اور ستر پوشی بھی قائم رہے ﴿۳﴾ رجم میں عورت کے لیے سینہ کے برابر گڑھا کھودا جائے گا جبکہ مرد کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم ...... ہم نے ماعز کو رجم کرتے وقت نہ گڑھا کھودا اور نہ اس کو باندھا اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے غامدیہ کے لیے اس کے سینہ تک گڑھا کھودا تھا (رواہ مسلم واحمد وابوداود) نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی "شُرَاحَه هَمْدَانِيَة" کے لیے رجم کے وقت گڑھا کھودا تھا (عینی شرح کنز مع حاشیہ ج ۲ ص ۳۱۰)

اور علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَلِاَنَّهَا رُبَّمَا تَضْطَرِبُ اِذَا اَصَابَتْهَا الْحِجَارَةُ فَتَبْدُوْ اَعْضَائُهَا وَهِيَ كُلُّهَا عَوْرَةٌ فَكَانَ الْحَفْرُ اَسْتَرَ لَهَا" (تبیین الحقائق ج۳ص ۱۷۱) اوراس لیے بھی گڑھا کھود لینا زیادہ بہتر ہے کہ جب عورت کو پتھر لگیں گے تو وہ تڑپے گی اوراس کے اعضاء ظاہر ہو جائیں گے حالانکہ عورت کا پورا بدن قابل ستر ہے پس گڑھا کھودنا اس کے بدن کو چھپانے کا ذریعہ ہے۔

۳۲ ...... موت کے بعد بھی مردہ عورت کے لیے شریعت نے ستر بدن کا بہت لحاظ کیا ہے چنانچہ مرد کے کفن میں تین کپڑے ہوتے ہیں قمیص، لفافہ، چادر، عورت کے لیے پانچ کپڑے ہیں مذکورہ تین کپڑوں کے علاوہ دوپٹہ اور سینہ بند بھی ہے یہ دوزائد کپڑے عورت کی مزید پردہ پوشی کے لیے ہیں۔

۳۳ ...... اسی طرح دفن کے وقت عورت کی قبر کو بڑی چادر کے ساتھ ڈھانپ کر عورت کو قبر میں اتارا جائے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ ایک میت کو دفن کرر ہے ہیں اور قبر پر کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کو کھینچ لیا اور فرمایا" اِنَّمَا يُصْنَعُ هٰذَا لِلنِّسَاءِ" یہ صرف اور صرف عورتوں کے لیے کیا جاتا ہے" وَلِاَنَّ مَبْنَى حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَمَبْنٰى حَالِ الرِّجَالِ عَلَى الْكَشْفِ" اوراس لیے بھی کہ عورتوں کے حکم کی بنیاد ستر بدن پر ہے، اور مردوں کے حکم کی بنیاد کشف وظہور پر ہے (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۴۵)

مذکورہ بالا احکامات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ان احکامات کی اصل وجہ اور بنیادی علت" ستر بدن" ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں یہ علت صراحتاً ذکر کی گئی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے" فَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا فِيْ فَخِذَيْهِ كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لها" (تفصیلی جائزہ ص ۱۶۴ ملاحظہ کیجیے) عورت، جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ اس طرح ملادے جو اس کے لیے زیادہ

سے زیادہ پردے کا موجب ہو، اور فقہاء کرام نے بھی عورتوں کے مخصوص مسائل نماز کو بیان کرتے ہوئے ستر بدن کو ہی بطور علت کے ذکر کیا ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

تنبیہ:

رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا فرمان مبارک اور مذکورہ بالا احکام سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے احکام اسلام کی بنیاد "ستر بدن" کے اصول پر ہے، لہٰذا جب عورتوں کے بارے نماز کا کوئی مسئلہ درپیش ہو اور اس کا احادیث میں صراحتاً حکم مذکور نہ ہو تو ستر بدن کے اصول کے تحت اس مسئلہ کو حل کیا جائیگا، یعنی عورت کے لیے اس مسئلہ میں عمل کی وہ کیفیت زیادہ بہتر ہوگی، جس میں عورت کے لیے ستر بدن کی زیادہ رعایت ہوگی۔

امر دوم (حدیث ضعیف اور موضوع میں فرق):

حدیث کی دو قسمیں ہیں، موضوع اور غیر موضوع، موضوع کا مطلب ہے جھوٹی اور من گھڑت، اور غیر موضوع کا مطلب ہے کہ وہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت نہیں بلکہ نبی پاک ﷺ کی حدیث ہے، پھر آگے راویوں کے ثقہ وضعیف ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں بنتی ہیں اگر حدیث کو بیان کرنے والے سارے راوی ثقہ ہوں تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور اگر ان میں کوئی ایک راوی بھی ضعیف ہو تو وہ حدیث ضعیف شمار ہوتی ہے، اور اگر راوی درمیانے درجہ کا ہو یعنی نہ پورے طور پر ثقہ ہو اور نہ پورے طور پر ضعیف ہو بلکہ بین بین ہو تو اس کی حدیث حسن شمار ہوتی ہے، اس سے پتہ چلا کہ موضوع حدیث نبی پاک ﷺ کی حدیث نہیں ہوتی بلکہ موضوع حدیث اس جھوٹ کو کہا جاتا ہے جو خود اختراع کر کے اس کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کر دیجاتی ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا یا آپ نے یوں کیا، جبکہ ضعیف حدیث نبی پاک ﷺ کی حدیث ہوتی ہے اس لئے جیسے حدیث صحیح اور حسن کا منکر، منکر حدیث ہے اسی طرح ضعیف حدیث کا منکر بھی منکرِ حدیث ہے، پس موضوع حدیث کی مثال مردہ کی طرح ہے اور ضعیف حدیث کی مثال بیمار کی طرح ہے مردہ کو قیمتی سے قیمتی اور طاقتور

سے طاقتور دوائیاں کھلائیں وہ نہ اٹھے گا نہ بولے گا، نہ آنکھ کھولے گا، لیکن اگر بیمار کو اگر مناسب دوائی کھلائی جائے تو ممکن ہے کہ وہ صحت یاب ہو کر صحت منداور تندرست لوگوں کی طرح کھڑا ہو جائے، یا پھر موضوع حدیث کی مثال جعلی نوٹ کی طرح ہے جو عید کے موقع پر بچوں کو خوش کرنے کے لیے بنالئے جاتے ہیں اور ضعیف حدیث کی مثال اصلی کمزور نوٹ کی طرح ہے جعلی نوٹ کبھی نہیں چل سکتا، جبکہ اصلی کمزور نوٹ کو ٹیپ وغیرہ لگا دینے سے چل جاتا ہے اسی طرح موضوع حدیث امت میں کبھی بھی نہ چلی ہے اور نہ ہی چل سکتی ہے اور نہ کسی مسئلہ کے لیے بنیاد بن سکتی ہے، لیکن فقہاء اور محدثین کے چند اصول ہیں ان کے مطابق ضعیف حدیث صحیح حدیث سے بھی مضبوط اور قوی تر بن جاتی ہے، اس لیے غیر مقلدین علماء وجہلاء جو ایک ہی سانس میں گردان پڑھ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع ہے جھوٹی ہے من گھڑت ہے نبی پاک ﷺ پر بہتان ہے، حدیث موضوع اور ضعیف میں فرق نہ کرنے کا نتیجہ ہے، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو غلطی سے موضوع لکھدیا اس پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں' لِاَنَّهُ تَسَاهُلٌ مِنْهُ فَالصَّوَابُ اَنَّهُ ضَعِيْفٌ لَا مَوْضُوْعٌ ''(فتح المبین ص۳۲) ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حکم میں غفلت ہوئی ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔

واقعہ:

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اتوار یا جمعرات کو پچھنے لگوانے میں مرض برص کا اندیشہ ہے'' ایک محدث نے اس حدیث کو ضعیف کہہ کر قصداً اتوار کے دن پچھنے لگوائے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برص میں مبتلا ہو گئے چند روز کے بعد ایک شب کو رسول مقبول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مرض کی شکایت کرنے لگے تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ''جیسا کیا ویسا بھگتو اتوار کے دن پچھنے کیوں لگوائے تھے؟'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس حدیث کا راوی ضعیف تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' حدیث تو میری نقل کرتا تھا'' عرض کیا

یا رسول اللہ خطاء ہوئی میں توبہ کرتا ہوں یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور صبح کو آنکھ کھلی تو مرض کا نشان بھی نہ رہا (تبلیغ دین ص ۷۶ مؤلفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ:

ضعیف حدیث بھی نبی کریم ﷺ کی حدیث ہوتی ہے اس لئے بالکلیہ ضعیف حدیث کا انکار، انکار حدیث ہے، اور اس کو جان بوجھ کر موضوع یا جھوٹ اور من گھڑت کہنا جہالت اور حماقت ہے۔

امر سوم (عمل بالحدیث کا معیار سند نہیں):

محدثین کا راویوں کے متعلق ثقہ وضعیف ہونے کا فیصلہ یا حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ، قرآن وحدیث کا فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ محدثین کی اپنی اجتہادی رائے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین کے درمیان راویوں کے ثقہ وضعیف ہونے کے بارے شدید اختلاف پایا جاتا ہے ایک راوی کو ایک محدث ثقہ کہتا ہے تو دوسرا اسی کو ضعیف بلکہ کذاب ودجال کہتا ہے ایک حدیث کو ایک محدث صحیح کہتا ہے دوسرا اسی کو ضعیف کہتا ہے دو پتھروں کے ساتھ استنجاء والی حضرت ابن مسعود کی حدیث جو زہیر عن ابی اسحاق کی سند سے مروی ہے اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیکر صحیح بخاری ص ۲۷ میں نقل کیا ہے، لیکن اسی حدیث کو امام ترمذی نے جامع ترمذی ص ۱۱ میں ضعیف ثابت کیا ہے۔

مجتہد کی اجتہادی رائے میں خطاء وصواب کے دونوں احتمال ہوتے ہیں، محدث جس حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی وہ اسی طرح صحیح یا ضعیف ہو بلکہ ہوسکتا ہے جس حدیث کو وہ صحیح کہہ رہا ہے نفس الامر میں صحیح نہ ہو، اور جس حدیث کو اس نے ضعیف کہا ہے ممکن ہے نفس الامری حکم کے اعتبار سے صحیح ہو، اس لئے علامہ ابن صلاح کہتے ہیں ''وَمَتٰی قَالُوْا هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ فَمَعْنَاهُ اَنَّهُ اِتَّصَلَ سَنَدُهُ مَعَ سَائِرِ الْاَوْصَافِ الْمَذْكُوْرَةِ وَلَیْسَ مِنْ شَرْطِهِ اَنْ یَّكُوْنَ مَقْطُوْعًا بِهٖ

فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ اِذْ مِنْہُ مَا یَنْفَرِدُ بِرِوَایَتِہٖ عَدَدٌ وَاحِدٌ وَلَیْسَ مِنَ الْاَخْبَارِ الَّتِیْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی تَلَقِّیْھَا بِالْقُبُوْلِ وَکَذَالِکَ اِذَا قَالُوْا فِیْ حَدِیْثٍ اَنَّہٗ غَیْرُ صَحِیْحٍ فَلَیْسَ ذَالِکَ قَطْعًا بِاَنَّہٗ کَذِبٌ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ اِذْ قَدْ یَکُوْنُ صِدْقًا فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ بِہٖ اَنَّہٗ لَمْ یَصِحَّ اِسْنَادُہٗ عَلَی الشَّرْطِ الْمَذْکُوْرِ ''(مقدمہ ابن صلاح ص۸)اور جب محدثین حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل ہے اور وہ تمام صفات اس میں موجود ہیں جو صحت حدیث کے لیے محدثین کے ہاں ضروری ہیں،اور صحت حدیث کے لیے یہ شرط نہیں کہ نفس الامر میں بھی اس کی صحت قطعی و یقینی ہو، کیونکہ بعض دفعہ حدیث کا راوی فقط ایک آدمی ہوتا ہے اور وہ حدیث ان احادیث میں سے بھی نہیں ہوتی جن کی قبولیت پر اجماع اور تواتر عملی ہوتا ہے(تو ایسی صورت میں اس ایک راوی کی روایت کی وجہ سے نفس الامر میں صحت کا یقین نہیں کیا جا سکتا)اسی طرح محدثین جب کسی حدیث کے بارے یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ نفس الامر میں یقیناً جھوٹی ہے بلکہ وہ نفس الامر میں کبھی سچی ہوتی ہے،اس کا صرف اور صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں شرائط صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی ہے(گویا وہ محدثین کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے،جس میں نفس الامر کے لحاظ سے صحیح اور غلط ہونے کے دونوں احتمال ہوتے ہیں)علامہ ابن صلاح کی اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

① جس حدیث پر فقہاء و محدثین کا عملی تواتر اور اجماع عملی ہو نفس الامر میں وہ حدیث یقیناً صحیح ہوتی ہے۔

② اور اگر اس حدیث پر تواتر عملی اور اجماع عملی نہ ہو تو محدثین کے صحت و ضعف کے فیصلہ کے باوجود نفس الامر کے لحاظ سے اس کی صحت یا ضعف یقینی نہیں ہوتا بلکہ صحیح حدیث میں ضعف کا اور ضعیف حدیث میں صحت کا احتمال قائم ہوتا ہے،اس لیے سند کے

صحت وضعف کو معیارِ عمل نہیں بنایا جاسکتا لہٰذا محض کسی حدیث کی صحت کو دیکھ کر اس کے معمول بہ، قابل عمل اور قابل حجت ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی کسی حدیث کے ضعف کی وجہ سے اس کو متروک العمل اور نا قابل حجت قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری باب '' مـا يـذكـر فـي الـفـخـذيـن '' (ج ۱ص ۵۳) میں رانیں کھلی کرنے کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی اور رانیں ڈھانپنے کی حدیث حضرت جرھد رضی اللہ عنہ سے نقل کی اب عمل کس حدیث پر ہوگا؟ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمل کا فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا '' وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ '' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے لیکن حضرت جرھد کی حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں، یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمل کا معیار صحت سند اور قوت سند کو نہیں بنایا بلکہ ''اَخَذَ بِالْاَحْوَطِ '' کے اصول کو اختیار کیا ہے، معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا معیار قوۃ سند اور ضعف سند نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ اور اصول ہیں، سند تو اس لئے ہے تاکہ سند کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے یا غیر موضوع ہے یعنی حدیث جھوٹی ہے یا جھوٹی نہیں، جب پتہ چل گیا کہ یہ موضوع نہیں تو اب اس کے بعد عمل کرنے یا نہ کرنے کے لیے سند کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اس کو عمل بالحدیث کے اصولوں پر پرکھا جائیگا، باقی اگر کہیں احناف نے سند کی قوۃ وضعف کا تقابل کر کے قوی السند حدیث کو معمول بہ اور ضعیف السند حدیث کو غیر معمول بہ کہا ہے تو وہ ان لوگوں پر الزام اور اتمام حجت کے طور پر کہا ہے، جو قوۃِ سند اور ضعفِ سند کو معیار بناتے ہیں، اپنے معیار عمل کے طور پر نہیں کہا، وہاں انداز یہ ہوتا ہے کہ جس حدیث پر حنفیہ عمل کرتے ہیں وہ تمہارے اصول کے مطابق بھی معمول بہ اور قابل حجت ہے کہ صحیح اور قوی السند ہے اور جس حدیث پر تم عمل کرتے ہو وہ خود تمہارے اصول کے مطابق بھی غیر معمول بہ اور نا قابل حجت ہے کہ وہ

ضعیف السند ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ شرح معانی الآثار کے بعض مقامات میں رواۃ اور اسناد پر بحث کا انداز اختیار کرتے ہیں اور مخالف کو جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن ساتھ ہی معذرت کرتے ہیں کہ راویوں پر جرح قدح کرنا نہ ہمارا اصول نہ ہماری عادت، ہم نے جو یہ بحث کی ہے صرف مخالف کے ظلم کو ظاہر کرنے کے لیے کی ہے کہ یہی راوی جب حنفیہ کی معمول بہ حدیث میں آتا ہے تو مخالف اعتراض کرتا ہے کہ یہ حدیث اس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن خود اسی راوی کی حدیثوں کو دلیل بناتا ہے (ص۱۶۴ ج ا باب التکبیر للرکوع الخ)

خلاصہ:

قوتِ سند اور ضعف سند معیار عمل نہیں قوی السند ہونا حدیث کے معمول بہ اور قابل حجت ہونے کی دلیل نہیں اور ضعیف السند ہونا حدیث کے غیر معمول بہ اور نا قابل حجت ہونیکی دلیل نہیں۔

عمل بالحدیث کے چند اصول:

رہی یہ بات کہ عمل بالحدیث کے کون سے اصول ہیں؟ تفصیل کے ساتھ تو یہ اصول بندہ ناچیز بشرط زندگی وصحت وعافیت الگ تصنیف میں پیش خدمت کریگا انشاء اللہ العزیز لیکن یہاں پر بقدر ضرورت چند اصول ذکر کئے جاتے ہیں۔

امر چہارم: (اصل نمبر ۱)

(کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کیساتھ موافقت) وہ حدیث جو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے موافق ہوگی اس پر عمل کیا جائیگا اور جو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہوگی اس پر عمل نہیں کیا جائیگا، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی اصول حدیث کی کتاب "الکفایہ فی علم الروایہ" کے ص۴۲۹ پر باب قائم کیا ہے "بَـابٌ فِـيْ وُجُـوْبِ اِطْـرَاحِ

اَلْمُنْکَرِ وَالْمُسْتَحِیْلِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ ''یعنی اس باب میں اسکا بیان ہے کہ منکر اور محال حدیثوں کو چھوڑ دینا ضروری ہے اس کے تحت انہوں نے ص۴۳۰ پر ایک مرفوع حدیث بطور اصول لکھی ہے'' عَنْ ابی هریرةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اَنَّهٗ قَالَ سَیَاْتِیْکُمْ عَنِّیْ اَحَادِیْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَ کُمْ مُوَافِقًا لِکِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ فَهُوَ عَنِّیْ وَمَاجَاءَ کُمْ مُخَالِفًا لِکِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس میرے حوالہ سے مختلف حدیثیں آئیں گی سو ان میں سے جو حدیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو وہ میری طرف سے ہے اور جو حدیث کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہو وہ میری طرف سے نہیں، لہٰذا اگر حدیث قوی السند ہو لیکن کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف ہو تو اس پر عمل نہ ہوگا اور اگر ضعیف السند ہو لیکن کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائیگا، اس اصول کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جب قوی السند حدیث کے متعلق کتاب اللہ اور سنت مشہورہ سے شہادۃ مل گئی کہ یہ حدیث کتاب وسنت کے خلاف ہے تو وہ حدیث اپنے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے ضعیف قرار پائیگی اور قابل حجت نہیں رہے گی اور جب کتاب اللہ اور سنت مشہورہ سے اس بات پر شہادت قائم ہو جائے کہ ضعیف السند کتاب وسنت کے موافق ہے تو وہ ضعیف السند حدیث مفہوم ومعنی کے اعتبار سے صحیح حدیث شمار ہوگی اور قابل حجت بن جائیگی۔

کیا کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کی شہادت محدثین کی شہادت سے کمزور ہے؟، اگر محدثین کی شہادت کی بناء پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ ہو سکتا ہے تو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کی شہادت کی بنیاد پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کیوں نہیں ہو سکتا؟۔

(اصل نمبر۲):

(اصول شریعت کے ساتھ موافقت) اگر حدیث قوی السند ہو لیکن وہ اپنے مفہوم

ومعنیٰ کے اعتبار سے اصول شریعت کے خلاف ہوتو وہ حدیث ضعیف شمار ہوگی اور قابل حجت نہ ہوگی اور اگر کوئی حدیث سنداً ضعیف ہو لیکن اس کا مفہوم ومعنیٰ اصول شریعت کے موافق ہوتو وہ صحیح اور قابل حجت ہوگی چونکہ اصول شریعت کتاب وسنت سے ثابت ہوتے ہیں اس لئے اصول شریعت کے ساتھ موافقت کتاب وسنت کیساتھ موافقت ہے اور اصول شریعت کے ساتھ مخالفت کتاب وسنت کے ساتھ مخالفت ہے اس لئے اس اصول نمبر۲ کا ماخذ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے، البتہ کتاب وسنت کے ساتھ موافقت اور مخالفت کی دو قسمیں بن جائیں گی، ظاہری اور باطنی، ظاہری یہ کہ کتاب وسنت کے ظاہر کے ساتھ موافقت یا مخالفت ہو، باطنی یہ کہ کتاب وسنت سے ماخوذ اصول شریعت کے موافق یا مخالف ہو، بشرطیکہ اخذ کرنے والا ماہر شریعت ہو۔

(اصل نمبر۳):

(خیر القرون کا ارسال، انقطاع اور جہالت موجب ضعف نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طبقات کے خیر ہونے کی شہادت دی ہے ایک صحابہ، دوسرا تابعین، تیسرا تبع تابعین، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ'' (صحیح بخاری ج۱ص۵۱۵ باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحیح مسلم ج۲ص۳۰۹ باب فضل الصحابہ رضی اللہ عنہم)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بہترین جماعت، میری جماعت ہے پھر وہ جماعت جو ان کے متصل ہے، پھر وہ جماعت جو ان کے متصل ہے، امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں اس کی تشریح میں فرماتے ہیں ''وَالصَّحِيْحُ اَنَّ قَرْنَهُ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّحَابَةُ وَالثَّانِي التَّابِعُوْنَ وَالثَّالِثُ تَابِعُوْهُمْ'' صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت صحابہ ہیں، دوسری جماعت وہ لوگ جو صحابہ کی (بلاواسطہ) پیروی کرنے والے ہیں یعنی تابعین، تیسری جماعت وہ لوگ جو (بلاواسطہ) تابعین کے پیچھے چلنے والے ہیں یعنی

تبع تابعین، جب نبی کریم ﷺ نے ان تین طبقات کے خیر ہونیکی شہادت دیکر ان کی توثیق کردی ہے تو خیر القرون کے راوی کی حدیث اس وقت نا قابل حجت ہوگی جب خیر القرون کے حضرات نے اس کی حدیث کو رد کردیا ہو اور اگر خیر القرون کے اصحاب خیر نے اس کی حدیث کو رد نہیں کیا تو پھر خواہ حدیث بیان کرنیوالے راوی کی تعیین نہ ہو اور اس کا حال معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو تب بھی وہ حدیث حجت ہوگی اور اگر حدیث کی سند میں انقطاع وارسال ہو یعنی کوئی راوی چھوٹا ہوا ہو تب بھی وہ حدیث حجت ہوگی، کیونکہ راوی کے مجہول یا متروک ہونیکی وجہ سے اس لیے حدیث حجت نہیں رہتی کہ ممکن ہے وہ مجہول راوی یا متروک راوی ضعیف اور نا قابل اعتماد ہو لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان تین جماعتوں کی توثیق کردی ہے تو ان میں اصل عدالت وثقاہت ہے اس لئے اگر ان تین طبقات کا راوی مجہول ہو تب بھی اس کی روایت کردہ حدیث حجت ہوگی سند میں انقطاع ہو تب بھی حجت ہوگی کہ ان تین طبقات کے راوی کے سقوط کی وجہ سے سند کا انقطاع وارسال یا راوی کی جہالت موجب ضعف نہیں بنتی، حیف ہے ان لوگوں پر جو خیر القرون کے صدیوں بعد پیدا ہونے والے محدثین کی اجتہادی آراء اور بے سند اقوال کا تو اعتبار کرتے ہیں لیکن خیر القرون کے مصدقہ اصحاب الخیر پر اعتماد نہیں کرتے حالانکہ ان کے خیر واصحاب خیر ہونے پر خود رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی ہے۔

(اصل نمبر ۴):

(ضعیف السند بوجہ اجماع متواتر بن جاتی ہے) العلامہ محمد عبد الغنی الباجتنی فرماتے ہیں، سرورکائنات ﷺ کا فرمان ہے "اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ" میری امت (کے مجتہدین) گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے ایک اور مرفوع حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین چیزوں سے پناہ دی ہے ان میں سے ایک یہ ہے "اَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰی ضَلَالَةٍ" تم گمراہی پر جمع نہ ہو گے "وَالْاَحَادِیْثُ الْاُخْرٰی مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰی تَتَضَمَّنُ

عِصْمَةَ الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مِنَ الضَّلَالِ وَمِنَ الْخَطَاِ فِيْمَا تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ رَوَاهَا كِبَارُ الصَّحَابَةِ كَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ''مذکورہ بالا دو حدیثوں کے علاوہ دوسری احادیث جن کا قدر مشترک مضمون متواتر ہے، ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مجتہدین امت محمدیہ کا اجماع گمراہی اور خطا سے معصوم ہے ان احادیث کو کبار صحابہ کرام نے روایت کیا ہے جیسے حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم (الوجیز المیسر فی اصول الفقہ المالکی ج۱ص ۱۰۸ تا ۱۱۰ ملخصا) پس اجماع صحابہ اور اجماع امت بہت بڑی مضبوط دلیل شرعی ہے اس لئے اجماع کی مخالفت حرام ہے، اور اس کی مخالفت پر قرآن کریم میں دنیا میں گمراہی اور آخرت میں دوزخ کی وعید ہے۔

پانچویں پارے میں ہے'' وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا '' جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریگا اور مؤمنین کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے گا ہم اس پر وہی گمراہی مسلط کر دینگے اس نے جس گمراہی کو اختیار کیا، اور (آخرت میں) اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو برا ٹھکانہ ہے، اس آیت میں سبیل المؤمنین سے مؤمنین کا اجماعی راستہ مراد ہے جب مؤمنین کے اجماعی راستہ سے انحراف دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے تو معلوم ہوا کہ سبیل المؤمنین کی اتباع فرض اور اس کی مخالفت حرام ہے، اس لئے اجماع صحابہ ہو یا بعد کے مجتہدین امت کا اجماع ہو اس میں گمراہی نہیں ہو سکتی ہاں اس کی مخالفت گمراہی بھی ہے اور عذاب جہنم کا سبب بھی!۔

اب محدثین اور فقہاء کا اصول یاد رکھئے، جس حدیث کی سند ضعیف ہو لیکن اس حدیث کا مضمون ایسا ہے کہ تمام صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اور بعد کے فقہاء و مجتہدین نے

بھی اس پر عمل کیا تو صحابہ کرام اور دوسرے مجتہدین امت کا اس پر اجماع عملی اور عملی تواتر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے بلکہ بوجہ اجماع وہ حدیث اتنی قوی ہوجاتی ہے کہ متواتر شمار ہوتی ہے اور اس حدیث کے ثبوت کے لیے صحابہ کرام اور مجتہدین امت کا عملی اجماع اور عملی تواتر ہی کافی ہے وہ اپنے ثبوت میں سند کی اور راویوں کی محتاج ہی نہیں رہتی کیونکہ اجماع اور تواتر سند سے زیادہ مضبوط دلیل ہے جب ایک حدیث اجماع عملی اور تواتر عملی سے ثابت ہوگئی تو اس کے بعد اس کے ثبوت کے لیے سند جیسی کمزور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی جیسے پہلی کے چاند کے لیے گواہیوں کی ضرورت ہوتی ہے چودہویں کے چاند کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اس کی ہر سو پھیلی ہوئی روشنی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے اسی طرح اس حدیث کے ثبوت کے لیے تو سند کی ضرورت ہے جس پر عملی تواتر نہ ہو اور جس پر عملی تواتر ہو تو اس حدیث کے ثبوت کے لیے صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اور مجتہدین امت کا تعامل کافی ہے، اسی تعامل اور عملی تواتر کو محدثین تَلَقِّیْ بِالْقُبُوْلْ کہتے ہیں، اور تَلَقِّیْ بِالْقُبُوْلْ کے بعد سند کی ضرورت نہیں رہتی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' كُلُّ حَدِيْثٍ اَجْمَعَ السَّلَفُ عَلٰى قُبُوْلِهٖ اَوْ تَوَاتَرَتْ اَهْلِيَّةُ رُوَاتِهٖ فَلَا حَاجَةَ عَنِ الْبَحْثِ مِنْ عَدَالَةِ رُوَاتِهٖ وَمَا عَدَا ذَالِكَ يُبْحَثُ عَنْ عَدَالَةِ رُوَاتِهٖ'' (عقد الجید ص۵۲) ہر وہ حدیث جس کے قبول کرنے پر سلف کا (عملا) اجماع ہو یا اس کے راویوں کا عادل ہونا تواتر سے ثابت ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کے راویوں پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی اس کے ماسوا حدیث ہو تو اس کے راویوں پر بحث ہوگی۔

اسی طرح علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں'' وَكَذَا اِذَا تَلَقَّتْهُ الْاُمَّةُ الضَّعِيْفَ بِالْقُبُوْلِ يُعْمَلُ بِهٖ الصَّحِيْحَ حَتّٰى اَنَّهٗ يَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْمُتَوَاتِرِ '' (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ص۱۲۰) اور جب امت (کے مجتہدین) ضعیف السند حدیث کے قبول کرنے پر عملا متفق ہوجائیں تو اس پر صحیح حدیث کی طرح عمل کیا جاتا ہے اور وہ متواتر حدیث کے درجہ میں آجاتی ہے۔

اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کے بارے فرماتے ہیں" هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ تَلَقَّتْهُ الْاُمَّةُ بِالْقَبُوْلِ "(مجموع الفتاوی ج ۱۸ ص ۲۴۷) یہ حدیث صحیح بلکہ اس کی صحت پر اتفاق ہے کیونکہ امت نے اس کو قبول کیا ہے، اس اصول کو غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہے، غیر مقلدین کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ پانی خواہ ایک گلاس ہو یا اس سے بھی کم ہو اس میں نجاست گر جائے تو اس وقت ناپاک ہوگا جب اس کا ذائقہ یا رنگ بدل جائے یا اس میں بدبو آئے ورنہ وہ پاک ہے اس پر جس حدیث سے وہ دلیل پکڑتے ہیں ضعیف ہے۔

اس لئے غیر مقلدوں کے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے مذکورہ بالا مسئلہ لکھا اور اس پر بطور دلیل وہی ضعیف حدیث لکھی اور اس کے ضعف کا جواب یوں دیا" اس حدیث کی سند بالاتفاق ضعیف ہے، لیکن اس کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کیا ہے اس کی قبولیت پر عملی تواتر ثابت ہے"(رسول اکرم کی نماز ص ۹) اور اسی حدیث کے بارے نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں" وَقَدْ اِتَّفَقَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ عَلٰى ضُعْفِ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ الْكِنَّهٗ قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى مَضْمُوْنِهَا "محدثین کا اس زیادتی کے ضعف پر اتفاق ہے لیکن اس کے مضمون پر عملی اجماع ہے (لہذا حجت ہے) (الروضۃ الندیہ ص ۵)

مولانا داؤد غزنوی کے والد مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں اگرچہ یہ سب روایتیں ضعیف ہیں مگر کل اہل اسلام کا تعامل ان روایتوں کا مؤید اور مصحح ہے

(فتاوی غزنویہ ص ۹۸،۹۹)

اور پروفیسر عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جب کوئی روایت حد تواتر کو پہنچ جائے تو پھر چھانٹ چھٹائی کی ضرورت نہیں ہوتی رؤیت ہلال کے معاملہ کو دیکھیں ایک دو دیکھیں تو شہادت لی جاتی ہے اگر جم غفیر دیکھے تو پھر جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں رہتی (رسائل بہاولپوری ص ۲۴۶)

اور یہ اصول بھی یاد رکھئے کہ مذاہب اربعہ (یعنی مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی) کسی مسئلہ پر متفق ہوں تو وہ مسئلہ اجماعی شمار ہوتا ہے، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں" وَمَا خَالَفَ الْأَئِمَّةَ الْأَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ "(الاشباہ والنظائر فن اول نوع ثانی قاعدہ اولی /ج اص ۱۴۳) اور جو مسئلہ آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) کے خلاف ہو وہ اجماع کے خلاف ہے۔

خلاصہ:

اگر کوئی حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہو لیکن آئمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا اس کے قبول کرنے پر اجماع ہو اور مذاہب اربعہ میں مسئلہ اس حدیث کے مطابق ہو تو وہ حدیث متواتر شمار ہوگی نہ وہ سند کی محتاج، نہ اس کے راویوں پر بحث کی ضرورت، مزید تحقیق کے لیے ہماری کتاب" آٹھ اور بیس تراویح کا فیصلہ" پڑھیے۔

(اصل نمبر ۵):

(دوسری حدیث یا آثار صحابہ وتابعین سے تائید) اگر مرفوع حدیث سنداً ضعیف ہو، لیکن اس کے مضمون کی تائید ہوجائے دوسری مرفوع ضعیف حدیث سے یا صحابہ وتابعین کے آثار ضعیفہ سے تو ان دونوں صورتوں میں اس مرفوع حدیث کا ضعف دور ہوجاتا ہے، چنانچہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کی دو حدیثوں کے بارے غیر مقلد محدث ابوسعید محمد شرف الدین دہلوی کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

دونوں روایتوں میں ایک ایک راوی متکلم فیہ ہے...... مگر دونوں روایتوں اور سندوں کے ملنے سے ہر ایک کو دوسری سے تقویت حاصل ہوگئی ہے گویا ہر واحد ایک حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے لھذا قابل عمل ہے، خصوصاً امام بیہقی اور امام ابن المنذر کا روایت

کر کے اس سے استدلال کرنا اور پھر صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے (فتاوی علماء حدیث ج۴ص ۹۷ا نیز فتاوی ثنائیہ ج۱ص ۵۲۵)۔

غیر مقلد محدث کی اس تحقیق سے چند امور معلوم ہوئے۔

① ...... جب ایک مضمون کی دو حدیثیں ضعیف ہوں تو دونوں کے ملنے سے ہر ایک کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔

② ...... حدیث ضعیف ہو لیکن اس پر تعامل امت ہو تو پھر بھی ضعف دور ہو جاتا ہے۔

③ ...... امام بیہقی اور امام ابن منذر کا روایت نقل کر کے اس سے استدلال کرنا یہ بھی دلیل صحت ہے، تو فقہاء کرام کا کسی حدیث سے استدلال کرنا بطریق اولی دلیل صحت ہوگا۔

④ ...... خیر القرون کے بعد کے لوگوں کا استدلال دلیل صحت ہے، اور بعد کے لوگوں کا تعامل بھی دلیل صحت ہے تو خیر القرون کے اصحاب الخیر یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین کا تعامل و استدلال بطریق اولی دلیل صحت ہوگا، اور یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں اور ان کے تلامذہ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر رحمہم اللہ وغیرہ تبع تابعین ہیں تو ان کا استدلال بھی دلیل صحت ہوگا، لہذا جن جن احادیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے ان تلامذہ نے استدلال کیا ہے وہ سب حدیثیں صحیح شمار ہونگی، باقی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت پر دلائل مطلوب ہوں تو حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کا رسالہ امام ابوحنیفہ کی تابعیت ملاحظہ کیجئے۔

(اصل نمبر ۶):

(مفہوم حدیث کے لیے مرجح) بعض دفعہ ایک حدیث میں مفہوم کے لحاظ سے کئی احتمال ہوتے ہیں ان مختلف احتمالات میں سے وہ احتمال راجح ہوگا جو کتاب اللہ یا سنت مشہورہ یا اجماع امت یا اصول شریعت، یا آثار صحابہ، آثار تابعین و تبع تابعین کے موافق ہو اور جو احتمال ان کے خلاف ہوگا وہ مرجوح ہوگا، مثلاً قرآن کریم میں ہے" وَاِذَا قُــــرِئَ

الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''امام نسائی ؒ نے سنن نسائی ج ا ص ۱۴۶ ''باب تاویل قوله عزو جل واذا قرأ القرآن ''میں جو تفسیر کی ہے اس کے مطابق اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب امام نماز میں قرآن پڑھے تو مقتدیوں کو حکم ہے کہ تم کان لگاؤ اور خاموش رہو چونکہ سورۃ فاتحہ قرآن ہے بلکہ ام القرآن ہے تو اس میں بھی یہی حکم ہے لھذا امام جب نماز میں قرآن پڑھے خواہ وہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورۃ ہو مقتدی خاموش رہیں، اور حدیث میں ہے ''لا صلوة لمن لم يقرأ بام القرآن ''جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں، اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس حدیث میں منفرد نمازی کے لیے حکم بیان کیا گیا ہے کہ اس کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی، دوسرا احتمال یہ کہ اس میں امام، مقتدی، منفرد سب کے لیے یہی حکم ہے یہ دوسرا احتمال قرآن کی مذکورہ بالا آیت کے خلاف ہے، اور پہلا احتمال قرآن کے خلاف نہیں کہ قرآن میں مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم ہے اور حدیث میں منفرد کو فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف نہیں اس لیے منفرد والا احتمال راجح ہوگا، اور دوسرا احتمال مرجوح ہوگا کہ وہ قرآن کے خلاف ہے۔

(اصل نمبر ۷):

(ضعیف حدیث رائے پر مقدم ہے) امام اعظم ابو حنیفہ ؒ فرماتے ہیں ''ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ آرَاءِ الرِّجَالِ'' (عقود الجواہر المنیفہ ص ۸) لوگوں کی آراء سے ضعیف حدیث پر عمل کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں ''اِنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْقِيَاسِ'' (کوثر النبی ص ۱۸) بلاشبہ ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے، امام احمد بن حنبل ؒ کے فرزند عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں، میں نے اپنے باپ سے سنا ''اَلْحَدِيْثُ الضَّعِيْفُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الرَّأْيِ ''ضعیف حدیث مجھے رائے سے زیادہ پسند ہے، نیز فرمایا ''ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَقْوىٰ مِنَ الرَّأْيِ ''ضعیف حدیث رائے سے زیادہ قوی ہے (اعلام الموقعین

لابن قیم ج۱ص۸۲) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں" وَاَصْحَابُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی اَنَّ مَذْھَبَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّ ضَعِیْفَ الْحَدِیْثِ عِنْدَہٗ اَوْلٰی مِنَ الْقِیَاسِ وَالرَّأْیِ وَعَلٰی ذَالِکَ بَنٰی مَذْھَبَہٗ" (اعلام الموقعین لابن قیم ج۱ص۸۲)۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس ورائے سے اولیٰ ہے اور اسی اصول پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے، لہٰذا مذکورہ بالا اصول کے مطابق جس مسئلہ میں ایک طرف رائے ہو دوسری طرف ضعیف حدیث ہو تو ضعیف حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے، غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں حدیث کا ضعف اسے درجہ استدلال سے اس وقت گراتا ہے جب اس کے مقابل حدیث صحیح موجود ہو (رسالہ اہل حدیث امرتسر 4مارچ 1938ء ص۱۳) غیر مقلد شیخ الاسلام صاحب کے تحریر کردہ اس اصول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ کے متعلق، صحیح حدیث موجود نہ ہو تو اس میں ضعیف حدیث بھی حجت بن جاتی ہے۔

(اصل نمبر ۸):

(تشریح حدیث اور عمل بالحدیث میں فقہاء کا اعتبار ہے) صحیح بخاری باب فضل من علم وعلم ص۱۸ پر حدیث ہے، جس کی سند میں امام بخاری اور نبی علیہ السلام کے درمیان پانچ راوی ہیں اور پانچوں راوی کوفی ہیں (۱) محمد بن العلاء کوفی (۲) حماد بن اسامہ کوفی (۳) برید بن عبداللہ کوفی (۴) ابو بردہ کوفی (۵) ابوموسیٰ اشعری کوفی ہیں، نبی علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو مجھے علم وہدایت عطا کیا ہے اس کی مثال کثیر بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، اور زمین کا ایک ٹکڑا عمدہ ہے اس نے پانی کو جذب کیا جس سے خشک گھاس ہری ہوگئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے اگایا، اور زمین کا دوسرا ٹکڑا سخت ہے اس نے پانی کو جمع کیا اللہ نے اس کے ساتھ لوگوں کو نفع دیا، سو انہوں نے پانی پیا، پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا، اور زمین میں ایک ٹکڑا

چٹیل میدان ہے نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ گھاس اگا تا ہے، یہ اُس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں گہری سمجھ پیدا کی اور اللہ نے اس کو اُس علم وہدایت کے ساتھ نفع دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے بھیجا ہے اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اُس علم وہدایت کی طرف سر اٹھایا نہ اسے قبول کیا جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے مطابق ابتداءً لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

①...... جہلاء جنہوں نے علم نبوت کو تکبر یا غفلت کی وجہ سے حاصل ہی نہ کیا ان کی مثال اس قطع ارض کی طرح ہے جس نے نہ پانی کو جذب کیا نہ جمع کیا۔

②...... وہ لوگ جنہوں نے علم نبوت کو حاصل کیا پھر ان علماء کی دو قسمیں ہیں ایک اس قطعہ ارض کی طرح ہے جس نے اگر چہ پانی کو جذب کر کے اُگایا کچھ نہیں لیکن پانی کو پانی کی شکل میں محفوظ کیا جس سے لوگوں نے نفع اُٹھایا یہ علماء محدثین حضرات ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو ان کی اصلی شکل میں محفوظ کیا یعنی احادیث مبارکہ کے الفاظ کو اسناد کے ساتھ محفوظ کیا محفوظ کر کے لوگوں تک پہنچایا، دوسری قسم فقہاء مجتہدین ہیں ان کی مثال اس قطعہ ارض کی طرح ہے جس نے پانی کو جذب کیا اور جذب کر کے پھل پھول اُگا کر لوگوں کی مختلف دنیوی ضرورتیں پوری کیں، اسی طرح فقہاء نے احادیث مبارکہ کو جذب کیا یعنی ان کے معانی کو سمجھا سمجھ کر ان احادیث سے مسائل کے پھل پھول تلاش کر کے کتاب الطہارہ کتاب الصلوۃ وغیرہ کی شکل میں دینی مسائل کے خوبصورت گلدستے تیار کر کے امت کی دینی ضرورتیں پوری کی ہیں، حدیث شریف سے پتہ چلا کہ محدثین اور فقہاء دونوں حدیث کے خدمت گذار ہیں لیکن دونوں کے شعبے جدا جدا ہیں، محدثین کا شعبہ الفاظ حدیث کی خدمت فقہاء کا شعبہ معانی حدیث اور مسائل حدیث کی خدمت ہے، محدثین الفاظ حدیث کے حافظ ومحافظ ہیں اور فقہاء معانی حدیث اور مسائل حدیث کے ماہر ہیں اور دین پر عمل کرنے کے لیے ہمیں اسناد اور الفاظ کی ضرورت نہیں مسائل کی ضرورت ہے اور وہ فقہاء کے پاس ہیں اسی لئے محدثین عظام نے بھی عمل بالحدیث کے لیے فقہاء کرام پر اعتماد کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع ترمذی، باب غسل المیت ج۱ص۱۹۳ میں فرماتے ہیں ''وَكَذَالِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ اَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ ''(اسی طرح فقہاء نے کہا ہے)اور فقہاء حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں اور مناقب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص۱۰۱میں الشیخ الامام کرروری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدَانَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ يَزِيْدَ بْنِ هَارُوْنَ وَعِنْدَهُ يَحْيٰى بْنُ مَعِيْنٍ وَعَلِيٌّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَآخَرُوْنَ اِذًا اُسْتُفْتِيَ فَقَالَ يَزِيْدُ اِذْهَبْ اِلَى اَهْلِ الْعِلْمِ فَقَالَ عَلِيٌّ بْنُ الْمَدِيْنِي اَلَيْسُوْا عِنْدَكَ فَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ اَصْحَابُ الْإِمَامِ وَاَنْتُمْ صَيَادِلَةٌ'' محمد بن سعدان کہتے ہیں کہ میں یزید بن ہارون کے پاس تھا اسوقت ان کے پاس بڑے بڑے محدثین موجود تھے، یحیٰی بن معین، علی بن المدینی، احمد بن حنبل اور زھیر بن حرب وغیرہ کہ اچانک کسی نے مسئلہ دریافت کیا استاذ المحدثین یزید بن ہارون نے کہا مسئلہ کے لیے اہل علم کے پاس جاؤ علی بن المدینی نے پوچھا حضرت کیا آپ کے پاس اہل علم موجود نہیں؟،تو استاذ مکرم یزید بن ہارون نے جواب دیا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور تم محدثین پنساری ہو، قارئین کرام! آپ حضرات جانتے ہیں کہ پنساری کے پاس مفردات کا انبار لگا ہوا ہوتا ہے لیکن ان مفردات کے نفع ونقصان، افعال وخواص کا علم جتنا طبیب کو ہے پنساری کو اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہوتا، یزید بن ہارون کا مقصد یہ تھا کہ اے محدثین! الفاظ حدیث کا انبار تو تمہارے پاس ہے لیکن ان الفاظ حدیث کے پردوں میں جو مسائل ومعانی کے چھپے موتی ہیں ان کے غواص اور ماہر فقہاء ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر محدث فقیہ نہیں ہوتا لیکن ہر فقیہ محدث بھی ہوتا ہے اور فقیہ بھی، اگر اسے حدیث ہی معلوم نہیں تو مسائل حدیث کے لیے کہاں سے لے گا؟۔

تجھ سے ملتی ہے جہاں کو وسعت فکر ونظر   علم کے دریا کا سرچشمہ ترے دیوار و در

خلاصہ:

یہ کہ تشریح اور عمل بالحدیث کے لیے جیسے محدثین نے فقہاء پر اعتماد کیا ہے ، پوری امت مسلمہ کو اسی طرح فقہاء پر اعتماد کرنا چاہیے مذکورہ بالا حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے بھی امت کی اسی طرف رہنمائی کی ہے۔

امر پنجم (غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رائے معتبر نہیں):

غیر مقلدین کے نزدیک فقط وحی حجت ہے جو قرآن اور حدیث کی شکل میں ہے اسی لئے غیر مقلدین کا نعرہ ہے اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول اور محدثین، فقہاء کی رائے تو کیا ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں چنانچہ غیر مقلد محمد جونا گڑھی (جن کا ترجمہ قرآن غیر مقلدین حج کے موقع پر تقسیم کرتے ہیں) لکھتے ہیں۔

سنیئے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں اور اماموں کی رائے قیاس اجتہاد واستنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں (طریق محمدی ص ۵۷) نیز لکھتے ہیں" تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل سمجھنے لگے (طریق محمدی ص ۵۹) ابو جابر عبداللہ دامانوی لکھتے ہیں، مقام غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی آراء کس طرح دین بن سکتی ہیں (مقدمہ نور العینین ص ۱۹)۔

خلاصہ:

جب غیر مقلدین کے نزدیک بغیر وحی کے رسول اللہ ﷺ کی رائے حجت نہیں تو امتیوں کی رائے بطریق اولی حجت نہ ہوگی، اس لیے غیر مقلدین اپنے اس اصول کے

مطابق کسی راوی کو ثقہ یا ضعیف نہیں کہہ سکتے کہ یہ محدثین کی رائے ہے وحی نہیں اور کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف نہیں کہہ سکتے کہ یہ بھی امتیوں کی رائے ہے وحی نہیں، لہذا وہ راوی کا ثقہ یا ضعیف ہونا، حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا قرآن وحدیث کی وحی میں دکھائیں گے، غیر مقلدین کی وہی بات معتبر ہوگی جو حدیث میں صراحتاً دکھائیں گے اور اگر صراحتاً حدیث میں نہ دکھا سکیں تو وہ امتیوں کی رائے ہے اور ان کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کی رائے بغیر وحی کی حجت نہیں تو غیر نبی کی رائے کیسے حجت؟۔

نوٹ:

ہم نے یہ تمہیدی امور اس غرض سے لکھ دیئے ہیں کہ آج کے دور میں عرب وعجم کے اہل اسناد طبقہ نے عرصہ سے ایک بہت بڑا فتنہ شروع کیا ہوا ہے، جو رفتہ رفتہ پوری دنیا میں پھیلتا جا رہا ہے اور بڑے بڑے علماء کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے وہ یہ ہے کہ عمل بالحدیث کے اصولوں کو نظر انداز کر کے راویوں پر ادنی جرح کی بنیاد پر معمول بہ حدیثوں کو ضعیف قرار دیکر رد کرنا، اگر قارئین کرام ان تمہیدی امور کو پیش نظر رکھ کر آنیوالے مسائل کا مطالعہ کریں گے تو معمول بہ حدیثوں کو ناکارہ کرنے کے لیے اہل اسناد لوگوں کا یہ حملہ انشاءاللہ العزیز ناکارہ اور ناکام ثابت ہوگا، ہم ان مہربانوں کی خدمت میں اتناہی عرض کر سکتے ہیں

روح بلبل نے خزاں بن کر اجاڑا گلشن پھول کہتے رہے ہم پھول ہیں صیاد نہیں

مردوعورت کی نماز کا فرق فقہ مالکی کی روشنی میں

(۱)...... وَاَمَّا الْمَرْاَۃُ فَہِیَ دُوْنَ الرَّجُلِ فِیْ الْجَہْرِ فَلَا تَسْمَعُ مَنْ یَّلِیْہَا فَیَکْفِیْہَا حَرَکَۃُ لِسَانِہَا، فَالْجَہْرُ فِیْ حَقِّہَا کَالسِّرِّ فَلَا یُسَنُّ فِیْ حَقِّہَا الْجَہْرُ بَلْ تَنْتَہِیْ عَنْہُ لِاَنَّہَا صَوْتُہَا عَوْرَۃٌ، وَالظَّاہِرُ اِسْتِوَاءُ حَالَتِہَا فِیْ الْخَلْوَۃِ وَالْجَلْوَۃِ وَہِیَ فِیْ صِفَۃِ صَلَاتِہَا مَثَلُ الرَّجُلِ غَیْرَ اَنَّہَا یُسْتَحَبُّ لَہَا اَنْ تَنْضَمَّ اَیْ تَنْکَمِشَ ...... وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَیْہَا وَلَا عَضُدَیْہَا وَاِنَّمَا تَکُوْنُ مُنْضَمَّۃً مُنْزَوِیَۃً...... فِیْ جُلُوْسِہَا وَسُجُوْدِہَا وَاَمْرِہَا کُلِّہٖ یَدْخُلُ فِیْہِ الرُّکُوْعُ فَلَا تَجْنَحُ کَالرَّجُلِ وَکَلَامُہٗ ہُنَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ قَوْلَہُ السَّابِقَ: وَتُجَافِیْ ضَبْعَیْکَ عَنْ جَنْبَیْکَ فِیْ الرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْاَۃِ غَیْرَ اَنَّ قَوْلَہٗ ہُنَا وَاَمْرِہَا کُلِّہٖ یَقْتَضِیْ اَنَّہَا تَجْلِسُ عَلٰی وَرِکِہَا الْاَیْسَرِ وَفَخِذِہَا الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَتَضُمُّ بَعْضَہَا اِلٰی بِعْضٍ عَلٰی قَدْرِ الطَّاقَۃِ بِخَلَافِ الرَّجُلِ "(الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیر وانی ج۱ ص۵۰۴ المولف احمد بن غنیم بن سالم النفر اوی متوفی ۱۱۲۶ھ)

ترجمہ: لیکن عورت، مرد سے قراءۃ میں اتنا کم جہر کرے کہ جو اس کے متصل ہے وہ بھی نہ سن سکے، سو اس کے لیے زبان کی حرکت کافی ہے، پس عورت کے لیے جہر بھی سری قراءۃ کی طرح ہے اس لیے عورت کے حق میں جہر مسنون نہیں بلکہ وہ جہر سے بچے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم عورت کی خلوت اور جلوت کی دونوں حالتوں میں ہے اور عورت کی نماز کی صفت مرد کی طرح ہے مگر پسندیدہ بات یہ ہے کہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اور اپنی رانوں اور بازؤں کے درمیان کشادگی نہ کرے بلکہ وہ اپنے قعدہ، سجود اور نماز

کی تمام حالتوں میں خوب اچھی طرح سمٹ کر نماز پڑھے اور عورت مرد کی طرح اپنے بازو کو باہر کی جانب مائل نہ کرے، مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پہلے جو یہ کہا ہے کہ اپنے بازو اپنے پہلو سے جدا رکھے وہ مرد کے متعلق ہے عورت کے متعلق نہیں اور مصنف کا یہ قول کہ تمام احوال میں سمٹے اس کا تقاضا یہ ہے کہ عورت اپنی بائیں سرین پر اس طرح بیٹھے کہ اس کی دائیں ران بائیں ران کے اوپر ہو اور اپنے جسم کو بقدر طاقت خوب سمٹائے، جبکہ مرد کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

(۲)...... وَ مُجَافَاةُ الرَّجُلِ فِی السُّجُوْدِ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَیْهِ فَلَا یَجْعَلُ بَطْنَهٗ فَوْقَ الْفَخِذَیْنِ وَمُجَافَاةُ مِرْفَقَیْهِ عَنْ رُکْبَتَیْهِ وَمُجَافَاةُ ضَبْعَیْهِ...... عَنْ جَنْبَیْهِ مُجَافَاةٌ قَلِیْلَةٌ اَمَّا الْمَرْاَةُ فَتَکُوْنُ مُنْضَمَّةٌ فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِهَا وَتَفْرِیْجُ الْفَخِذَیْنِ لِلرَّجُلِ فَلَا یَضُمُّهُمَا بِخِلَافِ الْمَرْاَةِ

"(الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ للقروی ج ۱ ص ۳۷ تا ۴۷، المؤلف محمد العربی القروی متوفی)

ترجمہ: اور آدمی سجود میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور رکھے، اور اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں سے دور رکھے، اور بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے تھوڑا سا دور رکھے، لیکن عورت اپنے تمام احوال نماز میں سمٹ کر نماز پڑھے، رانوں کے درمیان کشادگی کرنا مردوں کے ساتھ مختص ہے، پس وہ رانوں کو نہ ملائے، بخلاف عورت کے وہ اپنی رانوں کو ملائے۔

(۳)...... علامہ دسوقی رحمۃ اللہ علیہ نے مرد کے سجدہ کے لیے سات مستحبات لکھے ہیں۔

① پیٹ کو دونوں رانوں سے دور رکھنا ② دونوں کہنیوں کو دونوں گھٹنوں سے دور رکھنا ③ کلائیوں کو رانوں سے دور رکھنا ④ کلائیوں کو دونوں پہلوؤں سے دور رکھنا ⑤ اپنے دونوں گھٹنوں کو جدا رکھنا ⑥ کلائیوں کو زمین سے بلند رکھنا ⑦ اور کلائیوں کو تھوڑا سا باہر کی طرف نکالنا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں "وَیُنْدَبُ کَوْنُهَا مُنْضَمَّةً اَیْ بِحَیْثُ تُلْصِقُ

بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَمِرْفَقَيْهَا بِرُكْبَتَيْهَا" (حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۴۳۷) اور عورت کا سمٹ کر نماز پڑھنا مستحب ہے لہذا ایسے طور پر سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں کے ساتھ اور کہنیاں گھٹنوں کے ساتھ ملی ہوئی ہوں۔

(۴)...... "وَالْمَرْأَةُ دُوْنَ الرَّجُلِ فِيْ الْجَهْرِ وَهِيَ فِيْ هَيْأَةِ الصَّلَاةِ مِثْلُهُ غَيْرَ أَنَّهَا تَنْضَمُّ وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَيْهَا وَلَا عَضُدَيْهَا وَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً مُنْزَوِيَةً فِيْ جُلُوْسِهَا وَسُجُوْدِهَا وَأَمْرِهَا كُلِّهِ" (رسالۃ القیر وانی ج ا ص ۱۴۴ المؤلف ابن ابی زید القیر وانی عبداللہ بن عبدالرحمٰن المتوفی ۳۸۶ھ)

ترجمہ: اور عورت مرد سے جہر کم کرے، عورت کی نماز مرد کی طرح ہے مگر وہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اور رانوں کے درمیان کشادگی نہ کرے اس کا جسم قعدہ میں اور سجود میں اور تمام احوال نماز میں سمٹا رہے۔

(۵)...... "يُنْدَبُ لِلرَّجُلِ أَنْ يُبْعِدَ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ عَنْ رُكْبَتَيْهِ وَضَبْعَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ إِبْعَادًا وَسْطًا أَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً فِيْ جَمِيْعِ أَحْوَالِهَا" (فقہ العبادات مالکی ج ا ص ۱۶۵)

ترجمہ: مرد کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے کہنیوں کو گھٹنوں سے اور بازووں کو اپنے پہلووں سے درمیانے طریقہ کیساتھ دور رکھے لیکن عورت سو وہ اپنے تمام احوال نماز میں سمٹی رہے۔

(۶)...... "وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَهِيَ دُوْنَ الرَّجُلِ فِيْ الْجَهْرِ وَهِيَ أَنْ تُسْمِعَ نَفْسَهَا خَاصَّةً كَالتَّلْبِيَةِ وَعَلٰى هٰذَا يَسْتَوِيْ فِيْ حَقِّهَا السِّرُّ وَالْجَهْرُ أَيْ مَعَ سِرِّ الرَّجُلِ وَوَجْهُهُ مَاذُكِرَ أَنَّ صَوْتَهَا عَوْرَةٌ وَرُبَّمَا كَانَ فِتْنَةً وَلِذَالِكَ لَا تُؤَذِّنُ اِتِّفَاقًا (وَهِيَ) أَيِ الْمَرْأَةُ (فِيْ هَيْئَتِهِ مِثْلُهُ) أَيْ مِثْلُ الرَّجُلِ (غَيْرَ أَنَّهَا تَنْضَمُّ وَلَا تُفَرِّجُ فَخِذَيْهَا وَلَا عَضُدَيْهَا وَتَكُوْنُ

مُنْضَمَّةٌ مُنْزَوِيَةٌ) وَكَانَ قَائِلًا قَالَ لَهُ اَيْنَ تَكُوْنُ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ فَقَالَ (فِيْ جُلُوْسِهَا وَسُجُوْدِهَا وَ اَمْرِهَا) اى شَأْنِهَا (كُلِّهٖ) (كفاية الطالب الربانى الرسالة ابى زيد القير وانى ج اص ۳۴۰ / كفاية الطالب ج اص ۳۶۵ تا ۳۶۶)

ترجمہ: عورت مرد سے جہر کم کرے وہ یہ کہ فقط اس کا اپنا نفس سنے، تلبیہ کی طرح اس کے مطابق عورت کا جہر مرد کی سری قراءۃ کے برابر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور بعض دفعہ اس کی آواز فتنہ بن جاتی ہے اسی لئے وہ بالاتفاق اذان نہیں کہہ سکتی اور عورت کی نماز مرد کی مثل ہے مگر وہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اور اپنی رانوں اور بازوؤں کو کشادہ نہ کرے اور وہ خوب اچھی طرح سمٹ کر نماز پڑھے، اور گویا کہ سائل نے پوچھا کن احوال میں سمٹے، اس کا مصنف نے جواب دیا کہ وہ قعدہ میں سجود میں اور تمام احوال نماز میں سمٹاؤ کی کیفیت اختیار کرے۔

(۷)......"اِنَّ الْمَرْاَةَ يُنْدَبُ لَهَا كَوْنُهَا مُنْضَمَّةً فِيْ رُكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا فَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَ مِرْفَقَيْهَا بِرُكْبَتَيْهَا" (منح الجليل ج ۲ ص ۷۵)

ترجمہ: بے شک عورت کے لیے مستحب ہے کہ رکوع وسجود میں اس کا جسم سمٹا ہوا ہو پس وہ اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور کہنیوں کو گھٹنوں کے ساتھ ملائے۔

(۸)......"حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۴۸ تا ۴۹"۔

(۹)......"حاشیۃ العدوی ج ۲ ص ۳۱۳ تا ۳۸۳"۔

(۱۰)......"شرح خلیل للخرشی ج ۳ ص ۱۱۴ محمد بن عبد الخرشی المتوفی ۱۱۰۱ھ"۔

(۱۱)......"الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی الامام مالک ج ۱ ص ۳۲۸ تا ۳۲۹"

مردو عورت کی نماز کا فرق فقہ شافعی کی روشنی میں

(۱)...... "قَالَ الشَّافِعِیُّ ﷫ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِیْ عَمَلِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا اَنَّ الْمَرْاَۃَ یُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ وَاَنْ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَیْهَا فِی السُّجُوْدِ کَاَسْتَرِ مَایَکُوْنُ وَاُحِبُّ ذَالِكَ لَهَا فِی الرُّکُوْعِ وَجَمِیْعِ الصَّلٰوۃِ وَاُحِبُّ اَنْ تَکْفِتَ جِلْبَابَهَا وَتُجَافِیْهِ رَاکِعَةً وَسَاجِدَۃً لِئَلَّا تَصِفَهَا ثِیَابُهَا وَاَنْ تَخْفِضَ صَوْتَهَا قَالَ الْمَاوَرْدِیُّ هٰذَا صَحِیْحٌ" (الحاوی فی فقہ الشافعی ج ۲ ص ۱۶۱، المولف ابوالحسن علی بن محمد البصری البغدادی المشہور بالماوردی المتوفی ۴۵۰ھ)

ترجمہ: امام شافعی ﷫ نے فرمایا عمل صلوۃ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے جسم کے بعض کو بعض کی طرف ملائے، اور سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے تا کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر پوشی ہو اور رکوع میں اور پوری نماز میں عورت کے لیے اسی کو پسند کرتا ہوں، نیز مجھے یہ پسند ہے کہ عورت اپنی بڑی چادر نماز میں اپنے اوپر لپیٹے تا کہ کپڑوں سے اس کے بدن کی ہیئت نمایاں نہ ہو لیکن رکوع وسجود میں اس چادر کو ڈھیلا چھوڑ دے۔

(۲)...... "وَالثَّانِیَةُ اَنْ یَّجْتَمِعْنَ فِیْ رُکُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَلَایَتَجَافَیْنَ اَنَّ ذَالِكَ اَسْتَرُلَهُنَّ وَاَبْلَغُ فِیْ صِیَانَتِهِنَّ" (الحاوی فی فقہ الشافعی ج ۲ ص ۱۶۲)

ترجمہ: دوسرے افعال جن میں مرد وعورت کا فرق ہے یہ ہیں کہ عورتیں اپنے رکوع وسجود میں سمٹیں اور اپنے اعضاء کو کشادہ نہ کریں کیونکہ اس میں ان کی پردہ پوشی بھی زیادہ ہے، اور ان کی حفاظت بھی کامل ہے۔

(۳)...... "وَيُفَرِّقُ رُكْبَتَيْهِ وَيَرْفَعُ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ رَاجِعٌ لِلثَّلَاثَةِ وَ تَضُمُّ الْمَرْأَةُ وَالْخُنْثٰى اَيِ الْمِرْفَقَيْنِ فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَاةِ" (السراج الوهاج ج ا ص ۴۷)

ترجمہ: اور مرد رکوع وسجود میں اپنے گھٹنوں کو جدا کرے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھے اور کہنیوں کو دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے اور عورت اور خنثیٰ ساری نماز میں کہنیوں کو اپنے دونوں پہلو کے ساتھ ملائے رکھیں۔

(۴)...... "وَالْمَرْأَةُ لَا تَفْعَلُ ذَالِكَ بَلْ تَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ فَاِنَّهٗ اَسْتَرُ لَهَا" (فتح العزیز شرح الوجیز وہو الشرح الکبیر للرافعی ج ۳ ص ۴۷۴ المولف عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی المتوفی ۶۲۳ھ)

ترجمہ: اور عورت مرد کی طرح نہ کرے بلکہ اپنے بعض کو بعض کی طرف ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے لیے زیادہ ستر کا ذریعہ ہے۔

(۵)...... "وَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ يُّجَافِيَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فَاِنْ كَانَتْ اِمْرَاَةٌ لَمْ تُجَافِ بَلْ تَضُمُّ الْمِرْفَقَيْنِ اِلَى الْجَنْبَيْنِ لِاَنَّ ذَالِكَ اَسْتَرُ لَهَا وَيُسَنُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّجَافِيَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيُسَنُّ لِلْمَرْاَةِ ضَمُّ بَعْضِهَا اِلٰى بَعْضٍ وَتَرْكُ الْمُجَافَاةِ وَاَمَّا الْخُنْثٰى فَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ كَالْمَرْاَةِ يُسْتَحَبُّ لَهٗ ضَمُّ بَعْضِهٖ اِلٰى بَعْضٍ قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْاُمِّ اُحِبُّ لِلْمَرْاَةِ فِي السُّجُوْدِ اَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ وَ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا قَالَ وَهٰكَذَا اُحِبُّ لَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَجَمِيْعِ الصَّلٰوةِ وَ الْمُعْتَمَدُ فِي اِسْتِحْبَابِ

ضَمّ الْمَرْاَةِ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ کَوْنُهٗ اَسْتَرَلَهَا ، کَمَا ذَکَرَهُ الْمُصَنِّفُ وَذَکَرَ الْبَیْهَقِیُّ بَابًا ذَکَرَ فِیْهِ اَحَادِیْثَ ضَعَّفَهَا کُلَّهَا وَاَقْرَبُ مَافِیْهِ حَدِیْثٌ مُرْسَلٌ فِیْ سُنَنِ اَبِیْ دَاوٗد" (المجموع شرح المھذب ج ۳ ص ۴۰۶ تا ۴۰۹ محی الدین یحیی بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ)

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ مرد اپنی کہنیوں کو اپنے دونوں پہلو سے دور رکھے، اگر عورت ہو تو وہ دور نہ رکھے بلکہ کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے کیونکہ اس کیفیت میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے، اور آدمی کے لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی کہنیاں اپنے پہلو سے دور رکھے اور عورت کے لیے سنت یہ ہے جسم کے بعض حصہ کو بعض کی طرف ملائے اور کہنیوں کو پہلو سے دور نہ کرے، اور صحیح یہ ہے کہ خنثٰی عورت کی مانند ہے لہٰذا اس کے لیے بھی اعضاء بدن کو ملانا مستحب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں فرمایا میں عورت کے لیے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے یعنی پیٹ کو رانوں کے ساتھ اس طرح ملائے کہ زیادہ سے زیادہ پردہ پوشی ہو جائے، نیز فرمایا میں رکوع میں اور پوری نماز میں عورت کے لیے اسی کو پسند کرتا ہوں اور عورت کے لیے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملانے کی بنیادی علت یہ ہے کہ اس کیفیت میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے جیسا کہ اس کو مصنف نے ذکر کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں ایک باب منعقد کیا ہے اور اس میں احادیث ذکر کر کے ان کا ضعف بیان کیا ہے، اور اس میں عمدہ دلیل سنن ابی داود کی مرسل حدیث ہے۔

(۶)...... "وَیُسَنُّ فِی السُّجُوْدِ مُجَافَاةُ الرَّجُلِ مِرْفَقَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ وَبَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَیْهِ وَیُجَافِیْ فِی الرُّکُوْعِ اَیْضًا وَتَضُمُّ الْمَرْاَةُ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ" (المقنع المختصر میں ج ۱ ص ۷۰)

ترجمہ: اور سجود میں مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے اور پیٹ کو رانوں سے اور رکوع میں بھی دور رکھے، لیکن عورت بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے۔

(۷)......"وَتَضُمُّ الْمَرْاَۃُ اَیِ الْاُنْثٰی وَلَوْ صَغِیْرَۃً وَمِثْلُھَا الْخُنْثٰی بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ فِیْ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ کَغَیْرِھِمَا لِاَ نَّہٗ اَسْتَرُلَھَا" (المنہج القویم ج۱ص۲۰۶)

ترجمہ: عورت ہو یا چھوٹی نابالغ بچی ہو وہ نماز کے دیگر احوال کی طرح رکوع وسجود میں بھی اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے کیونکہ اس طریقہ میں ان کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے، اور اس حکم میں خنثٰی عورت کی طرح ہے۔

(۸)......"وَ الْمُسْتَحَبُّ اَنْ یُّجَافِیَ مِرْفَقَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ فَاِنْ کَانَتْ اِمْرَاَۃٌ لَمْ تُجَافِ بَلْ تَضُمُّ الْمِرْفَقَیْنِ اِلَی الْجَنْبَیْنِ لِاَنَّ ذَالِکَ اَسْتَرُلَھَا" (المھذب ج۱ص۷۵)

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ مرد اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھے، لیکن اگر عورت ہوتو وہ دور نہ رکھے بلکہ کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کو زیادہ چھپانے والی چیز ہے۔

(۹)......(اَلرُّکْنُ الْخَامِسُ اَلرُّکُوْعُ) "وَیُجَا فِیْ الرَّجُلُ مِرْفَقَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَبَطْنَہٗ عَنْ فَخِذَیْہِ وَتَضُمُّ الْمَرْاَۃُ وَ الْخُنْثٰی بَعْضَھَا اِلٰی بَعْضٍ لِاَ نَّہٗ اَسْتَرُلَھَا" (اسنی المطالب شرح روض الطالب ج۲ص۲۱۴) اور بعینہ یہی عبارت ج۲ص۲۲۹ پر سجدہ کے بارے میں مذکور ہے۔

ترجمہ: نماز کا پانچواں رکن رکوع ہے، مرد اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو سے دور رکھے اور عورت اور خنثٰی ملا کر رکھیں، کیونکہ اس کیفیت میں ان کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے۔

(۱۰)......"وَ یُفَرِّقُ بَیْنَ رُکْبَتَیْہِ وَیَرْفَعُ بَطْنَہٗ عَنْ فَخِذَیْہِ وَمِرْفَقَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ فِیْ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ وَتَضُمُّ الْمَرْاَۃُ وَالْخُنْثٰی" (المنھاج للنووی ج۱ص۳۰)

ترجمہ: اور مرد رکوع وسجود میں اپنے گھٹنوں کے درمیان فاصلہ رکھے اور پیٹ کو رانوں سے دور رکھے اور کہنیوں کو پہلو سے جدا رکھے اور عورت وخنثٰی ان اعضاء کو ملائیں۔

(۱۱)...... "القول فی احکام الانثی مخالف الذکور" (ان احکام کا بیان جن میں عورت مردوں کے خلاف عمل کرتی ہے) وَصَوْتُهَا عَوْرَةٌ، وَلَا تَجْهَرُ بِالصَّلَاةِ فِیْ حَضْرَةِ الْاَجَانِبِ وَفِیْ وَجْهٍ مُطْلَقًا وَتَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ فِیْ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَاِذَا نَابَهَا شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِهَا صَفَقَتْ وَالرَّجُلُ یُسَبِّحُ وَلَا یَجِبُ عَلَیْهَا الْجَمَاعَةُ وَیُكْرَهُ حُضُوْرُهَا لِلشَّابَّةِ وَلَا یَجُوْزُ اِلَّا بِاِذْنِ الزَّوْجِ وَهِیَ فِیْ بَیْتِهَا اَفْضَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلَا یَجُوْزُ اِقْتِدَاءُ الرَّجُلِ وَالْخُنْثٰی بِهَا وَتَقِفُ اِذَا اَمَّتْ وَسْطَهُنَّ وَلَا جُمْعَةَ عَلَیْهَا وَلَا تَنْعَقِدُ بِهَا" (الاشباہ والنظائر ج اص ۳۱۰)

ترجمہ: عورتوں کے ان احکام کا بیان جو مردوں سے مختلف ہیں ﴿۱﴾ اور عورت کی آواز بھی عورت ہے ﴿۲﴾ اجانب کے سامنے نماز میں قراءۃ جہراً نہ کرے، دوسرا قول یہ ہے کہ خلوت میں بھی جہر نہ کرے اور رکوع وسجود میں بعض اعضاء کو بعض کی طرف ملائے ﴿۳﴾ اور جب اس کو نماز میں لقمہ دینا پڑے تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز کرے اور مرد سبحان اللہ کہے ﴿۴﴾ عورت پر جماعت واجب نہیں اور جماعت میں جوان عورت کا حاضر ہونا مکروہ ہے اور خاوند کی اجازت کے بغیر مسجد میں آنا جائز نہیں ﴿۵﴾ اور اس کی نماز گھر میں، مسجد کی نماز سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے ﴿۶﴾ اور مرد اور خسرے کے لیے عورت کے پیچھے اقتداء جائز نہیں ﴿۷﴾ اور جب عورتوں کو نماز پڑھائے تو امام عورت درمیان میں کھڑی ہو ﴿۸﴾ اور عورت پر جمعہ واجب نہیں ﴿۹﴾ اکیلی عورتوں کے ساتھ جمعہ منعقد نہیں ہو سکتا۔

مردوں کے لیے تجافی کا حکم بیان کرنے کے بعد لکھا ہے

(۱۲)...... "قَالَ الشَّافِعِیُّ وَقَدْ اَدَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰی النِّسَاءَ بِالْاِسْتِتَارِ وَاَدَّبَهُنَّ بِذَالِكَ رَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُحِبُّ لِلْمَرْاَةِ فِیْ السُّجُوْدِ اَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ وَتُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَیْهَا

وَتَسْجُدُ كَاَسْتَرِ مَايَكُوْنُ لَهَا وَهٰكَذَا اُحِبُّ لَهَا فِى الرُّكُوْعِ وَالْجُلُوْسِ وَجَمِيْعِ الصَّلَاةِ اَنْ تَكُوْنَ فِيْهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا وَاُحِبُّ اَنْ تَكْفِتَ جِلْبَابَهَا وَ تُجَافِيْهِ رَاكِعَةً وَسَاجِدَةً عَلَيْهَا لِئَلَّا تَصِفَهَا ثِيَابُهَا" (کتاب الام للامام الشافعی ج ۱ ص ۱۱۵، باب التجافی فی السجود المولف محمد بن ادریس الشافعی ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پردہ پوشی کا ادب سکھایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ادب سکھایا ہے پس اس ادب کی بنیاد پر میں عورت کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کی طرف ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر اس کیفیت کیساتھ سجدہ کرے کہ اس میں اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ پوشی ہو، اسی طرح میں عورت کے لیے رکوع اور قعدہ میں اور تمام نماز میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ نماز میں ایسی کیفیات اختیار کرے جس میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہو، اور میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ عورت نماز میں اپنے اوپر بڑی چادر لپیٹے اور اس کے کپڑے اس کے بدن کو نمایاں نہ کریں اور اس چادر کو رکوع وسجدہ میں ڈھیلا چھوڑ دے۔

(۱۳)...... "فَصْلٌ فِيْمَا يَخْتَلِفُ فِيْهِ حُكْمُ الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى فِى الصَّلَاةِ"

(اس فصل میں نماز کے ان احکام کا بیان ہے جو مرد وعورت کے درمیان مختلف ہیں) "وَالْمَرْاَةُ تُخَالِفُ الرَّجُلَ حَالَةَ الصَّلَاةِ فِىْ خَمْسَةِ اَشْيَاءَ اَمَّا الْاَوَّلُ فَالرَّجُلُ اَىِ الذَّكَرُ وَاِنْ كَانَ صَبِيًّا مُمَيِّزًا يُجَافِىْ اَىْ يُخْرِجُ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ فِىْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ وَالثَّانِىْ يُقِلُّ اَىْ يَرْفَعُ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ فِى السُّجُوْدِ وَالثَّالِثُ يَجْهَرُ فِىْ مَوْضِعِ الْجَهْرِ وَالرَّابِعُ اِذَا نَابَهٗ اَىْ اَصَابَهٗ شَىْءٌ فِى الصَّلَاةِ كَتَنْبِيْهِ اِمَامِهٖ عَلٰى سَهْوٍ سَبَّحَ اَىْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْخَامِسُ عَوْرَةُ الرَّجُلِ اَىِ الذَّكَرِ وَاِنْ كَانَ صَغِيْرًا حُرًّا كَانَ

اَوْغَيْرَهُ مَابَيْنَ سُرَّتِهٖ وَرُكْبَتِهٖ وَاَمَّا الْمَرْاَةُ اَیِ الْاُنْثٰی وَاِنْ كَانَتْ صَغِيْرَةً مُمَيِّزَةً فَاِنَّهَا تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِیْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ الْخَمْسَةِ۔
اَلْاَوَّلُ اَنَّهَا تَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰی بَعْضٍ بِاَنْ تُلْصِقَ مِرْفَقَيْهَا لِجَنْبَيْهَا فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ، وَالثَّانِیْ اَنْ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِی السُّجُوْدِ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا ،وَالثَّالِثُ اَنَّهَا تَخْفِضُ صَوْتَهَا اِنْ صَلَّتْ بِحَضْرَةِ الرِّجَالِ دَفْعًا لِلْفِتْنَةِ، وَالرَّابِعُ اِذَا نَابَهَا اَیْ اَصَابَهَا شَیْءٌ وَاَمْرٌ فِیْ صَلَاتِهَا صَفَقَتْ بِضَرْبِ بَطْنِ كَفٍّ اَوْظَهْرٍ عَلٰی ظَهْرِ اُخْرٰی اَوْضَرْبِ ظَهْرِ كَفٍّ عَلٰی بَطْنِ اُخْرٰی لَابِضَرْبِ بَطْنِ كُلٍّ مِّنْهُمَا عَلٰی بَطْنِ اُخْرٰی،وَالْخَامِسُ جَمِيْعُ بَدَنِ الْمَرْاَةِ الْحُرَّةِ وَلَوْ صَغِيْرَةً مُمَيِّزَةً عَوْرَةٌ فِی الصَّلَاةِ اِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا ظَهْرَ هُمَا وَبَطْنَهُمَا مِنْ رُؤُسِ الْاَصَابِعِ اِلَی الْكُوْعَيْنِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاهُوَا الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ'' (الاقناع للشربینی ج۱ص۱۲۶)

ترجمہ: ① پس مرد یعنی مذکر رکوع وسجود میں اگر چہ سمجھدار بچہ ہو وہ اپنی کہنیاں اپنے پہلو سے دور رکھتا ہے یعنی ذرا باہر نکالتا ہے ② سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے بلند رکھتا ہے ③ جہر کے مقام میں جہر کرتا ہے ④ جب اس کو نماز میں لقمہ دینے کی صورت پیش آتی ہے جیسے امام کو بھول چوک پر تنبیہ کرنا تو وہ سبحان اللہ کہتا ہے ⑤ مرد کا ستر اگر چہ وہ بچہ ہو آزاد ہو یا غلام ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے۔

لیکن اس کے برعکس عورت یعنی مؤنث اگر چہ وہ سمجھدار بچی ہو ان پانچ امور میں مرد کے خلاف کرتی ہے ① وہ اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملاتی ہے اس طور پر کہ وہ رکوع وسجود میں اپنی کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملاتی ہے ② عورت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں کے

ساتھ ملاتی ہے کہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے (۳) اگر وہ اجنبی مردوں کے سامنے نماز پڑھے تو آواز کو پست رکھتی ہے فتنہ کو دفع کرنے کی غرض سے (۴) جب اس کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ہاتھ کے ساتھ آواز کرتی ہے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی یا پشت دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارتی ہے یا ایک ہاتھ کی پشت دوسرے کی ہتھیلی پر مارتی ہے، لیکن دونوں ہتھیلیوں سے تالی بجا کر آواز کرنا درست نہیں (۵) نماز میں آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے وہ اگرچہ سمجھدار نابالغ بچی کیوں نہ ہو صرف اس کا چہرا اور انگلیوں کے کنارے سے پہنچوں تک ہاتھوں کا ظاہر و باطن ستر سے مستثنیٰ ہے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اور عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جو اس سے ظاہر ہو جائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ما ظھر سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔

(۱۴)...... "وَتَضُمُّ الْمَرْأَةُ نَدْبًا بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَاةِ لِاَنَّهُ اَسْتَرُ لَهَا وَلِحَدِيْثٍ فِيْهِ لٰكِنَّهُ مُنْقَطِعٌ وَ لَوْ فِيْ خَلْوَةٍ عَلَى الْاَوْجَهِ، هٰذَا قَدْ يَشْمُلُ اَيْضًا ضَمَّ اِحْدَى الرُّكْبَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى وَ اِحْدَى الْقَدَمَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى" (تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج ج۶ ص ۷۷۷ تا ۷۸۱، المولف شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المتوفی ۹۷۴ھ)

ترجمہ: اور عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی تمام نماز میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ سجدہ میں ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے، کیونکہ اس کیفیت میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے نیز ایک منقطع حدیث کی وجہ سے اگرچہ عورت خلوت میں نماز پڑھے تب بھی اعضاء کو ملانے کی کیفیت کو قائم رکھے، اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک گھٹنہ کو دوسرے گھٹنہ کے ساتھ اور ایک قدم کو دوسرے قدم کے ساتھ ملائے۔

نوٹ: ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱۵)...... ''حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ج۴ص۳۱۳ الاقناع'' کی طرح پانچ امور متفرقہ تحریر کئے ہیں''۔

(۱۶)...... ''متن ابی الشجاع ج اص ۶۳ تا ۶۴'' الاقناع کی طرح پانچ امور متفرقہ تحریر کئے ہیں۔

(۱۷)...... ''حاشیۃ الجمل ج ۳ص ۳۹۰ تا ۳۹۱''۔

(۱۸)...... ''تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب ج ۲ص ۲۳۹''۔

(۱۹)...... ''روضۃ الطالبین ج اص ۲۵۰''۔

(۲۰)...... ''شرح المنہج ج اص ۳۷۸''۔

(۲۱)...... ''شرح بہجۃ الوردیۃ ج ۳ص ۳۷۰''۔

(۲۲)...... ''شرح الوجیز ج ۳ص ۳۸۱''

(۲۳)...... ''فتح الوہاب ج اص ۷۹''

(۲۴)...... ''فقہ العبادات شافعی ج اص ۳۲۱''۔

(۲۵)...... ''مغنی المحتاج ج ۲ص ۳۷۶''۔

مردوعورت کی نماز کا فرق فقہ حنبلی کی روشنی میں

(۱)...... "وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذَالِكَ إِلَّا أَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَجَمِيْعِ أَحْوَالِ الصَّلَاةِ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً أَوْتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا وَخُنْثٰى كَامْرَأَةٍ" (الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۲۵ مؤلفہ شرف الدین موسیٰ بن احمد المتوفی ۹۶۰ھ)

ترجمہ: اورعورت مذکورہ بالا امور میں مرد کی طرح ہے مگر وہ نماز کے تمام احوال میں خصوصاً رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑے، اور چار زانو ہو کر بیٹھے، یا اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے اور خنثی مذکورہ احکام میں عورت کی طرح ہے۔

(۲)...... "وَخَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا عَكْسَ صُفُوْفِ النِّسَاءِ، وَيُسَنُّ تَاخِيْرُهُنَّ فَتُكْرَهُ صَلَاةُ رَجُلٍ بَيْنَ يَدَيْهِ اِمْرَأَةٌ تُصَلِّيْ وَإِلَّا فَلَا" (الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۱۳)

ترجمہ: اور مردوں کی صفوں میں سے بہترین صف پہلی ہے اور ان کی بہترین صف پچھلی ہے، اور عورتوں کی صفوں کا خیر وشر ہونا اس کے برعکس ہے، اور عورتوں کا مسجد میں دیر سے آنا سنت ہے کیونکہ اگر آدمی کے آگے عورت نماز پڑھ رہی ہو تو آدمی کی نماز مکروہ ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔

(۳)...... "مَفْهُوْمُ قَوْلِهٖ (لِلرِّجَالِ) أَنَّهٗ لَا يُشْرَعُ لِلْخُنَاثٰى وَلَا لِلنِّسَاءِ وَهُوَ صَحِيْحٌ بَلْ يُكْرَهُ وَهُوَ الْمَذْهَبُ وَعَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ قَالَ

الزَّرْکَشِیُّ هُوَ الْمَشْهُوْرُ مِنَ الرِّوَایَاتِ" (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذالامام احمد بن حنبل ج ا ص ۲۸۸ مؤلف علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرادوی المتوفی ۸۸۵ھ)

ترجمہ: اور مصنف نے جو یہ کہا ہے کہ اذان مردوں کے لیے مسنون ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں اور خسروں کے لیے مشروع نہیں بلکہ مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے اور جمہور اسی کے قائل ہیں، زرکشی نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور روایت یہی ہے۔

(۴)......"لَا تَجْهَرُ الْمَرْأَةُ وَلَوْ لَمْ یَسْمَعْ صَوْتَهَا اَجْنَبِیٌّ بَلْ یَحْرُمُ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ لَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا قَالَ الْقَاضِیُ اَطْلَقَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ الْمَنْعَ قَالَ فِیْ الْحَاوِیْ وَتُسِرُّ الْمَرْأَةُ بِالْقِرَاءَةِ فِیْ اَصَحِّ الْوَجْهَیْنِ" (الانصاف ج ۲ ص ۴۲)

ترجمہ: اور عورت جہری نماز میں قرأۃ جہراً نہ کرے اگر چہ اجنبی آدمی نہ سن رہا ہو بلکہ عورت کے لیے جہراً قرأۃ کرنا حرام ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورت اپنی آواز کو بلند نہ کرے، قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کے لیے جہراً قرأۃ مطلقاً ممنوع ہے یعنی اجنبی سنے یا نہ سنے، الحاوی میں ہے صحیح ترین قول یہ ہے کہ عورۃ قرأۃ آہستہ کرے۔

(۵)......"وَالْمَرْأَةُ کَالرَّجُلِ فِیْ ذَالِكَ اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَکَذَا فِیْ بَقِیَّةِ الصَّلٰوةِ بِلَا نِزَاعٍ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً وَتَسْدِلُ رِجْلَیْهَا فَتَجْعَلُهَا فِیْ جَانِبِ یَمِیْنِهَا" (الانصاف ج ۲ ص ۶۶)

ترجمہ: اور عورت مذکورہ بالا امور میں مرد کی طرح ہے مگر نماز کے اندر رکوع وسجود میں اور باقی نماز میں اپنے جسم کو سکیڑے اور اس میں کوئی نزاع نہیں (یعنی اس پر اجماع ہے) اور وہ نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے پاؤں کو دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے۔

(٦)...... "وَقَدْ قَالَ فِیْ الْفُصُوْلِ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ السُّجُوْدِ لِاَنَّهَا عَوْرَةٌ وَلِهٰذَا مَنَعْنَاهَا مِنَ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ وَبِالْاَذَانِ وَمِنَ الرَّمَلِ فِیْ الطَّوَافِ وَمِنَ التَّجَرُّدِ فِیْ الْاِحْرَامِ" (الفروع ج۱ص ۴۲۸ ،مؤلفہ محمد بن مفلح المقدسی ۷۶۳ھ)

ترجمہ: الفصول میں ہے عورت اپنے جسم کو سجدہ میں اکٹھا کرے، کیونکہ وہ مجسم ستر ہے، اسی وجہ سے ہم نے اس کو قراءۃ اور اذان میں جہر کرنے سے منع کیا ہے، نیز طواف میں رمل کرنے سے اور احرام میں کپڑے اتارنے سے بھی منع کیا ہے۔

(٧)...... "اِنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اَیْ لَا يُسَنُّ لَهَا التَّجَافِیْ لِمَا رَوٰی زَيْدُ بْنُ اَبِیْ حَبِيْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی امْرَاَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلٰی بَعْضٍ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ لَيْسَتْ فِیْ ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ (رواہ ابوداود فی مراسیلہ) وَلِاَنَّهَا عَوْرَةٌ فَكَانَ الْاَلْيَقُ بِهَا الْاِنْضِمَامَ وَذُكِرَ فِیْ الْمُسْتَوْعِبِ وَغَيْرِهٖ اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِیْ جَمِيْعِ اَحْوَالِ الصَّلَاةِ لِقَوْلِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً لِاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَاْمُرُ النِّسَاءَ اَنْ يَّتَرَبَّعْنَ فِیْ الصَّلَاةِ اَوْتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا فَتَجْعَلُ فِیْ جَانِبِ يَمِيْنِهَا وَكَذَا فِیْ الْخِرَقِیْ وَالْمُحَرَّرِ" (المبدع شرح المقنع ج۱ص ۴۲۱ ،مؤلفہ ابراہیم بن محمد المتوفی ۸۸۴ھ)

ترجمہ: بے شک رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے یعنی اس کے لیے بعض اعضاء کو بعض سے دور رکھنا مسنون نہیں ہے، اس حدیث کی وجہ سے جس کو زید بن حبیب نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض کو بعض کی طرف ملا رکھو کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح

نہیں ہے، امام ابوداود ﷫ نے مراسیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس لیے بھی کہ عورت مجسم ستر ہے، پس اس کے اعضاء کا ملا ہوا ہونا اس کے زیادہ لائق ہے اور المستوعب وغیرہ میں ہے کہ عورت نماز کی تمام حالتوں میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے حضرت علی ؓ کے فرمان کی وجہ سے اور عورت چار زانو ہو کر بیٹھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ عورتوں کو نماز میں چار زانوں بیٹھنے کا حکم کرتے تھے یا وہ اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کی طرف باہر نکال کر بیٹھے، خرقی اور المحرر میں اسی طرح لکھا ہے۔

(۸)......"(مسئلہ) وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ إِلَّا أَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً أَوْتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا فَتَجْعَلُهُمَا فِيْ جَانِبِ يَمِيْنِهَا ، وَهَلْ يُسَنُّ لَهَا رَفْعُ الْيَدَيْنِ عَلٰى رِوَايَتَيْنِ وَالْاَصْلُ اَنْ تَثْبُتَ فِيْ حَقِّ الْمَرْأَةِ مِنَ الْاَحْكَامِ مَا تَثْبُتُ فِيْ حَقِّ الرَّجُلِ لِشُمُوْلِ الْخِطَابِ لَهُمَا غَيْرَ اَنَّهَا لَا يُسَنُّ لَهَا التَّجَافِيْ لِاَنَّهَا عَوْرَةٌ فَاسْتُحِبَّ لَهَا جَمْعُ نَفْسِهَا لِيَكُوْنَ اَسْتَرَلَهَا فَاِنَّهٗ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يَّبْدُوَ مِنْهَا شَيْءٌ حَالَ التَّجَافِيْ وَكَذَالِكَ فِي الْاِفْتِرَاشِ قَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْمُرُ النِّسَاءَ اَنْ يَتَرَبَّعْنَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ احمد اَلسَّدْلُ اَعْجَبُ اِلَيَّ وَاخْتَارَهُ الْخَلَّالُ وَلَا يُسَنُّ لَهَا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِيْ اِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ لِاَنَّهٗ فِيْ مَعْنَى التَّجَافِيْ"(الشرح الکبیر لابن قدامہ مقدسی ج ۱ ص ۵۹۹)

ترجمہ: اور عورت مذکورہ سب احکام میں مرد کی طرح ہے مگر وہ رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے اور وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے کیا عورت کے لیے رفع یدین کرنا سنت ہے؟ ، اس کے متعلق امام احمد بن حنبل ﷫ کی

دوروایتیں ہیں ایک سنت ہونیکی دوسری سنت نہ ہونیکی، اصل یہ ہے کہ عورت کے لیے وہ تمام احکام ثابت ہیں جو مرد کے لیے ثابت ہیں کیونکہ احکام میں دونوں کو خطاب ہے مگر (بعض احکام میں فرق ہے) عورت کا نماز میں اپنے اعضاء کو دور رکھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ عورت سراسر ''ستر'' ہے پس اس کے لیے پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے کیونکہ اس میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے، کیونکہ اعضاء کو دور دور رکھنے کی حالت میں خطرہ رہتا ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو جائے یہی خطرہ افتراش (یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا) میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ سرینوں کے بل بیٹھے اور یہ بھی حکم ہے کہ وہ اپنی دونوں رانوں کو ملائے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ عورتوں کو نماز میں چارزانو ہو کر بیٹھنے کا حکم دیتے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کا اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بیٹھنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

اور خلال نے اسی کو ترجیح دی ہے اور عورت کے لیے رفع یدین کرنے کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ عورت کے لیے رفع یدین کرنا سنت نہیں کیونکہ یہ اعضاء کو کشادہ کرنے کے مترادف ہے۔

(۹)...... ''فَإِنْ اَمَّتْ اِمْرَأَةٌ بِنِسَاءٍ قَامَتْ وَسْطَهُنَّ فِي الصَّفِّ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ هَلْ يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنِّسَاءِ جَمَاعَةً فَعَنْهُ اَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ يُرْوٰى ذَالِكَ عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلْمَةَ وَعَطَاءٍ وَالثَّوْرِيِّ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَبِيْ ثَوْرٍ وَعَنْ اَحْمَدَ اَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ وَكَرِهَهُ اَصْحَابُ الرَّأْيِ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَالنَّخْعِيُّ وَقَتَادَةُ لَهُنَّ ذَالِكَ فِي التَّطَوُّعِ خَاصَّةً وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِسْحَاقُ وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ لَا تَؤُمُّ مُطْلَقًا وَنَحْوُهُ قَوْلُ مَالِكٍ لِاَنَّهُ يُكْرَهُ لَهَا الْاَذَانُ وَهُوَ دُعَاءٌ اِلَى

الْجَمَاعَةِ فَكُرِهَ مَايُرَادُلَهٗ الْاَذَانُ وَلِمَا فِيْهِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَلَيْسَ مِنْ اَهْلِهٖ وَعَلَى الْقَوْلِ الْمُسْتَحَبِّ تَقُوْمُ وَسْطَهُنَّ فِى الصَّفِّ لِاَنَّ ذَالِكَ يُرْوٰى عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلْمَةَ وَلِاَنَّ الْمَرْاَةَ يُسْتَحَبُّ لَهَا التَّسَتُّرُ لِذَالِكَ لَا يُسْتَحَبُّ لَهَا التَّجَافِىْ وَكَوْنُهَا فِىْ وَسْطِ الصَّفِّ اَسْتَرُ لَهَافَاسْتُحِبَّ لَهَا كَالْعُرْيَانِ"(الشرح الکبیر لابن قدامہ ج۲ص۸۱تا۸۲)

ترجمہ: پس اگر کوئی عورت ،عورتوں کوامامت کرائے تو وہ عورتوں کی صف کے درمیان کھڑی ہو، کیا کسی عورت کا دوسری عورتوں کونماز باجماعت پڑھانا مستحب ہے؟،اس میں امام احمد بن حنبل ﷫ کے مختلف اقوال ہیں ① ایک قول یہ ہے کہ مستحب ہے حضرت عائشہ،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھما،عطاء ثوری اوزاعی ،امام شافعی ،ابوثور ﷭ سے یہی قول مروی ہے ② دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب نہیں ہے،اور ماہرین فقہ (یعنی امام ابوحنیفہ،اوران کے تلامذہ ﷭) کے نزدیک مکروہ ہے،اور امام شعبی ،ابراہیم نخعی،قتادہ ﷭ نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے فقط نفلی نماز میں جماعت جائز ہے،اور حسن بصری ،اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن یسار ﷭ کے نزدیک فرائض اورنوافل دونوں میں عورتوں کے لئے جماعت ممنوع ہے، امام مالک ﷫ کا قول بھی یہی ہے کیونکہ ان کے لیے اذان مکروہ ہے اور اذان میں جماعت کی طرف دعوت ہے جب اذان مکروہ ہے تو جماعت بھی مکروہ ہوگی اور اس لیے بھی کہ امام عورت آواز بلند کرے گی جبکہ عورت کے لیے آواز بلند کرنا منع ہے، پھر مستحب قول کے مطابق امام عورت صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ،اور حضرت ام سلمہ ﷠ سے یہی منقول ہے، نیز اس لیے بھی کہ عورت کے لیے پردہ پوشی پسندیدہ چیز ہے اسی وجہ سے نماز میں اس کے لیے اعضاء کو دور دور رکھنا غیر مستحب ہے اور صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ان کے لیے پردہ پوشی اور چھپنے کا موجب ہے،سوان کے لیے درمیان میں کھڑا ہونا ہی پسندیدہ طریقہ ہے، جیسا کہ اگر برہنہ بدن لوگ جماعت کرائیں تو ان کا امام بھی درمیان میں کھڑا ہوتا ہے۔

(۱۰)......"وَالْحُرَّةُ كُلُّهَا عَوْرَةٌ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا لِقَوْلِهِ سُبْحَانَهُ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنه وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا وَعَنْهُ فِي الْكَفَّيْنِ هُمَا عَوْرَةٌ لِأَنَّ الْمَشَقَّةَ لَا تَلْحَقُ بِسَتْرِ هِمَا فَأَشْبَهَا سَائِرَ بَدَنِهَا وَمَا عَدَا هَذَا عَوْرَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ وَعَنْ أُمِّ سَلْمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ وَلَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ؟ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا كَانَ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا" (العدۃ شرح العمدۃ ج۱ص۶۰،عبدالرحمٰن بن ابراہیم المقدسی ۶۲۴ھ)

ترجمہ: اور حرہ کا سارا بدن ستر ہے مگر اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے اور عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو ظاہر ہو جائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ما ظہر سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ دونوں ستر ہیں کیونکہ ان کے چھپانے میں کوئی مشقت نہیں، لہٰذا ہاتھ باقی بدن کے حکم میں ہیں اور اس کے ماسوا باقی سارا بدن ستر ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز قبول نہیں کرتا مگر اوڑھنی کے ساتھ، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے جبکہ اس پر تہبند نہیں؟، فرمایا ہاں پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ اوڑھنی بڑی ہو جو قدموں کو چھپا لے۔

(۱۱)......"وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْمَا سَبَقَ لٰكِنْ تَجْمَعُ نَفْسَهَا، وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً أَوْ تَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا، وَنَصُّهُ سَدْلُهَا أَفْضَلُ، وَلَا تَجْلِسُ كَالرَّجُلِ ،وَيُسْتَحَبُّ رَفْعُ يَدَيْهَا وَعَنْهُ قَلِيْلًا وَعَنْهُ يَجُوْزُ وَعَنْهُ يُكْرَهُ" (الفروع ج۲ص۱۷۵،مولف محمد بن مفلح بن محمد متوفی ۷۶۳ھ)

ترجمہ: اورعورت مذکورہ مسائل میں مرد کی طرح ہے لیکن وہ اپنے جسم کو سکیڑ رکھے اور قعدہ میں چوکڑی مار کر بیٹھے، یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب کی طرف نکال کر بیٹھے، اور امام احمد رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ عورت کے لیے دائیں جانب دونوں پاؤں نکال کر بیٹھنا افضل ہے، اور وہ مرد کی طرح نہ بیٹھے، اور عورت کے لیے ایک قول کے مطابق معمولی رفع یدین کرنا مستحب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف جائز ہے مستحب نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

(۱۲)......"وَالْمَرْأَةُ كَذٰلِكَ أَيِ الْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْمَا ذَكَرْنَا عَمَلًا بِالْأَصْلِ السَّالِمِ عَنِ الْمُعَارِضِ إِلَّا أَنَّهَا تُضْرَبُ جَالِسَةً وَتُشَدُّ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا عَلَيْهَا وَتُمْسَكُ يَدَاهَا لِئَلَّا تَنْكَشِفَ لِقَوْلِ عَلِيٍّ رضی الله عنه تُضْرَبُ الْمَرْأَةُ جَالِسَةً وَالرَّجُلُ قَائِمًا وَلِأَنَّ الْمَرْأَةَ وَهٰذَا أَسْتَرُ لَهَا وَهُوَ مَطْلُوْبٌ فِيْ نَظَرِ الشَّرْعِ بِدَلِيْلِ أَنَّهُ يُشْرَعُ لَهَا فِي الصَّلَاةِ أَنْ تَجْمَعَ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ" (المبدع شرح المقنع ج۹ص۴۴)

ترجمہ: اورعورت بھی اسی طرح ہے یعنی مذکورہ حد کے مسائل میں عورت مرد کی طرح ہے اس دلیل کی وجہ سے جو معارض سے سالم ہے مگر عورت کو کوڑے مارے جائیں گے بٹھا کر اور اس پر اس کے کپڑے بھی باندھ دیئے جائیں گے اور اس کے ہاتھ بھی، تاکہ عورت کا بدن اور اس کے بازو ظاہر نہ ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے کہ عورت کو مارا جائے بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے، نیز اس لئے کہ عورت کو بٹھا کر کوڑے لگانے میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہے اور شریعت کی نظر میں عورت کے لیے ستر پوشی مطلوب ہے دلیل یہ ہے کہ عورت کے لیے شریعت نے یہ طریقہ جاری کیا ہے کہ وہ نماز کے اندر رکوع و سجود میں اپنے جسم کو سکیڑ رکھے۔

(۱۳)...... "وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذَالِكَ كُلِّهٖ لٰكِنْ لَا تَتَجَافٰى فِيْ رُكُوْعٍ وَلَا سُجُوْدٍ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً اَوْ تَسْدِلُ رِجْلَيْهَا عَنْ يَمِيْنِهَا فَهٰذِهٖ صِفَةُ كَمَالِ الصَّلَاةِ" (المحرر فی الفقہ ج ۱ ص ۶۷، مولفہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ وفات ۶۵۲ھ)

ترجمہ: اورعورت مذکورہ سب احکام میں مرد کی مثل ہے لیکن وہ رکوع وسجود میں اپنے اعضاء کو مرد کی طرح جدا نہ رکھے گی اور وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے پس عورت کی یہ نماز کامل ہے۔

(۱۴)...... (فتاوی واستشارات الاسلام الیوم ج ۵ ص ۲۱۵، المفتی یسین بن ناصر الخطیب استاذ بقسم القضائی جامعہ ام القری) "نَعَمْ هُنَاكَ فَوَارِقُ وَكُلُّ مَاهُنَاكَ مِنْ فَوَارِقَ فَاِنَّمَا هِيَ لِلسَّتْرِ الَّذِيْ تُؤْمَرُ بِهِ الْمَرْأَةُ فَالرَّجُلُ يُبَاعِدُ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيَرْفَعُ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اَمَّا الْمَرْأَةُ فَتُلْصِقُ ذِرَاعَيْهَا بِبَطْنِهَا وَفَخِذَيْهَا بِبَطْنِهَا وَالرَّجُلُ يَجْهَرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَهْرِ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْمَرْأَةُ اِنْ كَانَ هُنَاكَ رِجَالٌ اَجَانِبُ لَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا وَاِذَا اَخْطَاَ الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ فَالرَّجُلُ يُسَبِّحُ وَالْمَرْأَةُ تَضْرِبُ يَدًا عَلٰى يَدٍ وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ مَابَيْنَ سُرَّتِهٖ وَرُكْبَتِهٖ وَالْمَرْأَةُ لَا تَكْشِفُ اِلَّا وَجْهَهَا وَيَدَيْهَا فِي الصَّلٰوةِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ هُنَاكَ اَجَانِبُ وَمَا عَدَا ذَالِكَ فَهُمَا سَوَاءٌ"

ترجمہ: مفتی یسین صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں جی ہاں مرد وعورت کی نماز میں کئی فرق ہیں اور جو بھی فرق ہیں صرف اور صرف عورت کو بدن چھپانے کا جو حکم ہے اس کی وجہ سے ہیں، پس مرد رکوع وسجود میں اپنی کہنیوں کو رانوں سے دور رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے بلند رکھے، لیکن عورت کلائیوں کو پیٹ کے ساتھ اور رانوں کو بھی پیٹ کے ساتھ چمٹائے، مرد جہر کی جگہ یعنی صبح، مغرب، عشاء کی نماز میں جہر کرے اور عورت اگر

اس جگہ اجنبی لوگ ہوں تو وہ اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور جب امام بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے مرد کا ستر ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے لیکن عورت نماز میں چہرے اور ہاتھ کے ماسوا بدن کا کوئی حصہ نہیں کھول سکتی اگر وہاں اجنبی لوگ نہ ہوں اور اگر اجنبی لوگ موجود ہوں تو چہرہ اور ہاتھ بھی ظاہر نہ کرے۔

(۱۵)......"الفقه الا سلامی و ادلته ، مولف وَهْبَهْ الزُّحَيْلِیْ استاذ و رئیس قسم الفقه الا سلامی و اصوله بجامعه دمشق کلیة الشریعة"

مذہب حنفیہ:

① ...... مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے آزاد عورت کندھوں تک۔

② ...... مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے عورت سینہ پر۔

③ ...... رکوع میں مرد انگلیاں کھلی رکھے عورت کھلی نہ رکھے۔

④ ...... مرد سجدہ میں پیٹ رانوں سے کہنیاں پہلو سے کلائیوں کو زمین سے دور رکھے، عورت اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے۔

⑤ ...... مرد قعدہ میں افتراش کرے اور عورت تورک کرے "لانه استر لها" (کیونکہ تورک کی کیفیت اس کو زیادہ چھپانے والی ہے۔ (ج ۲ ص ۱۰۲)

مذہب مالکیہ:

مرد اعضاء کو جدا جدا رکھے "وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِهَا سَتْرًالَّهَا" قعدہ میں مرد رانوں کو نہ ملائے اور عورت نماز کے تمام احوال میں اپنے جسم کو سمیٹے اپنی پردہ پوشی کے لیے۔ (ج ۲ ص ۱۰۴ تا ۱۰۷)

مذہب شافعیہ:

(مَا تُخَالِفُ فِیْهِ الْمَرْاَةُ الرَّجُلَ)

"یُسَنُّ لِلْمَرْاَةِ مُخَالَفَةُ الرَّجُلِ فِیْ سِتَّةِ اُمُوْرٍ ذَكَرَهَا الشَّافِعِیَّةُ"

ترجمہ: عورت کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ چھ امور میں مرد کے خلاف عمل کرے چھ امور شافعی علماء نے ذکر کئے ہیں۔

①......عورت سجدہ میں اعضاء کو ملائے کہنیوں کو پہلو کے ساتھ پیٹ کو رانوں کے ساتھ، جبکہ مرد اعضاء کو دور رکھے" لِحَدِیْثٍ رَوَاهُ الْبَیْهِقِیُّ فِی الْمَرْأَةِ"۔

②......اگر اجنبی آدمی موجود ہو تو عورت آہستہ آواز سے قرأت کرے مگر مرد کے لیے جہری نمازوں میں جہر مسنون ہے۔

③...... جب عورت کو نماز میں لقمہ دینے کی ضرورت ہو تو عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے اور مرد بلند آواز سے سبحان اللہ کہے۔

④......سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے عورت کا تمام بدن ستر ہے اور مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔

⑤......عورت کے لیے اقامت مسنون ہے اذان مسنون نہیں کیونکہ عورت کے لیے آواز بلند کرنا مکروہ ہے مگر مرد کے لیے اذان اور اقامت دونوں مسنون ہیں۔

⑥......عورت امام ہو تو عورتوں کے درمیان کھڑی ہو اگر مرد امام ہو تو مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو، مردوں کی جماعت میں عورت مردوں کی صفوں سے پیچھے کھڑی ہو، اور مرد اگلی صفوں میں کھڑا ہو(ج۲ص۱۶۲)۔

مذہب حنابلہ:

اور عورت مذکورہ بالا احکام میں مرد کی مانند ہے مگر رکوع وسجود میں اس کے لیے اعضاء کو جدا جدا کرنا مسنون نہیں بلکہ اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملائے اور اپنے پاؤں دائیں طرف پھیر کر بیٹھے یہی افضل ہے اگر اجنبی آدمی اس کی قرائت سن رہا ہو تو اس پر سراً قرائت کرنا فرض ہے(ج۲ص۱۱۸)

(۱۶)......"الفقه علی المذاهب الاربعه"(مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری)

مذہب حنفیہ:

① ...... تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے عورت کندھوں کے برابر۔

② ...... مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے عورت سینہ پر۔

③ ...... مرد رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کشادہ کرے، عورت انگلیاں ملائے۔

④ ...... مرد سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو پہلو سے، کلائیوں کو زمین سے دور رکھے، عورت اپنا پیٹ رانوں کے ساتھ ملائے۔

⑤ ...... مرد دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے، عورت ایک ران دوسری ران پر رکھے اور بایاں پاؤں دائیں سرین کے نیچے سے نکالے اور سرینوں پر بیٹھے۔

⑥ ...... مرد ہاتھ باندھتے وقت چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنائے، عورت حلقہ نہ بنائے (ج ا ص ۲۸۵)۔

مذہب حنبلیہ:

مرد رکوع میں بازو کو پہلو سے جدا رکھے گھٹنوں کو ہاتھوں کے ساتھ پکڑے اور انگلیاں کشادہ کرے سجدہ میں بازو پہلو سے پیٹ رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے دور رکھے اور دونوں گھٹنوں کے درمیان کشادگی کرے سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو جدا جدا رکھے پہلے تشہد میں افتراش دوسرے میں تورک کرے۔

عورت نماز کے مذکورہ بالا احکام میں مرد کی مانند ہے لیکن رکوع اور سجدہ میں اس کے لیے اعضاء کو جدا جدا رکھنا مسنون نہیں بلکہ اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب سے نکال کر بیٹھے یہی افضل ہے اور اجنبی آدمی کے قرأت سننے کا خوف ہو تو قرأت سرا کرنا فرض ہے (ج ا ص ۲۷۸)

(۱۷)...... "الموسوعة الفقهية الكويتية" (ازوزارت اوقاف وامور اسلامیہ کویت)

"هَيْئَتُها فِي الصَّلٰوة"

نماز میں عورت کی کیفیت:

اصل میں مرد وعورت میں عمل عبادت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں " اِلَّا اَنَّ الْمَرْاَةَ تَخْتَصُّ بِبَعْضِ الْهَيْئَاتِ فِي الصَّلٰوةِ وَذٰلِكَ كَمَا يَأْتِيْ " لیکن عورت کے ساتھ نماز کی بعض کیفیات مختص ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

① ...... عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو رکوع میں ملائے پس کہنیوں کو پہلو کی طرف ملائے اوران کو پہلو سے دور نہ رکھے" وَتَنْحَنِيْ قَلِيْلًا فِيْ رُكُوْعِهَا وَلَا تَعْتَمِدُ وَلَا تُفَرِّجُ بَيْنَ اَصَابِعِهَا بَلْ تَضُمُّهَا وَتَضَعُ يَدَيْهَا عَلٰى رُكْبَتَيْهَا وَتَنْحَنِيْ رُكْبَتَيْهَا وَتُلْصِقُ مِرْفَقَيْهَا بِفَخِذَيْهَا " اور رکوع میں تھوڑی جھکے اور گھٹنوں پر ٹیک نہ لگائے بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور انگلیوں کو ملا کر رکھے اور اپنے گھٹنوں کو جھکائے اور اپنی کہنیوں کو رانوں کے ساتھ ملائے۔

② ...... "وَفِيْ سُجُوْدِهَا تَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهَا " اور سجدہ میں اپنی کلائیوں کو زمین پر بچھائے اور پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے" لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُلَهَا " کیونکہ یہ کیفیت عورت کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے، لہذا اس کے لیے مردوں کی طرح اعضاء کو دور دور رکھنا مسنون نہیں " لِحَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ " (یہ حدیث آگے آ رہی ہے) نیز اس لیے بھی کہ جسم کا سمٹا ہوا ہونا اس کے زیادہ لائق ہے اسی طرح عورت کے لیے مناسب ہے کہ وہ موٹی چادر قیام میں اپنے اوپر لپیٹ لے اور رکوع سجدہ میں اس کو ڈھیلا چھوڑ دے تا کہ اس کے کپڑوں سے اس کی جسامت ظاہر نہ ہو اور آواز کو پست رکھے" وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً " اور آلتی پالتی مار کر بیٹھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کو نماز میں اسی کا

حکم دیتے تھے یا دونوں پاؤں دائیں جانب سے نکال کر بیٹھے اور یہ کیفیت آلتی پالتی مارنے سے افضل ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکثری عمل یہی تھا" وَهُوَ مَا قَالَهُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَالْإِمَامُ اَحْمَدُ "امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اسی طرح عورتوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ نماز سے فراغت کے بعد مردوں سے پہلے اٹھ جائیں تا کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں" كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهٗ الخ "جب نبی کریم ﷺ اپنا سلام کہہ لیتے تو عورتیں (لوٹنے کے لیے) کھڑی ہو جاتیں جبکہ حضور علیہ السلام اور دوسرے نمازی اپنی جگہ بیٹھے رہتے (ج۷ص۸۹تا۹۰)۔

(۱۸)...... (فتاوی الاسلام سوال جواب ج۱ص۴۲، مولفہ الشیخ محمد بن صالح المنجد)" ① لَيْسَ عَلَى الْمَرْاَةِ اَذَانٌ وَلَا اِقَامَةٌ لِاَنَّ الْاَذَانَ شُرِعَ لَهٗ رَفْعُ الصَّوْتِ وَالْمَرْاَةُ لَايَجُوْزُ لَهَا رَفْعُ صَوْتِهَا قَالَ اِبْنُ قُدَامَةَ لَا نَعْلَمُ فِيْهِ خِلَافًا (المغنی مع الشرح الكبير ج۱ص۴۳۸) ② كُلُّ الْمَرْاَةِ عَوْرَةٌ فِي الصَّلٰوةِ اِلَّا وَجْهَهَا وَذٰلِكَ لِقَوْلِ الرَّسُوْلِ صلى الله عليه وسلم لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ الخ (رواه الخمسة) وَفِيْ كَعْبِهَا وَقَدَمَيْهَا خِلَافٌ قَالَ فِي الْمُغْنِيْ ج۲ص۳۲۸ وَاَمَّا سَائِرُ بَدَنِ الْمَرْاَةِ الْحُرَّةِ فَيَجِبُ سَتْرُهَا فِي الصَّلٰوةِ وَاِنْ اِنْكَشَفَتْ مِنْهُ شَيْءٌ لَمْ تَصِحَّ صَلٰوتُهَا۔ ③ اِنَّ الْمَرْاَةَ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ بَدْلًا مِنَ التَّجَافِيْ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا (المغنی ج۲ص۲۵۸) وقال النووی قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْمُخْتَصَرِ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِيْ عَمَلِ الصَّلٰوةِ اِلَّا اَنَّ الْمَرْاَةَ يُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَضُمَّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ وَاَنْ تُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِي السُّجُوْدِ كَاَسْتَرِ مَا تَكُوْنُ وَاُحِبُّ ذٰلِكَ لَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَفِيْ جَمِيْعِ الصَّلٰوةِ (المجموع ج۳ص۴۲۹)

ترجمہ: شیخ محمد بن صالح المنجد اپنے فتوی میں لکھتے ہیں ﴿۱﴾ اذان اور اقامت عورت کے ذمہ نہیں کیونکہ اذان کی مشروعیت آواز بلند کرنے کے لیے ہے جبکہ عورت کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں اور ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ہم اس میں کسی کا اختلاف نہیں جانتے ﴿۲﴾ نماز میں سوائے چہرہ کے عورت کا سارا بدن ستر ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ تعالی بالغ عورت کی نماز قبول نہیں کرتا مگر اوڑھنی کے ساتھ اس کو بخاری کے علاوہ باقی صحاح ستہ کے پانچوں آئمہ حدیث نے نقل کیا ہے، اور اس کے قدموں اور ٹخنوں کے بارے میں اختلاف ہے، المغنی میں ہے کہ آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے، پس نماز میں اس کا چھپانا فرض ہے اور اگر بدن کا کچھ حصہ کھل گیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ﴿۳﴾ عورت رکوع وسجود میں اعضاء کو جدا جدا رکھنے کے بجائے اپنے اعضاء کو ملائے کیونکہ اس سے اس کا بدن زیادہ چھپتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے المختصر میں کہا ہے کہ عمل صلوۃ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ جسم کے بعض حصہ کو بعض کے ساتھ ملائے، اور سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ اس طرح ملائے کہ وہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر پوشی کا موجب بنے، اور میں تمام نماز میں خصوصاً رکوع میں بھی اسی ضم والی کیفیت کو پسند کرتا ہوں۔

(۱۹)......(فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ج۴ص ۱۸۸۸۵ المفتی مرکز الفتوی باشراف عبداللہ الفقیۃ) "اِنَّ الْمَرْاَةَ تَخْتَصُّ بِبَعْضِ الْهَيْئَاتِ فِيْ الصَّلٰوةِ ذَكَرَهَا الْفُقَهَاءُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّهَا يُسْتَحَبُّ لَهَا اَنْ تَجْمَعَ نَفْسَهَا فِيْ الرُّكُوْعِ فَتَضُمُّ مِرْفَقَيْهَا اِلَى الْجَنْبَيْنِ وَلَا تُجَافِيْهِمَا وَتَنْحَنِيْ قَلِيْلًا فِيْ الرُّكُوْعِ وَفِيْ سُجُوْدِهَا تَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهَا وَتَنْضَمُّ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُلَهَا فَلَا يُسَنُّ لَهَا التَّجَافِيْ كَالرِّجَالِ اِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَكُوْنُ اَسْتَرَلَهَا"

ترجمہ: عبداللہ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت نماز میں بعض کیفیات کے ساتھ مختص ہے جن کو فقہاء نے ذکر کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں کہ عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ رکوع میں اپنے جسم کو سمیٹے پس کہنیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے اور ان کو دور نہ کرے اور رکوع میں تھوڑا جھکے اور سجدہ میں کلائیوں کو زمین پر بچھا دے اور سکڑ جائے اور پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ چمٹائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے، پس عورت کے لیے مردوں کی طرح اعضاء کو دور رکھنے کے بجائے سنت یہ ہے کہ وہ پوری نماز میں اس کیفیت کو اختیار کرے جو اس کے بدن کو زیادہ چھپائے۔

(۲۰)......"فَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَذَكَرَ الْقَاضِىْ فِيْهَا رِوَايَتَيْنِ عَنْ اَحْمَدَ اِحْدَاهُمَا تَرْفَعَ لِمَارَوٰى الْخَلَّالُ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ وَحَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ اَنَّهَا كَانَتَا تَرْفَعَانِ اَيْدِيْهِمَا وَهُوَ قَوْلُ طَاؤُسٍ...... فَعَلٰى هٰذَا تَرْفَعُ قَلِيْلًا :قَالَ اَحْمَدُ رَفْعٌ دُوْنَ رَفْعٍ وَالثَّانِيَةُ لَا يُشْرَعُ لِاَنَّهٗ فِىْ مَعْنَى التَّجَافِىْ وَلَا يُشْرَعُ ذٰلِكَ لَهَا بَلْ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَسَائِرِ صَلَاتِهَا" (المغنی ج۲ص۳۲۹، مولف ابومحمد موفق الدین عبداللہ بن احمد المعروف ابن قدامہ مقدسی متوفی ۶۲۰ھ)

ترجمہ: لیکن عورت کے بارے قاضی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ عورت رفع یدین کرے گی اس روایت کی وجہ سے جس کو خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام درداء اور حفصہ بنت سیرین کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ دونوں رفع یدین کرتی تھیں، اس قول کے مطابق عورت رفع یدین کرے گی لیکن معمولی اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رفع یدین کے درجے مختلف ہیں (یعنی مردوں کے لیے اور ہے، عورتوں کے لیے اور ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ عورت کے لیے رفع یدین کرنا مشروع نہیں کیونکہ اس میں اعضاء کو جدا کرنا اور کشادہ کرنا پایا جاتا ہے اور نماز میں عورت کا اپنے

اعضاء کو مردوں کی طرح جدا کرنا مشروع نہیں بلکہ شریعت میں عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ساری نماز میں خصوصاً رکوع و سجود میں ملائے۔

(۲۱)......"تَجْمَعُ نَفْسَهَا وَتَنْخَفِضُ وَتُلْصِقُ مِرْفَقَيْهَا بِجَنْبَيْهَا وَبَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَغَيْرِهِمَا فِيْ جَمِيْعِ الصَّلٰوةِ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُلَهَا قَالَ فِي الْاِنْصَافِ بِلَا نِـزَاعٍ" (حاشیۃ الروض المربع ج ۲ ص ۸۲، مولف عبدالرحمٰن بن محمد الحنبلی البخاری وفات ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ: عورت رکوع وسجود وغیرہ، تمام نماز میں اپنے جسم کو سمیٹے اور پست کرے اور اپنی کہنیوں کو پہلو کے ساتھ (رکوع میں) اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ (سجدہ میں) ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے، الانصاف میں ہے کہ اس میں کسی کا نزاع نہیں۔

(۲۲)......"اَلْمَرْاَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ مَاذَكَرْنَاهُ مِنْ صِفَاتِ الصَّلٰوةِ...... وَلٰكِنَّ جُلُوْسَهَا لِلْعُلَمَاءِ فِيْهِ وَجْهَانِ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اِذَا جَلَسَتْ فِي التَّشَهُّدِ فَاِنَّهَا تَتَرَبَّعُ وَلَا تَفْتَرِشُ وَالسَّبَبُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اَبْلَغُ فِيْ سَتْرِهَا وَرَوَوْعَنْ بَعْضِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَايَدُلُّ عَلٰى جُلُوْسِهَا مُتَرَبِّعَةً كَمَا اُثِرَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رضی الله عنها وَقَالُوْا مَاكَانَتْ لِتَفْعَلَهٗ اِلَّا وَلَهٗ اَصْلٌ خَاصَّةً وَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَبْنَاهَا عَلَى الْعِبَادَةِ وَالتَّوَقُّفِ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِمَا اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ وَهُوَاَنَّهَا تُمِيْلُ رِجْلَيْهَا اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ وَالسَّبَبُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّهَا اِذَا جَعَلَتِ الرِّجْلَيْنِ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ فَاِنَّهٗ لَا يَتَحَدَّدُ جِرْمُهَا فَيَكُوْنُ اَبْلَغَ فِيْ سَتْرِهَا وَيَكُوْنُ غِطَاءُ هَا عَلَيْهَا فَلَا تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُمَيِّزَ جِرْمُ الْمَرْاَةِ بِخِلَافِ اِذَا مَاجَلَسَتْ مُفْتَرِشَةً" (شرح زاد المستقنع للشنقیطی ج ۳۳ ص ۱۲)

ترجمہ: نماز کی مذکورہ صفات میں عورت مرد کی طرح ہے لیکن عورت کے قعدہ کی کیفیت

میں علماء کے دوقول ہیں: بعض علماء کہتے ہیں کہ جب عورت تشہد میں بیٹھے تو چارزانوں ہوکر بیٹھے اور افتراش کی صورت میں نہ بیٹھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چارزانو ہوکر بیٹھنے میں اس کے لیے پردہ پوشی ہے، اور بعض امہات المؤمنین کے متعلق مروی ہے کہ وہ چوکڑی مار کر بیٹھتی تھیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہی کیفیت منقول ہے، اور علماء نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس کیفیت سے بیٹھنا لازماً دلیل پرمبنی ہے اور بلا شبہ نماز کی بنیاد عبادۃ اور طریقہ نماز سے واقف ہونے پر ہے، اور بعض علماء نے وہ طریقہ بتایا ہے جس کو مصنف نے پسند کیا ہے وہ یہ کہ عورت اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کر لے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب عورت دونوں پاؤں دائیں جانب کرے گی تو اس کی جسامت کا اندازہ نہ ہو سکے گا سو یہ کیفیت اس کے جسم کو چھپانے میں زیادہ مؤثر ہے خصوصاً جب اس پر بڑی چادر بھی ہو تو عورت کے جسم کو پہنچاننے کی گنجائش ہی نہیں رہتی جبکہ دایاں پاؤں کھڑا کرنے اور بائیں پاؤں پر بیٹھنے میں اتنی پردہ پوشی نہیں ہوتی۔

(۲۳)......"وَنَبَّهْنَا عَلٰى اَنَّ هٰذَا بِالنِّسْبَةِ لِلرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَاءِ لِاَنَّ الرَّسُوْلَ صلى الله عليه وسلم رَاٰى اِمْرَاَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَاَمَرَهُمَا اَنْ يَّضُمَّا الْعَضُدَيْنِ اِلَى الْجَنْبَيْنِ وَقَالَ ضُمَّا اللَّحْمَ اِلَى اللَّحْمِ فَكُلَّمَا كَانَتْ تَضُمُّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ كَانَ ذٰلِكَ اَدْعٰى اِلٰى سَتْرِهَا وَلَوْ كَانَتْ مُغَطَّاةً" (شرح بلوغ المرام للشیخ عطیہ محمد سالم ج ۶۴ ص ۱۰)

ترجمہ: اور ہم نے اس پر متنبہ کر دیا ہے کہ اعضاء کو جدا جدا رکھنے کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہیں تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے بازو پہلو کے ساتھ ملاؤ اور فرمایا کہ اپنے جسم کے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملاؤ کیونکہ عورت کا اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملانا اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی چیز ہے اور عورت کا جسم اگرچہ چھپا ہوا ہو تب بھی وہ اپنے اعضاء کو ملائے اور جسم کو سمیٹے۔

نوٹ: فقہ حنبلی کے مزید حوالہ جات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

(۲۴)......"المطلع علی ابواب المقنع ج ۱ ص ۸۵ تا ۸۷"۔

(۲۵)......"المخلص الفقہی ج ۱ ص ۱۴۷"۔

(۲۶)......"حاشیہ الروض المربع ج ۲ ص ۸۳"۔

(۲۷)......"شرح الزرکشی ج ۱ ص ۱۹۱"۔

(۲۸)......"کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۳ ص ۴۴"۔

(۲۹)......"کلمات السداد علی متن الزادج ۱ ص ۵۰"۔

(۳۰)......"شرح زاد المستقنع للحمد ج ۵ ص ۱۲۵"۔

(۳۱)......"الشرح الممتع علی زاد المستقنع مولفہ ڈاکٹر سلیمان بن عبداللہ اور ڈاکٹر خالد بن علی"۔

(۳۲)......"فتاوی الاسلام ج ۱ ص ۴۲۰ مولفہ محمد صالح المنجد تلمیذ الشیخ بن باز و الشیخ محمد بن صالح العثیمین"۔

(۳۳)......"السلسبیل فی معرفۃ الدلیل شرح زاد المستقنع ج ۱ ص ۱۱۹"۔

عجیبہ:

①......مقنع، (مولفہ الامام موفق ابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی متوفی ۶۲۰ھ) فقہ حنبلی کی بڑی معتبر کتاب ہے، اس میں مرد و عورت کے مسائل نماز کا فرق جو آپ حضرات ملاحظہ کر چکے ہیں ان لفظوں کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے۔

"لٰكِنْ تَضُمُّ نَفْسَهَا وَتَسْدِلُ رِجْلَيْهَا فِيْ جَانِبِ يَمِيْنِهَا"

ترجمہ: لیکن عورت اپنے جسم کو سکیڑے اور اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے۔

②......پھر ایک حنبلی عالم ابوالنجا موسی بن احمد بن موسی الحجاوی متوفی ۹۶۰ھ نے المقنع کا اختصار کیا اور نام رکھا "زَادُ الْمُسْتَقْنِعُ فِيْ اِخْتِصَارِ الْمُقْنِعُ" اس کتاب کی خصوصیت

یہ لکھی ہے" اِقْتَصَرَ فِيْهِ عَلٰی قَوْلٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الرَّاجِحُ مِنْ مَذْهَبِ الْإِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ "اس میں بھی مرد وعورت کی نماز کا یہ فرق لکھا ہوا موجود ہے۔

③...... زادالمستقنع کی ایک شرح" اَلرَّوْضُ الْمُرَبَّعُ " منصور بن یونس بن ادریس البھوتی متوفی ۱۰۵۱ھ نے لکھی اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

④...... پھر الروض المربع کا حاشیہ لکھا عبدالرحمٰن بن محمد النجدی نے (متوفی ۱۳۹۲ھ) اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

⑤...... زادالمستقنع کی ایک اور شرح، شرح زادالمستقنع مولفہ محمد بن محمد المختار الشنقیطی (متوفی ۱۳۹۳ھ) نے لکھی اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

⑥...... زادالمستقنع کی ایک اور شرح، شرح زادالمستقنع مولفہ الشیخ حمد بن عبداللہ الحمد نے لکھی اس میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

⑦...... ازاں بعد زادالمستقنع کی شرح دو حنبلی عالموں نے لکھی ایک ڈاکٹر سلیمان بن عبداللہ ابوالخلیل اور ڈاکٹر خالد بن علی المشیقح اس شرح کا نام ہے" اَلشَّرْحُ الْمُمْتِعُ علی زاد المستقنع "اس میں بھی نہ صرف یہ کہ وہ فرق موجود ہے بلکہ اس کی مزید وضاحت ہے اس میں زادالمستقنع کی مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت میں لکھا ہے۔

"اَیْ اِنَّ الْمَرْاَةَ تَضُمُّ نَفْسَهَا فِیْ الْحَالِ الَّتِیْ يُشْرَعُ لِلرَّجُلِ التَّجَافِیْ كَمَافِیْ حَالِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ يُشْرَعُ لِلرَّجُلِ مُجَافَاةُ الْعَضُدَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ فِیْ الرُّكُوْعِ وَفِیْ حَالِ السُّجُوْدِ مُجَافَاةُ الْعَضُدَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَالْفَخِذَيْنِ عَنِ السَّاقَيْنِ وَالْمَرْاَةُ لَا تُجَافِیْ بَلْ تَضُمُّ نَفْسَهَا فَاِذَا سَجَدَتْ تَجْعَلُ بَطْنَهَا عَلٰی فَخِذَيْهَا وَفَخِذَيْهَا عَلٰی سَاقَيْهَا وَاِذَا رَكَعَتْ تَضُمُّ يَدَيْهَا وَالدَّلِيْلُ عَلٰی ذَالِكَ الْقَوَاعِدُ الْعَامَّةُ فِیْ الشَّرِيْعَةِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ يَنْبَغِیْ لَهَا السَّتْرُ وَضَمُّهَا نَفْسَهَا"

ترجمہ: یعنی نماز میں جس حالت میں مرد کے لیے اعضاء کو جدا کرنے کا حکم ہے جیسے رکوع وسجدہ میں اس حالت میں عورت کے لیے اعضاء کو ملانے کا حکم ہے یعنی مرد کو شرعا حکم ہے کہ وہ رکوع میں بازو پہلو سے دور کرے اور سجدہ کی حالت میں بازو کو پہلو سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے دور رکھے اور عورت دور نہ رکھے بلکہ ملائے پس جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کیساتھ اور رانوں کو پنڈلیوں کیساتھ ملائے اور جب رکوع کرے تو بازو پہلو کے ساتھ ملائے، اور اس پر دلیل اکثر قواعد شرعیہ ہیں کیونکہ عورت کے لیے جسم کو چھپانا اور بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملانا زیادہ مناسب ہے، اور سدل کی تشریح میں لکھا ہے کہ عورت کے بیٹھنے کی کیفیت مرد کی کیفیت کے خلاف ہے پس عورت افتراش (یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا) اور تورک (یعنی ایک پاؤں کھڑا رکھ کر سرین پر بیٹھنا) نہ کرے بلکہ دوسجدوں کے درمیان اور تشہد میں سدل کرے یعنی دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔

(۸)...... پھر پندرہویں صدی کے ایک حنبلی نما غیر مقلد عالم محمد بن صالح بن العثیمین (وفات ۱۴۲۱ھ) نے شرح ممتع میں تغیر وتبدل کر کے یہ شرح اپنے نام سے چھپوائی اس کے بعد ان کے ایک شاگرد احمد محمد خلیل عمانی نے اس کا اختصار کیا تو ان مؤخر الذکر ہر دو صاحبان نے اس فرق کا انکار کردیا، اس لیے مرد و عورت کی نماز کی یکسانیت کا نظریہ مادر پدر آزاد زمانہ کی پیداوار ہے۔

مردوعورت کی نماز کا فرق فقہ حنفی کی روشنی میں

(۱)...... " وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّهُ اَسْتَرُلَهَا فَاِنَّهَا عَوْرَةٌ مَسْتُوْرَةٌ "(البحرالرائق ج۳ص۲۷۴)

ترجمہ: اور نماز میں عورت پست ہو اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے اور عورت مجسم ستر ہے اور اس کو چھپانے کا حکم ہے۔

(۲)...... "وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فَلَا تُبْدِئ عَضُدَيْهَا وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّهُ اَسْتَرُ وَحَرَّرْنَا فِيْ الْخَزَائِنِ اَنَّهَا تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِيْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ "(الدرالمختار ج۱ص۵۰۴)۔

ترجمہ: اور عورت کا جسم نماز میں پست ہو پس وہ اپنے بازو ظاہر نہ کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے اور ہم نے الخزائن کتاب میں تحریر کیا ہے کہ عورت نماز کے پچیس مسائل میں مرد کے خلاف عمل کرتی ہے۔

(۳)...... " وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فِيْ سُجُوْدِهَا وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُ لَهَا"(الھدایہ ج۱ص۵۰)۔

ترجمہ: اور عورت اپنے سجود میں جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۴)......"وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُلَهَا"(اللباب فی شرح الکتاب ج۱ص۳۷)۔

ترجمہ: اورعورت اپنے جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۵)......"فَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَتَحْتَفِزُ وَتَنْضَمُّ وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَعَضُدَيْهَا بِجَنْبَيْهَا هٰكَذَا عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه فِيْ بَيَانِ السُّنَّةِ فِيْ سُجُوْدِ النِّسَاءِ وَلِاَنَّ مَبْنٰى حَالِهَا عَلَى السَّتْرِ فَمَا يَكُوْنُ اَسْتَرَ لَهَا فَهُوَ اَوْلٰى لِقَوْلِهٖ صلى الله عليه وسلم اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ مَسْتُوْرَةٌ" (المبسوط ج۱ص۵۳)

ترجمہ: بہرحال عورت کا جسم نماز میں سمٹا اور ملا ہوا ہو، اور وہ اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ اور بازو کو اپنے پہلو کے ساتھ چپکادے عورتوں کے سجدہ کا یہ سنت طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اور اس لئے بھی کہ عورت کی کیفیت نماز کی بناء جسم کے چھپانے پر ہے پس جو کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے وہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ عورت سراسر چھپانے کی چیز ہے اس کو چھپایا جائے۔

(۶)......"وَالْمَرْأَةُ فِيْ السُّجُوْدِ تُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَعَضُدَيْهَا بِجِسْمِهَا لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُ لَهَا" (المحیط البرہانی ج۱ص۳۹۲)۔

ترجمہ: اورعورت سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ اور اپنے بازو کو اپنے جسم کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے۔

(۷)......"فَاِنْ كَانَتْ اِمْرَأَةٌ جَلَسَتْ عَلٰى اِلْيَتِهَا الْيُسْرٰى وَاَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ لِاَنَّهُ اَسْتَرُ لَهَا" (العنایہ ج۲ص۷)

ترجمہ: پس اگر عورت ہو تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب سے نکالے کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۸)...... "فَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَيَنْبَغِيْ اَنْ تَفْتَرِشَ ذِرَاعَيْهَا وَتَنْخَفِضَ وَلَا تَنْتَصِبُ كَانْتِصَابِ الرَّجُلِ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُ لَهَا" (بدائع الصنائع ج۲ص ۳۱۷)

ترجمہ: پس عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی کلائیوں کو بچھادے اور عورت کا جسم نماز میں پست ہو اور مرد کے بلند ہونے کی طرح بلند نہ ہو، اور اس کا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا ہوا ہو کیونکہ یہ طریقہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(۹)...... "ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْمَرْاَةَ تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِيْ عَشْرِ خِصَالٍ تَرْفَعُ يَدَيْهَا اِلٰى مَنْكِبَيْهَا وَتَضَعُ يَمِيْنَهَا عَلٰى شِمَالِهَا تَحْتَ ثَدْيِهَا وَلَا تُجَافِيْ بَطْنَهَا عَنْ فَخِذَيْهَا وَتَضَعُ يَدَيْهَا عَلٰى فَخِذَيْهَا تَبْلُغُ رُؤُسُ اَصَابِعِهَا رُكْبَتَيْهَا وَلَا تَفْتَحُ اِبْطَيْهَا فِي السُّجُوْدِ وَتَجْلِسُ مُتَوَرِّكَةً فِيْ التَّشَهُّدِ وَلَا تُفَرِّجُ اَصَابِعَهَا فِيْ الرُّكُوْعِ وَلَا تَؤُمُّ الرِّجَالَ وَتُكْرَهُ جَمَاعَتُهُنَّ وَيَقُوْمُ الْاِمَامُ وَسْطَهُنَّ" (تبیین الحقائق ج۲ص ۷۶)۔

ترجمہ: جان لیجئے کہ عورت دس خصلتوں میں مرد سے مختلف ہے (۱) وہ اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتی ہے (۲) اور پستانوں کے نیچے ہاتھ باندھتی ہے (۳) اپنے پیٹ کو رانوں سے دور نہیں کرتی (۴) اس کی انگلیوں کے کنارے اس کے گھٹنوں تک پہنچتے ہیں (۵) سجدہ میں بغلوں کو کھلا نہیں کرتی (۶) تشہد میں بائیں سرین پر بیٹھتی ہے (۷) رکوع میں اپنی انگلیاں نہیں کھولتی (۸) مردوں کو امامت نہیں کراتی (۹) عورتوں کی جماعت مکروہ ہے (۱۰) امام عورت ان کے درمیان کھڑی ہوتی ہے۔

(۱۰)...... (وَيُسَنُّ وَضْعُ الْمَرْاَةِ يَدَيْهَا عَلٰى صَدْرِهَا مِنْ غَيْرِ تَحْلِيْقٍ لِاَنَّهٗ اَسْتَرُ لَهَا) "اَلْمَرْاَةُ تُخَالِفُ الرَّجُلَ فِيْ مَسَائِلَ مِنْهَا هٰذِهٖ وَمِنْهَا اَنَّهَا لَاتُخْرِجُ كَفَّيْهَا مِنْ كُمَّيْهَا عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَتَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا وَلَا تُفَرِّجُ اَصَابِعَهَا فِيْ الرُّكُوْعِ وَتَنْحَنِيْ فِيْ الرُّكُوْعِ قَلِيْلًا بِحَيْثُ

تَبْلُغُ حَدًّا لِّرُكُوْعِ فَلَا تَزِيْدُ عَلٰى ذٰلِكَ لِاَنَّهُ اَسْتَرُلَهَا وَتُلْزِقُ مِرْفَقَيْهَا بِجَنْبَيْهَا فِيْهِ وَتُلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا فِي السُّجُوْدِ وَتَجْلِسُ مُتَوَرِّكَةً فِيْ كُلِّ قُعُوْدٍ بِاَنْ تَجْلِسَ عَلٰى اِلْيَتِهَا الْيُسْرٰى وَتُخْرِجُ كِلْتَا رِجْلَيْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ وَتَضَعُ فَخِذَيْهَا عَلٰى بَعْضِهِمَا وَتَجْعَلُ السَّاقَ الْاَيْمَنَ عَلَى السَّاقِ الْاَيْسَرِ كَمَا فِيْ مَجْمَعِ الْاَنْهُرِ وَلَا تَؤُمُّ الرِّجَالَ وَتُكْرَهُ جَمَاعَتُهُنَّ وَيَقِفُ الْاِمَامُ وَسْطَهُنَّ وَلَا تَجْهَرُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَهْرِ وَلَا يُسْتَحَبُّ فِيْ حَقِّهَا الْاِسْفَارُ بِالْفَجْرِ وَالتَّتَبُّعُ يَنْفِيْ الْحَصْرَ "(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۱۷۳)

ترجمہ: عورت کچھ مسائل نماز میں مرد کے خلاف عمل کرتی ہے ① عورت سینہ پر ہاتھ باندھتی ہے چھنگلی اور انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنائے بغیر ② تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اپنی آستینوں سے باہر نہیں نکالتی ③ اور اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتی ہے ④ رکوع میں انگلیاں نہیں کھولتی ⑤ رکوع میں تھوڑا جھکتی ہے، اس طور پر کہ جھکنے کی حد کو پہنچ جائے اس سے زیادہ نہ جھکے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو چھپانے والی ہے ⑥ رکوع میں اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو کے ساتھ ملاتی ہے ⑦ سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملاتی ہے ⑧ اور وہ ہر قعدہ میں تورک کرتی ہے یعنی اپنی سرین پر بیٹھتی ہے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب کی طرف نکالتی ہے ⑨ اور دونوں رانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھتی ہے ⑩ اور دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی کے اوپر کرتی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے ⑪ اور مردوں کو امامت نہیں کراتی ⑫ عورتوں کی جماعت مکروہ ⑬ امام عورت صف کے درمیان کھڑی ہوتی ہے ⑭ نماز کے اندر جہر کے موقع پر جہر نہیں کرتی ⑮ عورت کے لیے فجر کی نماز میں ''اسفار'' یعنی روشنی کرنا مستحب نہیں ہے عورتوں کے مختص مسائل کی جستجو کرنے سے مذکورہ بالا مسائل میں حصر کی نہیں (بلکہ اس سے زیادہ ہیں)۔

(۱۱)......تحفۃ الفقہاء ج ا ص ۱۳۵	(۲۱)......فتاوی قاضیخان ج ا ص ۸۵
(۱۲)......درر الاحکام شرح غرر ج ا ص ۳۱۷	(۲۲)......منیۃ المصلی ج ا ص ۳۱۳
(۱۳)......فتح القدیر ج ۲ ص ۹۱	(۲۳)......البنایہ ج ۲ ص ۲۸۵، ۳۰۵
(۱۴)......مراقی الفلاح ج ا ص ۱۳۷	(۲۴)......شرح وقایہ ج ا ص ۱۶۹
(۱۵)......نور الایضاح ص ۴۸	(۲۵)......شرح نقایہ ج ا ص ۱۷۸
(۱۶)......ہدایۃ المبتدی ج ا ص ۱۵	(۲۶)......السعایہ ج ۲ ص ۱۵۵، ۲۰۵
(۱۷)......ردالمحتار ج ۴ ص ۱۷	(۲۷)......فتح المعین ج ا ص ۱۹۳
(۱۸)......مجمع الانھر ج ا ص ۲۸۹	(۲۸)......غنیۃ المستملی ج ا ص ۳۱۳
(۱۹) ملتقی الابحر ج ا ص ۱۴۷	(۲۹)......الجوہرۃ النیرۃ ج ا ص ۶۳
(۲۰)......فتاوی عالمگیری ج ا ص ۷۴	(۳۰)......الفقہ الحنفی وادلتہ ج ا ص ۱۹۰
	(۳۱)......رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی ج ا ص ۸۲، ۸۳

فقہی عبارات کے نتائج:

① ...... مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ بعض مسائل نماز کے اعتبار سے مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے۔

② ...... مذاہب اربعہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ نماز کے تمام احوال میں خصوصاً رکوع وسجود اور قعدہ میں اعضاء کو ملا کر اور جسم کو سمیٹ کر نماز ادا کرے۔

③ ...... مذاہب اربعہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مرد کے لیے سنت یہ ہے رکوع وسجود اور قعدہ میں اعضاء کو کشادہ رکھے۔

④ ...... مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ عورت سے متعلقہ احکام شریعت کی بنیاد اس اصل شرعی پر ہے کہ دین اسلام میں عورت کے لیے ''ستر بدن (یعنی بدن کو چھپانا) مطلوب

شرعی" ہے اسی لئے مذاہب اربعہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ نماز میں عورت کے لیے وہ کیفیت اور طریقہ زیادہ پسند ہے جس میں ستر بدن زیادہ ہو۔

۵ ...... مذاہب اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جن احادیث مبارکہ میں نماز کے اندر اعضاء کو کشادہ کرنے کا اور زمین پر کتے کی طرح کلایاں نہ بچھانے کا حکم ہے وہ مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ...... مرد و عورت کی نماز کے فرق پر اجماع امت سامنے آجانے کے بعد ہم منکرین کی خدمت میں عرض کریں گے۔

خدا کا کر خوف دل میں گلچیں، لگا نہ بلبل کے گھر میں آتش
وہاں سے اس کے لگ اٹھے گی ہر اک شجر اور حجر میں آتش

چاروں فقہوں میں اجمال و تفصیل کا فرق:

فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی میں عورت کے لیے نماز کے جن مسائل مختصہ کو ذکر کیا گیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت ۱ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے ۲ ہاتھ سینہ پر باندھے ۳ رکوع میں بازو کو پہلو کے ساتھ ملائے ۴ سجدہ میں بازو کو پہلو کے ساتھ پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور رانوں کو پنڈلیوں کے ساتھ ملائے، نیز دونوں رانوں اور گھٹنوں کو ملائے اور تمام احوال نماز میں جسم کو سکیڑے ۵ تشہد میں دائیں طرف پاؤں نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔

لیکن اگر تفصیل میں جائیں تو اب بھی اس میں بہت اجمال ہے۔

۱ ...... مثلاً تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھانے سے کیا مراد ہے؟، ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں یا انگلیوں کے کنارے کندھوں کے برابر ہوں، ہاتھ اٹھائے تو انگلیاں بند ہوں یا بند نہ ہوں کھلی ہوں تو ملی ہوئی ہوں یا کشادہ ہوں؟۔

۲ ...... سینہ پر ہاتھ کس جگہ باندھے قیام میں پاؤں ملائے یا نہ ملائے؟۔

۳ ...... اگر نہ ملائے تو فاصلہ کتنا ہو؟۔

اسی طرح اور بھی متعدد مسائل ہیں جو حل طلب ہیں اور چونکہ احادیث مبارکہ میں ان کا صریح طور پر حکم مذکور نہیں ہوا اس لیے عورت سے متعلقہ احکام شریعت میں جو اصل شرعی ہے یعنی "عورت کے لیے تستّر بدن مطلوب شرعی" ہے اس کے تحت حنفی فقہاء نے ان مسائل کو بھی حل کیا ہے اور ان کا حکم شرعی بتایا ہے، اس لیے فقہ حنفی کے مطابق نماز کے وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں دو قسم کے ہیں ایک وہ مسائل جو احادیث مبارکہ میں صراحتاً مذکور ہیں دوسرے وہ مسائل جو عورت کے لیے تستّر بدن کے اصل شرعی کے تحت حل کئے گئے ہیں۔

ہم پہلے وہ مسائل ذکر کرتے ہیں جو احادیث مبارکہ میں صراحتاً مذکور ہیں، اس کے بعد وہ مسائل ذکر کریں گے جو غیر منصوص ہیں لیکن ان کو اصل شرعی کے تحت حل کیا گیا ہے۔ اس لئے فقہ حنفی کتاب وسنت کے جملہ احکام شریعت کی ایک جامع مانع تشریح ہے اس کے ہوتے ہوئے اب کسی نئی تشریح کی ضرورت نہیں۔

زاجتہاد عالماں کوتاہ نظر　　　　اقتداء رفتگاں محفوظ تر

فقہاء مسائل بتاتے ہیں بناتے نہیں:

ان مسائل کو فقہاء کے خودساختہ مسائل، یا شریعت سازی کا عنوان دینا فقہاء کرام پر بہت بڑا بہتان ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے" لکل آیۃ ظھر وبطن "(مشکوۃ) ہر حکم شرعی کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، ظاہر سے مراد وہ حکم ہے جو لفظوں میں بیان ہوا اور باطن سے مراد وہ شرعی اصول ہیں جو کتاب وسنت کے صریح حکم کے تحت مستور ہیں جن کو فقہاء نے تلاش کیا جبکہ بعض اصولوں کی خود رسول اللہ ﷺ نے نشاندہی فرمائی ہے جیسے عورتوں سے متعلقہ احکام شرع کے ضمن میں" عورتوں کے لیے تستّر بدن کا اصل شرعی چھپا ہوا موجود ہے" اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اس اصل شرعی کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ امر اول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث گذر

چکی ہے اس میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس لیے احکام شریعت کے ضمن میں چھپے ہوئے اصل شرعی اور اس اصل شرعی کے ساتھ وابستہ مسائل کو حل کرنا اسی کو رسول اللہ ﷺ نے حکم شرعی کا باطن کہا ہے اس لئے فقہاء کرام شرعی حکم بناتے نہیں بلکہ قرآن وحدیث میں مذکور احکام شریعت کے باطن میں چھپے ہوئے اصول شریعت اور ان سے حل ہونے والے مسائل کا انکشاف واظہار کرتے ہیں۔

جیسا کہ سمندر کی تہہ میں ہیرے، جواہرات موجود ہوتے ہیں غوطہ زن سمندر کی تہہ میں اُتر کر ان کو تلاش کر کے نکالتے ہیں تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے ہیرے، جواہرات بنائے ہیں بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے ہیرے جواہرات انہوں نے تلاش کئے ہیں اور تلاش کر کے ان کو ظاہر کیا ہے، اسی طرح فقہاء کرام بھی قرآن وحدیث کے علمی سمندر کی تہہ میں غوطہ زنی کر کے الفاظِ قرآن اور الفاظِ حدیث کے پردوں میں مستور اصول شریعت کے موتی تلاش کر کے ان کے تحت جو جو مسائل آتے ہیں ان کا ادراک کر کے اُس اصل شرعی کے ذریعہ ان مسائل کو حل کر کے ان کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں تک پہنچاتے ہیں اس لیے فقہاء کرام قرآن وحدیث کے ظاہری وباطنی علوم کے شارح ہیں شارع نہیں، وہ قرآن وحدیث کے ظاہری اور باطنی علوم ومسائل بتاتے ہیں خود بناتے نہیں۔

جیسے جج جب قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کی اپنی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ قانون کا تقاضا ہوتا ہے جس کو وہ اپنے فیصلہ کی شکل میں پورا کرتا ہے لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ یہ فلاں جج کا فیصلہ ہے، فلاں جج نے فیصلہ لکھا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس نے اس میں قانون سے بالاتر ہو کر اپنی ذاتی رائے لکھی ہے بلکہ اس نے اپنی ذاتی رائے سے ہٹ کر خالص قانون کے تقاضے کے مطابق فیصلہ لکھا ہے اور چونکہ لکھا ہے جج نے، قلم اس کا چلا ہے اس لیے عنوان یہ بن جاتا ہے کہ فلاں جج کا فیصلہ ہے یعنی ہے تو قانون کا تقاضا مگر لکھا جج نے ہے، اسی طرح جب فقہاء کرام مسائل حل کرتے ہیں تو وہ ان کی قرآن

وحدیث کے مقابلہ میں اپنی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ اصول شریعت کے تقاضوں کے مطابق مسائل حل کرتے ہیں اور اصول شریعت کے تقاضوں کو ضبط تحریر میں لاتے ہیں اور چونکہ اصول شریعت کا مسائل پر انطباق کر کے مسائل کو حل کرنا پھر ان حل شدہ مسائل کو لکھنا اور لکھوانا مجتہد کا کام ہے اسلیے ان مسائل کی نسبت فقہاء کی طرف کر دی جاتی ہے اور اصول شریعت کے تحت مسائل حل کرنے کا نام قیاس ہے اور قیاس کی حقیقت یہ ہے'' اَلْقِیَاسُ مَظْھِرٌ لَا مُثْبِتٌ ''یعنی قیاس کتاب وسنت کے چھپے مسائل کو ظاہر کرتا ہے مسائلِ شریعت کو نئے سرے سے ثابت نہیں کرتا۔ (البحرالمحیط ج۴ص۱۱/التقریر والتحبیر ج۳ص۱۳۳/توضیح وتلویح ج۱ص ۲۷، ۳۵، ۳۰۶)

مردوعورت کی نماز کا فرق فقہ غیر مقلدین کی روشنی میں

①...... حضرت براء سے مرفوع حدیث ہے کہ" جب تو سجدہ کرے تو ہاتھ رکھ اور کہنیاں اٹھا" اس حدیث کے تحت بلوغ المرام کے شارح غیر مقلد الامام محمد بن اسماعیل اَلصَّنْعَانِیْ لکھتے ہیں" وَهٰذَا فِیْ حَقِّ الرَّجُلِ لَا الْمَرْاَةِ فَاِنَّهَا تُخَالِفُهٗ فِیْ ذَالِكَ لِمَا اَخْرَجَهٗ ابو داود فی مراسیله عن یزید بن ابی حبیب اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم مَرَّ عَلٰی اِمْرَاَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ فِیْ ذَالِكَ لَیْسَتْ كَالرَّجُلِ قَالَ الْبَیْهَقِیْ وَهٰذَا الْمُرْسَلُ اَحْسَنُ مِنْ مَّوْصُوْلَیْنِ فِیْهِ" (سبل السلام شرح بلوغ المرام ج۱ ص۳۵۷) کہنیاں اوپر اٹھانے کا حکم مرد کے حق میں ہے عورت کے حق میں نہیں، کیونکہ عورت کا حکم مرد کے حکم کے خلاف ہے (کہ وہ کہنیاں نہ اٹھائے بلکہ زمین کے ساتھ ملائے) اس پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداود نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے یزید بن ابی حبیب سے کہ نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا بعض حصہ زمین کے ساتھ ملاؤ (یعنی کلایاں اور کہنیاں زمین پر بچھادو) کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ مرسل حدیث پچھلی دو موصول حدیثوں سے زیادہ اچھی ہے۔

②...... ایک اور غیر مقلد عالم محدث، فقیہ ابو محمد عبدالحق ہاشمی (متوفی ۱۳۹۲ھ) نے رکوع، سجود قعود میں مردوعورت کے فرق پر ایک رسالہ تصنیف کیا ہے "نَصْبُ الْعَمُوْدِ فِیْ تحقیقِ مَسْاَلَةِ تَجَافِی الْمَرْاَةِ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ" اس میں وہ ابن حزم ظاہری

اور جمہور علماء کے موقف کونقل کر کے فرماتے ہیں" وَاَوْلٰی الْاَقْوَالِ عِنْدِیْ بِالْاِخْتِیَارِ قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْمَرْاَةَ لَا تُجَافِیْ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ بَلْ تَضُمُّ بَعْضَ اللَّحْمِ اِلٰی بَعْضٍ وَتَضُمُّ بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ لِاَنَّ ذَالِکَ اَسْتَرُلَهَا" (ص۵۲) میرے نزدیک ان لوگوں کا مذہب راجح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت رکوع، سجود اور قعدہ میں اعضاء کو کشادہ نہ کرے بلکہ بعض اعضاء کو دوسرے بعض اعضاء کے ساتھ ملائے اور جسم کا کچھ حصہ (یعنی کہنیاں اور کلائیاں) زمین کے ساتھ ملائے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے۔

④......نواب وحید الزمان خان غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شمار ہوتے ہیں عبد الرشید عراقی نے اپنی کتاب چالیس علماء اہل حدیث میں ص۱۰۳ سے ۱۰۹ تک ان کا بڑی عظمت اور شان وشوکت سے تذکرہ کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں، مولانا وحید الزمان ایک بلند پایہ عالم دین مفسر قرآن محدث، فقیہ، مورخ، متکلم، معلم، مترجم، نقاد، دانشور، مبصر، مصنف اور عربی، فارسی اور اردو کے بلند مرتبہ ادیب تھے، نیز لکھتے ہیں اوائل عمر میں حنفی تھے لیکن اپنے برادر اکبر مولانا بدیع الزمان کی صحبت سے مسلک اہلحدیث قبول کرلیا، پھر ان کی ۳۷ تصانیف کی فہرست درج کی ہے اور ۳۲ نمبر پر نزل الابرار من فقہ النبی المختار کا اندارج کیا۔

غیر مقلدین کی ایک اور کتاب میں نزل الابرار کا یوں تعارف کرایا گیا ہے، نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج اول تعداد صفحات ۲۹۲ مصنف الشیخ العلام نواب وحید الزمان حیدر آباد مطبع سعید المطابع بنارس طبع اول ۱۳۲۸ھ یہ کتاب فقہ اہل حدیث کے موضوع پر ہے اور عوام میں بہت مقبول ہے (جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، رئیس احمد ندوی، عبد السلام ندوی، محمد مستقیم) نواب وحید الزمان نے اپنی اس کتاب میں مرد وعورت کی نماز میں فرق کو تسلیم کیا ہے "وَصَلٰوۃُ الْمَرْاَۃِ کَصَلٰوۃِ الرَّجُلِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَرْکَانِ وَالْاٰدَابِ اِلَّا اَنَّ الْمَرْاَۃَ تَرْفَعُ یَدَیْهَا عِنْدَ التَّحْرِیْمِ اِلٰی ثَدْیَیْهَا وَلَا تُخَوِّیْ فِی السُّجُوْدِ کَالرَّجُلِ

بَلْ تَنْخَفِضُ وَتُلْصِقُ وَتَضُمُّ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَاِذَا حَدَثَ حَادِثَةٌ تُصَفِّقُ "

(نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج اص ۸۵)

اور تمام ارکان وآداب میں عورت کی نماز مرد کی نماز کی طرح ہے مگر عورت تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے پستانوں تک اٹھائے ، اور سجدہ میں مرد کی طرح جسم کو اونچا نہ کرے بلکہ پست رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے ساتھ ملائے اور جب نماز میں لقمہ دینے کی صورت پیش آئے تو ہاتھ پر ہاتھ مارے۔

④ ......"وَهٰذَا فِیْ حَقِّ الرَّجُلِ لَا الْمَرْاَةِ فَاِنَّهَا تُخَالِفُهُ فِیْ ذَالِكَ لِمَا اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوٗدُ فِیْ مَرَاسِیْلِهٖ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّ النبی صلی الله علیه وسلم مَرَّ عَلٰی امْرَاَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ فِیْ ذَالِكَ لَیْسَتْ كَالرَّجُلِ قَالَ الْبَیْهَقِیْ وَهٰذَا الْمُرْسَلُ اَحْسَنُ مِنَ مَّوْصُوْلَیْنِ فِیْهِ یَعْنِیْ مِنْ حَدِیْثَیْنِ مَوْصُوْلَیْنِ ذَكَرَهُمَا الْبَیْهَقِیْ فِیْ سُنَنِهٖ وَ ضَعَّفَهَا" (مرعاۃ المفاتیح ج ۳ص ۲۰۷)

ترجمہ: اور اعضاء کشادہ رکھنے کا حکم مرد کے حق میں ہے عورت کے لیے نہیں کیونکہ وہ اس حکم میں مرد کے خلاف ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے یزید بن ابی حبیب سے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض اعضاء کو زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ عورت اس حکم میں مرد کی طرح نہیں ، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مرسل حدیث ان دو متصل حدیثوں سے بہتر ہے جو اس حکم کے بارے میں ہیں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان دونوں کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے اور ان کا ضعف بھی بیان کیا ہے۔

⑤......مولانا عبدالجبار غزنوی غیر مقلد محدث ومفتی سے سوال کیا گیا عورتوں کو نماز میں

انضمام کرنا چاہئے یا نہ؟،مولانا نے اس کے جواب میں پہلے مراسیل ابی داؤد اور سنن بیہقی کے حوالہ سے یزید بن ابی حبیب کی مذکورہ بالا حدیث لکھی پھر فرمایا اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آرہا ہے، پھر مذاہب اربعہ کی کتب معتبرہ سے رکوع وسجود میں عورت کے انضمام وانخفاض کے حوالے نقل کر کے لکھتے ہیں غرض کہ عورتوں کا انضمام وانخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرھم سے ثابت ہے اس کا منکر کتب حدیث وتعامل اہل علم سے بے خبر ہے (فتاوی علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۹ بحوالہ فتاوی غزنویہ ص ۲۷ تا ۲۸)۔

ناظرین کرام! مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تحقیق اور ان کی رائے سامنے آجانے کے بعد اب علامہ اقبال مرحوم کی نصیحت یاد رکھئے۔

زاجتہادِ عالماں کوتاہ نظر اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

یعنی کوتاہ نظر عالموں کے اجتہاد سے گذشتہ مجتہدین وفقہاء کی اقتداء میں دین وایمان زیادہ محفوظ ہے۔

عورتوں کے مسائل مختصہ کی دو قسمیں:

نماز کے وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں اور ان میں مرد و عورت کے درمیان فرق ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔

①...... (متفقہ مسائل) یعنی وہ مسائل کہ جن میں غیر مقلدین بھی مرد و عورت کے درمیان فرق تسلیم کرتے ہیں اور وہ اپنی کتابوں میں اُن مسائل کو عورتوں کے ساتھ مختص ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

②...... (متنازعہ مسائل) یعنی وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں لیکن عرب و عجم کے غیر مقلدین ان کا انکار کرتے ہیں اول قسم کے مسائل کے لیے تفصیلی طور پر احادیث مبارکہ لکھنے کی ضرورت نہیں اس لیے ان مسائل میں طوالت سے بچنے کے لیے صرف احادیث کے حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ دوسرے قسم کے مسائل کو مفصل اور مدلل لکھا گیا ہے۔

مرد و عورت کا طریقۂ نماز میں فرق متفقہ مسائل کی روشنی میں

نمبر شمار	مرد کی نماز:	عورت کی نماز:
①	مرد بلا عذر ننگے سر نماز جائز مگر خلاف ادب و مکروہ۔	عورت کی ننگے سر نماز باطل ہے

دلیل: ① ولا یبدین زینتهن الا ماظهر منها ② المرأة عورة ترمذی باب ماجاء فی کراهیة الدخول

②	مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے باقی بدن ستر نہیں۔	عورت کا سوائے چہرے، ہاتھ پاؤں کے سارا بدن ستر ہے۔

دلیل: ① ولا یبدین زینتهن الا ماظهر منها ② المرأة عورة ترمذی باب ماجاء فی کراهیة الدخول

۳	مرد کے لیے مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے	عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے

دلیل: ابوداود ص۸۴ ج۱_ مجمع الزوائد ص۳۴ ج۲

۴	مرد کے لیے اذان باعث ثواب وفضیلت ہے	عورت کے لیے اذان کہنا درست نہیں نہ اس کی اذان کا اعتبار ہے بلکہ اذان کا اعادہ ضروری۔

دلیل: سنن کبری بیہقی ج۱ ص۴۰۸ ا لتصفیق للنساء بخاری ج۱ ص۱۶۰

۵	مرد اقامت کہہ سکتا ہے	عورت اقامت نہیں کہہ سکتی

دلیل: سنن کبری بیہقی ج۱ ص۴۰۸ ا لتصفیق للنساء بخاری ج۱ ص۱۶۰

۶	مرد پر نماز فرض اور جماعت واجب	عورت پر نماز فرض ہے۔ جماعت واجب نہیں

دلیل: مجمع الزوائد ج۲ ص۳۴_ الترغیب والترھیب ص۲۲۵

۷	مرد مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو ثواب زیادہ	عورت مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو ثواب کم گھر میں پڑھے تو ثواب زیادہ ہے

دلیل: ابوداود ص۸۴ مجمع الزوائد ج۲ ص۳۴

۸	مرد عورتوں کا امام بن سکتا ہے	عورت مردوں کی امام نہیں بن سکتی

دلیل: العدۃ ص۹۶_ معجم کبیر ج۹ ص۲۹۵، ۲۹۶_ مؤطا امام محمد باب المراۃ تکون ص۵۸_ مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۱۴۹_ اخروھن من حیث اخرھن اللہ۔

۹	مرد امام ہو تو آگے کھڑا ہو	عورت عورتوں کی امام ہو تو درمیان میں کھڑی ہو

دلیل: مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۱۴۰ سنن کبری بیہقی ج۳ ص۱۳۱

۱۰	مرد کے لیے بہترین صف اگلی ہے	عورت کے لیے بہترین صف پچھلی ہے

دلیل: مسلم ج۱ ص۱۸۲_ ابوداود ج۱ ص۹۹_ ترمذی ج۱ ص۵۲

۱۱	مرد کے لیے کم ترین صف پچھلی ہے	عورت کے لیے کم ترین صف اگلی ہے

دلیل: مسلم ج ۱ ص ۱۸۲/ ابوداود ج ۱ ص ۹۹/ ترمذی ج ۱ ص ۵۲

۱۲	مرد نے اپنے امام کو لقمہ دینا ہو تو سبحان اللہ کہے	عورت نے لقمہ دینا ہو تو ہاتھ پر ہاتھ مارے

دلیل: بخاری ۱۶۰_ مسلم ج ۱ ص ۱۸۰_ ابوداود ج ۱ ص ۱۳۵

۱۳	مرد کا صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے	عورت کا صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہونا مکروہ نہیں

دلیل: سنن ترمذی ج ۱ ص ۵۴، ۵۵

۱۴	مرد اگلی صف میں جگہ ہو تو صف کے پیچھے کھڑا نہ ہو	عورت مردوں کی صف میں جگہ ہو تب بھی پیچھے کھڑی ہو

دلیل: سنن ترمذی ج ۱ ص ۵۴، ۵۵

۱۵	مرد سجدہ سے پہلے اٹھیں (جب عورتیں جماعت میں شامل ہوں)	عورت سجدہ سے سر تب اٹھائے جب مرد بیٹھ جائیں

دلیل: سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ مختصر نماز نبوی نورستانی غیر مقلد

۱۶	مرد مسجد میں نماز کے لیے آئے تو اذن شرط نہیں	عورت مسجد میں آنا چاہے تو اذن خاوند شرط ہے

دلیل: صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳

۱۷	مرد کے مسجد میں آنے کے لیے پردہ شرط نہیں	عورت مسجد میں آنا چاہے تو پردہ شرط ہے

دلیل: صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰

⑱	مرد کا خوشبو لگا کر مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے	عورت کا خوشبو لگا کر مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں

دلیل: صحیح مسلم ج۱ص۱۸۳_ مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ص۲۱۷

⑲	مرد کا مسجد میں صاف ستھرا ہو کر نماز پڑھنا افضل	عورت کا مسجد میں میلی کچیلی حالت میں نماز پڑھنا افضل

دلیل: ترمذی ج۱ص۱۲۰، ۲۲۰_ ابن ماجہ ص۲۸۸

⑳	مرد کا مسجد میں خوبصورت کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل	عورت کا مسجد کے اندر میلے کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل

دلیل: ترمذی ج۱ص۱۲۰، ۲۲۰_ ابن ماجہ ص۲۸۸

㉑	مرد پر جمعہ فرض ہے	عورت پر جمعہ فرض نہیں

دلیل: ابوداود ج۱ص۱۵۳_ کتاب الآثار ص۴۱ باب صلوۃ الجمعہ

تنبیہ:

جب غیر مقلدین حضرات نے اتنے مسائل نماز میں مرد وعورت کے درمیان فرق تسلیم کرلیا تو ان کا یہ دعویٰ کہ مرد وعورت کی نماز کے سب مسائل ایک جیسے ہیں (موجبہ کلیہ) اور ان میں کوئی فرق نہیں یہ دعویٰ عام باطل ہوگیا کیونکہ ایسا عام دعویٰ تو ایک دو فرق ثابت ہونے سے بھی باطل ہوجاتا ہے جیسے ایک آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے کبھی گالی نہیں دی دوسرا کہتا ہے کہ جناب آپ نے فلاں جگہ میرے سامنے ایک مرتبہ گالی دی تھی تو اس سے اس کا دعویٰ عام باطل ہوگیا لیکن یہاں تو جناب مرد وعورت کا 21 مسائل نماز میں فرق ثابت ہوگیا اور مسائل بھی ایسے کہ جن کو خود غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں تو اس کے بعد ان کے اس دعویٰ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، لہٰذا ان کو چاہیے کہ وہ اپنا یہ دعویٰ واپس لیں اور آئندہ ایسا دعویٰ نہ کریں۔

طریقہ نماز کی حقیقت:

ایک غیر مقلد علامہ صاحب کہنے لگے ہم نے کب یہ دعوی کیا ہے کہ مرد وعورت کے نماز کے سارے مسائل ایک جیسے ہیں ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ مرد وعورت کی نماز کا طریقہ ایک جیسا ہے میں نے کہا آپ ذرا نماز کے مسائل الگ کر دیں پھر مجھے بتائیں کہ نماز کا طریقہ کیا ہے وہ کہنے لگے اگر مسائل کو الگ کر دیں گے تو اس سے نماز بھی ختم ہو جائے گی اور طریقہ نماز بھی ختم ہو جائیگا میں نے کہا پتہ چلا کہ نماز اور طریقہ نماز نام ہی مسائل نماز کا ہے اگر نماز کے مسائل ختم تو طریقہ نماز بھی ختم۔

مثلاً اگر کوئی آدمی بغیر وضوء کے نماز پڑھنی شروع کر دے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس کا نماز کا طریقہ غلط ہے وہ اگر قبلہ رخ ہونے کے بجائے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے تو ہم کہیں گے کہ اس کا یہ طریقہ غلط ہے اگر کوئی عورت ننگے سر نماز پڑھنی شروع کر دے تو ہم کہیں گے اس کا نماز کا یہ طریقہ غلط ہے اور اگر وضوء کر کے قبلہ رخ ہو کر سر ڈھانپ کر نماز پڑھے تو ہم کہیں گے یہ طریقہ نماز درست ہے، لہذا آپ کی یہ تاویل آپ کے دعوی کو نہیں بچاسکتی اس لئے مان لینا چاہئے کہ بعض مسائل کے لحاظ سے مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے کہ سچ کے ماننے میں عزت اور نہ ماننے میں ذلت! لیکن کیا کیجئے بزبان شاعر غیر مقلدین کی حالت یوں ہے۔

میں جھوٹ میں چھپاتا ہوں اپنے عیوب کو   اللہ جانتا ہے کہ جھوٹا نہیں ہوں میں

متنازعہ مسائل کی دو قسمیں:

نماز کے وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں اور ان مسائل کے اعتبار سے مرد وعورت کے طریقہ نماز میں فرق ہے مگر غیر مقلدین حضرات اس فرق کا انکار کرتے ہیں ان مسائل متنازعہ کی بھی دو قسمیں ہیں ① وہ مسائل جو نفیاً یا اثباتاً احادیث میں مذکور نہیں البتہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کتاب وسنت کے شرعی اصولوں سے ان کا استنباط کیا ہے ان مسائل کو ہم

اخیر میں ذکر کریں گے ﴿۲﴾ عورت کے متنازعہ مسائل مختصہ کی دوسری قسم وہ مسائل ہیں جو احادیث مبارکہ میں کسی نہ کسی درجہ میں مذکور ہیں لیکن عرب وعجم کے غیر مقلدین صاحبان ان کا انکار کرتے ہیں، انکار کرکے انہوں نے ہر جگہ اختلاف وانتشار کی فضا پیدا کی ہوئی ہے۔

اور قرآن وحدیث کی آڑ میں عورتوں کی نماز کے بارے وساوس ڈال کر، شکوک وشبہات پیدا کر کے صوم وصلوۃ کے پابند صلحاء وصالحات کو ان شرفاء نے پریشانی اور تشویش میں ڈال رکھا ہے، خصوصاً مسائل متنازعہ کی اس دوسری قسم کی وجہ سے اس لیے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان مسائل کو مفصل اور مدلل طور پر تحریر کیا جائے تاکہ نماز کے ان مسائل کے متعلق مردوں اور عورتوں میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرکے ان کی پریشانی اور تشویش کو دور کیا جائے لیکن احادیث کی رو سے ان مسائل کی وضاحت کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حل مسائل کے اصولوں میں سے کچھ اصول بتادیئے جائیں تاکہ مسائل بھی حل ہو جائیں اور ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بھی سمجھ آجائیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل حل کرنے کا طریقہ:

کسی مسئلہ کو احادیث مبارکہ سے حل کرنے کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے اس مسئلہ سے متعلق تمام احادیث مرفوعہ اور صحابہ واکابر تابعین کے آثار کو جمع کرتے ہیں پھر ان احادیث وآثار میں غور کرتے ہیں اگر وہ سب احادیث وآثار ایک جیسے ہوں ان میں مفہوم ومعنی کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہ ہو اور ان سب حدیثوں میں ایک جیسا مسئلہ ہو تو ان احادیث میں مذکور مسئلہ بالکل واضح ہوتا ہے اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بعینہ اس مسئلہ کو لے لیتے ہیں اور اس مسئلہ میں اپنی اجتہادی رائے استعمال نہیں کرتے ایسے مسائل میں آئمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوتا اور اگر وہ احادیث مختلف قسم کی ہوں کسی حدیث میں کوئی حکم ہو اور کسی میں کوئی تو اس پیچیدہ اور الجھی

ہوئی صورت میں مسئلہ کو حل کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اجتہاد کرتے ہیں اور اپنی اجتہادی رائے کو استعمال کرتے ہیں جس کے تین طریقے ہیں۔

① ...... ان احادیث و آثار میں غور کر کے ناسخ اور منسوخ کی تعیین کرتے ہیں تعیین کر کے ناسخ پر عمل کرتے ہیں اور منسوخ کو چھوڑ دیتے ہیں جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کی حدیثیں تو بہت ہیں مگر نہ کرنے کی ایک بھی حدیث نہیں اس لیے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی سنت کہتے ہیں اور چاروں آئمہ کے درمیان یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، لیکن رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں تین قسم کی روایات ہیں۔

① رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد، سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد رفع یدین کی احادیث (حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سنن نسائی ج۱ص۱۶۵) ② رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کے اثبات اور سجود میں رفع یدین کی نفی کی احادیث (جیسے حدیث ابن عمر سنن نسائی ج۱ص۱۶۵) ③ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا اثبات اس کے علاوہ نماز میں رفع یدین کا ترک (جیسے حدیث عبداللہ بن مسعود، سنن نسائی ج۱ص۱۵۸ اور حدیث براء بن عازب، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۶۷) ان حدیثوں کے متعلق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور اجتہادی رائے یہ ہے، تدریجاً رفع یدین ترک ہوا ہے پہلے سجدہ والا رفع یدین ترک ہوا، اس کے بعد رکوع والا رفع یدین بھی ترک ہو گیا اور صرف تکبیر تحریمہ والا رفع یدین باقی رہ گیا چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی ص۱۶۵ پر ترک رفع یدین عند السجود اور ج۱ص۱۵۸ پر رکوع والے رفع کے ترک کا باب قائم کیا ہے لہٰذا رکوع وسجود والے رفع یدین کا سنت ہونا منسوخ ہے اور ترک رفع یدین والی احادیث ناسخ ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخیر زندگی تک ہمیشہ ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی ہے اگرچہ آج تک وہ اس دوام پر دلیل پیش نہیں کر سکے اور نہ آپ کی آخری نماز میں رفع یدین ثابت کر سکے ہیں

تاہم یہ ان کی رائے ہے، اور اپنی اس ذاتی رائے کی بنیاد پر وہ ترک رفع یدین والی حدیثوں پر عمل نہیں کرتے اور رفع یدین والی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔

②......اگر ناسخ ومنسوخ کا پتہ نہ چل سکے تو وہ ان احادیث مختلفہ کی ایسی تشریح کرتے ہیں اور تشریح کر کے اس طرح مسئلہ کو حل کرتے ہیں کہ ان سب حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے جیسا کہ آنے والے مسائل میں آپ حضرات اس کا مشاہدہ کرلیں گے (انشاء اللہ العزیز)

③......اور اگر ان سب احادیث مختلفہ پر عمل کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ترجیحی طریقہ اختیار کرتے ہیں یعنی ان احادیث میں سے جو حدیثیں وجوہ ترجیح کے لحاظ سے راجح ہوتی ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اُن پر عمل کرتے ہیں مثلاً ان احادیث مختلفہ میں سے جو حدیثیں کتاب اللہ، یا سنت مشہورہ یا آثار صحابہ وتابعین یا اصول شریعت کے زیادہ موافق ہوں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان پر عمل کرتے ہیں اور جو حدیثیں کتاب اللہ یا سنت مشہورہ یا آثار صحابہ وتابعین یا اصول شریعت کے خلاف ہوں تو ان حدیثوں کو چھوڑ دیتے ہیں یا اسی طرح ان میں سے بعض حدیثوں پر اجماع اور عملی تواتر ہوتا ہے اور بعض حدیثوں پر اجماع اور عملی تواتر نہیں ہوتا تو ترجیح ان احادیث کو ہوگی جو اجماع اور تواتر عملی کے دائرہ میں آتی ہے۔

نوٹ:

جب اصل صورت حال یہ ہے تو اس کے پیش نظر غیر مقلدین بھائیوں کو چاہئے کہ وہ عدل وانصاف سے کام لیں اور صاف صاف بات کریں کہ فلاں مسئلہ کے متعلق اتنی قسم کی حدیثیں ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اجتہادی رائے اور اپنی تحقیق کی وجہ سے فلاں حدیث پر عمل کیا ہے اور فلاں حدیث کو چھوڑا ہے اور اس وجہ سے چھوڑا ہے، اور ان کے مقابلہ میں ہم نے اپنی رائے سے فلاں فلاں حدیث پر عمل کیا ہے اور فلاں فلاں حدیث پر عمل نہیں کیا اور ان پر عمل نہ کرنے کی یہ وجہ ہے پس ان احادیث مختلفہ میں سے معمول بہ حدیثوں کے انتخاب وترجیح میں اختلاف ہوتا ہے اس میں ایک رائے ہوتی ہے خیر القرون

کے امام، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری طرف رائے ہوتی ہے، چودہویں اور پندرہویں صدی کے غیر مقلدین کی تو اصل تقابل امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور غیر مقلدین کی رائے کا ہے، لیکن یہ لوگ عوام الناس کو دھوکہ یوں دیتے ہیں کہ ایک مسئلہ فقہ حنفی سے لیا اور اس کے مقابلہ میں منسوخ حدیث کو لے لیا اور دونوں کو ٹکرا کر تاثر یہ دیا کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے، ایک طرف فقہ حنفی کا خود ساختہ مسئلہ ہے دوسری طرف آمنہ کے لعل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری حدیث ہے اب تمہاری مرضی کہ غیر معصوم امتی کی رائے اور اُن کے قول پر عمل کرو یا معصوم نبی کی حدیث پر جس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں، لیکن وہ حدیث جو امام اعظم کی دلیل ہوتی ہے وہ نہیں بتاتے، یا اس کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلد عالم مولانا محمد جونا گڑھی جن کا مترجم قرآن کریم حج کے موقع پر غیر مقلدین بطور تحفہ تقسیم کرتے ہیں وہ اپنی کتاب شمع محمدی کے ٹائٹل پر لکھتے ہیں "شمع محمدی جس کے ملاحظہ کے بعد ہر شخص یقین کر لیتا ہے کہ فقہ اور چیز ہے، حدیث اور چیز ہے تقلید شخصی اور چیز ہے، اتباع سنت اور چیز ہے، محمدی جماعت الگ ہے اور حنفی گروہ الگ ہے، تقلید شخصی اور پابندی فقہ کا لہسن پیاز اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کتاب وسنت کے من وسلویٰ سے دستبرداری کر لی جائے" اس کتاب کا عربی نام ہے اظہار الطیب والخبیث بتقابل الفقہ والحدیث یعنی فقہ اور حدیث کا تقابل کر کے پاک (حدیث) اور ناپاک (فقہ) کا اظہار، حالانکہ تقابل حدیث وفقہ میں نہیں کیونکہ فقہ حنفی کے مسئلہ کی بنیاد بھی حدیث پر ہوتی ہے بلکہ تقابل ہوتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور غیر مقلدین کی رائے کا امام ابو حنیفہ اپنی اجتہادی رائے سے ایک قسم کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں، غیر مقلدین دوسری قسم کی حدیثوں کو لیکن یہ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے ایک اور غیر مقلد علامہ عبد القادر حصاروی نے اپنی کتاب اسلام میں اصلی اہل سنت کی پہچان میں فقہ حنفی اور حدیث میں خود ساختہ ٹکراؤ دکھا کر ص ۱۸۰ پر لکھا" یہ اس فقہ کی تعلیم ہے جس کو قرآن وحدیث کا عطر کہا جاتا ہے جو بالکل

غلط ہے یہ تو نالیوں کا پیشاب ہے" یہ کتنی بڑی بے انصافی اور ظلم کی بات ہے۔

؎ عالم ہے مکدر، کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

؎ ظالم میں کہہ رہا ہوں کہ اس خون سے درگذر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائے گا

◉◉◉

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے میں فرق

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟، اس مسئلہ میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے، لیکن اس مسئلہ کی وضاحت اور تفصیل کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے مطابق ہم پہلے اس مسئلہ سے متعلق مختلف قسم کی احادیث ذکر کرتے ہیں پھر ان سب احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کریں گے جس سے اس مسئلہ میں مرد وعورت کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی واضح ہو جائیگا اور تمام حدیثیں بھی سمجھ آ جائیں گی۔

حدیث نمبر ا: (حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ)

"عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّهٗ رَاٰى نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ" (صحیح مسلم ج ا ص ۱۶۸)

ترجمہ: حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے تکبیر کہی تو اپنے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہاتھ اٹھائے۔

" عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا دَخَلَ فِيْ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ"

(مسند احمد ج ۴۱ ص ۴۹۱)

ترجمہ: حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو ہاتھ اٹھائے حتی کہ کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر

گئے، حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث جس میں کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کا مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر ہے اس کے مزید حوالہ جات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے (سنن ابی داود ج۱ص۱۰۹/ سنن نسائی ج۱ص۱۴۰، ۱۴۱/ سنن ابن ماجہ ص۶۲/ سنن کبری بیہقی ج۲ص۲۴، ۲۵/ مسند احمد ج۳۱ص۱۹۶، ۲۰۰/ مسند احمد ج۳۱ص۱۹۲/ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۳، ۲۳۴/ الاحکام الشرعیہ الکبری ج۲ص۱۸۹/ الاحاد والمثانی ج۲ص۱۲۱)

حدیث نمبر۲: (حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم حِيْنَ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَا بِاِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ" (سنن ابی داود ج۱ص۱۰۵/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج۵ص۳۰۵)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے پھر تکبیر کہی۔

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلٰوةَ حَتّٰى حَاذَتْ اِبْهَامَهٗ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ" (مسند احمد ج۳۸ص۲۳۳، التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص۱۱۶۴۹)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں اس طرح رفع یدین کرتے ہیں کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے نچلے کنارے (یعنی کانوں کی لو) کے برابر ہو جاتے ہیں۔

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی

اللہ علیہ وسلم یَرْفَعُ اِبْهَامَیْهُ فِیْ الصَّلٰوةِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ" (سنن ابی داود ج۱ ص۱۰۸، جامع الاصول ج۵ ص۳۰۵)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے انگوٹھے اپنے کانوں کی لو کے برابر اٹھاتے ہیں۔

اس مضمون کی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دوسری احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے (الاحکام الشرعیۃ الکبری ج۲ ص۲۳۹/ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۳/ مسند بزار ج۱۰ ص۱۱۵/ مسند بزار ج۱۰ ص۱۱۷/ سنن کبری بیہقی ج۲ ص۲۴، ۲۸، ۷۱، ۱۳۱/ سنن ابی داود ج۱ ص۱۰۵، ۱۳۸/ ابن ماجہ ص۶۲/ سنن نسائی ج۱ ص۱۴۱/ صحیح مسلم ج۱ ص۱۷۳/ التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ ص۲۵۵)

حدیث نمبر۳: (حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

"عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْهِ" (ابوداود ج۱ ص۱۰۹/ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۶۴/ سنن کبری بیہقی ج۲ ص۲۵)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے۔

حدیث نمبر۴: (حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ" (صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔

حدیث نمبر۵: (حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِفْتَتَحَ التَّکْبِیْرَ فِی الصَّلٰوۃِ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حِیْنَ یُکَبِّرُ حَتّٰی یَجْعَلَھُمَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ" (صحیح بخاری ج۱ص۱۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز کو شروع کیا تو تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے حتی کہ ان کو کندھوں کے برابر کیا۔

حدیث نمبر٦: (حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ)

"عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا وَائِلِ بْنَ حُجْرٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْکَ حِذَاءَ اُذُنَیْکَ وَالْمَرْأَۃُ تَجْعَلُ یَدَیْھَا حِذَاءَ ثَدْیَیْھَا" (معجم کبیر طبرانی ج۲ص۱۹/مجمع الزوائد ج۲ص۲۷۲،۲۲۳ / جمع الجوامع ج۱ص۲۷۴۱۷ / جامع الاحادیث ج۲۳ ص۴۳۹ / کنز العمال ج۷ص۳۳۱)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے وائل بن حجر جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھا اور عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کے برابر ہاتھ اٹھائے۔

تشریح احادیث مبارکہ:

مذکورہ بالا چھ احادیث مبارکہ آپ حضرات کے سامنے ہیں، ان میں سے پہلی تین حدیثوں میں کانوں کے برابر...... چوتھی اور پانچویں حدیث میں کندھوں کے برابر...... جبکہ چھٹی حدیث میں مردوں کے لیے کانوں کے برابر اور عورتوں کے لیے چھاتیوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے، یہاں پر دو چیزیں ایسی ہیں جن پر جمہور محدثین اور جمہور فقہاء کا

اتفاق ہے ایک یہ کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم مردوں کے ساتھ مختص ہے اور چھاتیوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم عورتوں کے ساتھ مختص ہے مردوں کے لیے چھاتیوں کے برابر اور عورتوں کے لیے کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کا کوئی بھی قائل نہیں اور کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی حدیثوں کا تعلق مردوں کے ساتھ بھی ہے اور عورتوں کے ساتھ بھی۔

پس مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ کانوں اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں اور عورتوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ چھاتیوں اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں مردوں کے لیے اس کی صورت یہ ہے کہ ﴿۱﴾ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور ﴿۲﴾ انگوٹھے کانوں کے نچلے کناروں کے برابر اور ﴿۳﴾ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں اس طرح مرد کا دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اور عورت کے لیے صورت یہ ہے کہ ① وہ اپنی ہتھیلیاں چھاتیوں کے برابر اور ② انگلیاں کندھوں کے برابر کریں تا کہ عورتوں کا بھی دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

پس کندھے مرد کے لیے ابتداء غایت ہیں اور عورت کے لیے انتہاء غایت ہیں یعنی کندھوں سے مرد کے ہاتھ اٹھانے کی ابتداء ہوتی ہے اور عورتوں کی انتہاء۔

حنفیہ کے بیان کردہ اس مفہوم وتشریح کے مطابق مسئلہ بھی احادیث کی روشنی میں حل ہوگیا، سب حدیثیں بھی سمجھ آ گئیں...... مرد وعورت کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا جو فرق ہے وہ بھی واضح ہوگیا، اور مرد وعورت دونوں کا ہر ایک سے متعلقہ سب حدیثوں پر عمل بھی ہوگیا۔

فقہ حنفی کی کتابوں میں مرد وعورت کے لیے یہی طریقہ لکھا ہے چنانچہ محدث وفقیہ علامہ زیلعی لکھتے ہیں" وَكَيْفِيَّتُهُ اَنْ يَّرْفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِاِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ وَبِرُءُوْسِ الْاَصَابِعِ فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ "(تبیین الحقائق ج۱ص۲۸۵) مرد کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے

کانوں کی لو کے برابر ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں، اور تبیین الحقائق کے حاشیہ میں علامہ شیخ شبلی لکھتے ہیں " وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ حِذَاءَ اُذُنَیْہِ وَیَمَسُّ طَرْفَ اِبْھَامَیْہِ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ وَ اَصَابِعَہٗ فَوْقَ اُذُنَیْہِ...... وَتَرْفَعُ الْمَرْاَۃُ یَدَیْھَا فِیْ التَّکْبِیْرِ اِلٰی مَنْکِبَیْھَا حِذَاءَ ثَدْیَیْھَا" اور مرد اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے، کانوں کی لو کو اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کو مس کریں اور عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اپنی چھاتیوں سے کندھوں تک اٹھائے۔

تائید از آثار صحابہ و تابعین:

احادیث مذکورہ کے مندرجہ بالا مفہوم و تشریح اور اس مفہوم و تشریح کی روشنی میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی مقدار میں مرد و عورت کے درمیان جو فرق ہے آثار صحابہ آثار تابعین اور اصول شرعی سے اس کی تائید ہوتی ہے، ہم یہ تائیدی آثار امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حدیث عظیم محدث الحافظ عبداللہ بن ابی شیبہ کوفی متوفی ۲۳۵ھ جن کا معروف نام ابوبکر بن ابی شیبہ ہے، کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ سے پیش کرتے ہیں۔

اس میں انہوں نے ایک باب قائم کیا ہے "بَابٌ فِیْ الْمَرْاَۃِ اِذَا افْتَتَحَتِ الصَّلَاۃَ اِلٰی اَیْنَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا" (عورت نماز شروع کرے تو کہاں تک ہاتھ اٹھائے) اور یہ کتاب الصلوۃ کا باب نمبر۹ ہے، محدث ابوبکر بن ابی شیبہ فن حدیث میں اتنا بلند مقام رکھتے ہیں اور امام بخاری کے اتنے قابل اعتماد استاذ حدیث ہیں اور معتمد علیہ ہیں اور علم حدیث میں اتنا اونچا مقام رکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیثیں بخاری میں ان کے حوالہ سے درج کی ہیں، محدث ابوبکر کی احادیث صحیح بخاری جلد اول کے مندرجہ ذیل صفحات میں ملاحظہ کیجئے ص۱۶۲،۱۸۳،۲۶۳،۲۷۴،۴۱۱،۴۳۷،۴۳۸،۴۵۳،۵۴۷،۵۵۵، اور جلد ثانی میں ص۵۶۴،۵۸۱،۵۹۰،۶۲۵،۶۴۱،۸۴۷،۸۴۸،۸۵۶،۹۵۵۔

اس عظیم محدث کی کتاب مذکورہ سے وہ آثار ملاحظہ کیجئے۔

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْمَرْاَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کے طریقہ نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا عورت سمٹ کر اور سکڑ کر نماز پڑھے، اب اگر عورت مرد کی طرح اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر کرے تو یہ طریقہ سمٹ کر اور سکڑ کر نماز پڑھنے کے خلاف ہے اور اگر ہتھیلیاں چھاتی کے برابر کرے تو اس میں سمٹنے والی کیفیت قائم رہتی ہے اسی طرح اگر مرد اپنی ہتھیلیاں چھاتی کے برابر کرے تو یہ طریقہ احادیث تجافی (وہ احادیث جن میں مرد کے لیے اعضاء کو کشادہ رکھنے کا حکم ہے) کے خلاف ہے، نیز اس طریقہ میں عورت کی انگلیاں کانوں کے برابر ہو جائیں گی اور مرد کی ہتھیلیاں چھاتی کے برابر ہو جائیں گی اور یہ دونوں باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں امت کا اجماع ہے کہ عورت انگلیاں کانوں کے برابر اور مرد ہتھیلیاں چھاتی کے برابر نہ اٹھائے بلکہ کندھوں کے برابر اٹھائے۔

عورت کے لیے ہاتھوں کو پست رکھنے کی اتنی تاکید ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے عورت کے لیے رفع یدین کے بارے دو قول ہیں ایک رفع یدین نہ کرنے کا دوسرا معمولی رفع یدین کرنے کا، چنانچہ فقہ حنبلی کے بڑے مضبوط اور مقبول ترجمان امام ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں "فَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَذَكَرَ الْقَاضِيْ فِيْهَا رِوَايَتَيْنِ عَنْ اَحْمَدَ تَرْفَعُ فَعَلٰى هٰذَا تَرْفَعُ قَلِيْلًا قَالَ اَحْمَدَ رَفْعٌ دُوْنَ رَفْعٍ وَالثَّانِيَةُ لَا يُشْرَعُ لِاَنَّهٗ فِيْ مَعْنَى التَّجَافِيْ وَلَا يُشْرَعُ ذَالِكَ لَهَا بَلْ تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَسَائِرِ صَلَاتِهَا"

بہرکیف عورت کے بارے میں قاضی نے امام احمد بن حنبل کے دو قول نقل کئے ہیں (۱) عورت رفع یدین کرے اس قول کے مطابق وہ رفع یدین کرے لیکن معمولی سا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ رفع یدین کے مختلف درجے ہیں، (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ عورت کے لیے رفع یدین کرنا جائز نہیں کیونکہ رفع یدین کرنا تجافی (اعضاء کو دور اور جدا رکھنا) کے حکم میں ہے جو عورت کے لیے جائز نہیں بلکہ اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ پوری نماز میں اور رکوع و سجود میں اپنے جسم کو سمیٹ رکھے (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۳۲۹، حاشیہ الروض المربع ج ۲ ص ۸۲)۔

اثر عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

"حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا شَيْخٌ لَنَا قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً سُئِلَ عَنِ الْمَرْاَةِ كَيْفَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا فِيْ الصَّلَاةِ قَالَ حَذْوَثَدْيَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: محدث عبد اللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم سے ہشیم نے بیان کیا اور وہ کہتے ہیں ہمیں ہمارے ایک عظیم شیخ نے خبر دی اس نے کہا کہ (مکہ کے مفتی) عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ عورت نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے؟، تو میں نے عطاء کے جواب کو خود سنا انہوں نے جواب دیا کہ عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے برابر اٹھائے، اس اثر کی سند بڑی قوی ہے ہشیم اور عطاء قوی اور مسلم راوی ہیں اور ہشیم نے اپنے استاذ کا ذکر اس عنوان سے کیا ہے "شیخ لنا" ہمارے عظیم شیخ، اگر اکیلا شیخ کا لفظ بولا جائے تو ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ادنیٰ درجہ کی تعدیل ہے" وَاَدْنَا هَا مَا اَشْعَرَبِا لْقُرْبِ مِنْ اَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ كَشَيْخٍ" (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۴) اور ادنیٰ درجے کی تعدیل کے وہ الفاظ ہیں جن سے پتہ چلے کہ اس کے بعد جرح کا نرم ترین درجہ ہے جس شیخ کا لفظ، یعنی اس درجہ عدالت کے بعد پھر ہلکے درجے کی جرح کی حد شروع ہو جاتی ہے، لہٰذا مطلقاً بغیر کسی قید کے لفظ شیخ ذکر کیا جائے تو اس میں راوی کی ادنیٰ درجہ کی تعدیل و توثیق ہوتی ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی صفت ذکر کر دی جائے تو جیسی صفت ذکر کیجائیگی توثیق بھی اسی درجہ کی ہوگی مثلاً شیخ حسن الحدیث، شیخ جید الحدیث، شیخ وسط، اور یہاں پر ہشیم نے ایک صفت ذکر کی ہے" شیخ

لنا" ہمارے شیخ صیغہ جمع کا بتا رہا ہے کہ یہ کوئی بڑے درجہ کے استاذ اور بڑے درجہ کے محدث ہیں جو کئی محدثین کے استاذ ہیں یہ قرینہ ہے کہ شیخ میں تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کا مطلب یہ بنتا ہے" ہمارے عظیم شیخ "ہشیم جیسے محدث کی طرف سے اپنے استاذ کی اتنی توثیق کے بعد ان کے ضعیف ہونے کا احتمال ختم ہو جاتا ہے، پھر عطاء بن ابی رباح وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے دو سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۰) وہ مسئلہ بتا رہے ہیں اور یہ شیخ سن رہے ہیں پس یہ شیخ تبع تابعی ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے تین ادوار یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور کو خیر القرون فرمایا ہے (سب سے بہترین یہ تین جماعتیں ہیں) لہذا نبی پاک ﷺ کی اس توثیق سند کے بعد تبع تابعین میں بھی اصل عدالت و ثقاہت ہے اگر راوی کی تعیین نہ بھی ہو لیکن اتنا پتہ چل جائے کہ وہ تابعی یا تبع تابعی ہے تو نبی پاک ﷺ کی مذکورہ بالا توثیق کی وجہ سے اُس کی روایت قبول کر لیجائے گی، ہشیم کا استاذ حدیث جس کا انہوں نے شیخ لنا کے پُر عظمت عنوان سے ذکر کیا ہے وہ تبع تابعی ہے، خیر القرون کا صاحب خیر راوی ہے اس لیے شر القرون (پندرہویں صدی) کے کسی شخص کی جرح سے نہ وہ مجروح ہوگا اور نہ اس کی بیان کردہ حدیث مردود ہوگی، پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ عظیم محدث عبداللہ بن ابی شیبہ اپنی حدیث کی عظیم کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں عنوان قائم کرتے ہیں" فِیْ الْمَرْأَۃِ اِذَا افْتَتَحَتِ الصَّلَاۃَ اِلٰی اَیْنَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا" (عورت نماز کے شروع میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟) اور اس اثر کو بطور دلیل نقل کرتے ہیں ان کا اپنے اس شیخ الشیخ یعنی دادا استاذ کی حدیث کو بطور دلیل اور بطور حجت نقل کرنا ان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

لیکن پندرہویں صدی کا فن حدیث سے غیر مانوس، آدمی جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استنجاء میں استعمال شدہ ڈھیلے کے برابر بھی نہیں وہ اس کو کیسے رد کرتا ہے؟، پھر ان آثار کو ہم تائید کے طور پر نقل کر رہے ہیں اور تائید میں ضعیف احادیث و آثار کو پیش کیا جا سکتا ہے،

چنانچہ صحیح بخاری میں امام بخاری کی درج کردہ بعض ضعیف حدیثوں کا یہی جواب دیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ضعیف حدیثوں کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ تائید کے طور پر نقل کیا ہے، ان وضاحتوں کے بعد "شیخ لنا" کی عدم تعیین کو موجب ضعف نہیں سمجھنا چاہیے۔

اثر عطاء رحمۃ اللہ علیہ :

"عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تُشِيْرُ الْمَرْأَةُ بِيَدَيْهَا بِالتَّكْبِيْرِ كَالرَّجُلِ؟ قَالَ لَا تَرْفَعُ بِذَالِكَ يَدَيْهَا كَالرَّجُلِ وَاَشَارَ فَخَفَضَ يَدَيْهِ جِدًّا وَجَمَعَهُمَا اِلَيْهِ جِدًّا وَقَالَ اِنَّ لِلْمَرْأَةِ هَيْئَةً لَيْسَتْ لِلرَّجُلِ وَاِنْ تَرَكَتْ ذَالِكَ فَلَا حَرَجَ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: ابن جریج کہتے ہیں میں نے (مکہ کے مفتی) عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کیا عورت تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کی طرح ہاتھ اٹھائے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا تکبیر تحریمہ کے وقت عورت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے اور (عملاً سمجھانے کے لیے) انہوں نے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کیا پس اپنے دونوں ہاتھوں کو پست رکھا اور دونوں ہاتھوں کو خوب ملایا نیز فرمایا عورت کا طریقہ نماز مرد کی طرح نہیں اور اگر وہ ہاتھ نہ اٹھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اثر حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا:

"يَحْيٰى بِنْ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ قَالَ رَاَيْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ كَبَّرَتْ فِىْ الصَّلَاةِ وَاَوْمَاَتْ حَذْوَ ثَدْيَيْهَا وَوَصَفَ يَحْيٰى فَرَفَعَ يَدَيْهِ جَمْعًا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ترجمہ: یحییٰ بن میمون کہتے ہیں مجھ سے عاصم احول نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حفصہ بنت سیرین کو دیکھا اس نے نماز کے شروع میں تکبیر کہی اور اپنی چھاتیوں کے برابر ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کیا، یحییٰ بن میمون کے شاگرد یونس بن محمد کہتے ہیں کہ ہمارے استاذ یحییٰ بن میمون نے (عملاً سمجھانے کے لیے) اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پستانوں کے برابر اٹھایا۔

اثر حماد رحمۃ اللہ علیہ:

"عَنْ حَمَّادٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ الْمَرْاَةِ اِذَاسْتَفْتَحَتِ الصَّلٰوةَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا اِلٰى ثَدْيَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۰)

ترجمہ: عورت کے متعلق حماد رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ بتایا کرتے تھے کہ جب وہ نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتیوں تک اٹھائے۔

اثر زہری رحمۃ اللہ علیہ:

"عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۰)

ترجمہ: حدیث کے جامع اول امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عورت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے۔

اثر ام درداء:

"عَنْ عَبْدِرَبِّهٖ بِنِ زَيْتُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَرْفَعُ كَفَّيْهَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا حِيْنَ تَفْتَحُ الصَّلٰوةَ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۰)

ترجمہ: عبدربہ بن زیتون کہتے ہیں میں نے ام درداء کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

تنبیہ:

ان چھ آثار تابعین میں سے پہلے چار آثار میں چھاتیوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور آخری دو میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے ان میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہاتھ اٹھانے میں دو چیزوں کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ ہاتھ کہاں سے کہاں تک اٹھائے جائیں؟ پہلے چار آثار میں ہاتھ اٹھانے کی ابتداء کا ذکر ہے، اور آخری دو میں انتہاء کا ذکر

ہے، اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عورت جب ہاتھ اٹھائے تو انگلیاں طولاً کھلی ہوں تا کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جائیں انگلیاں بند نہ ہوں۔

سند پر اعتراض:

ہم نے پہلے نمبر پر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے جو لوگ مرد و عورت کی نماز کے ایک طرح ہونے کے مدعی ہیں ان کی طرف سے اس حدیث کی سند پر ایک اعتراض ہے اس اعتراض کی بنیاد علامہ ہیثمی کے ایک قول پر ہے، مجمع الزوائد میں وہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو نقل کر کے آگے لکھتے ہیں'' **رواہ الطبرانی فی حدیث طویل فی مناقب وائل من طریق میمونة بنت حجر عن عمتها ام یحییٰ بنت عبد الجبار ولم اعرفها وبقیة رجاله ثقات** ''امام طبرانی نے حضرت وائل بن حجر کے مناقب کے بیان میں ایک طویل حدیث میں اس کو نقل کیا ہے جس کی سند میں ...... میمونہ بنت حجر اپنی پھوپھی ام یحییٰ بنت عبد الجبار سے روایت کرتی ہیں اور میں ام یحییٰ کو نہیں جانتا، اس سے معلوم ہوا کہ ام یحییٰ مجہول ہیں اور مجہول راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے لہذا یہ حدیث بھی ام یحییٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جواب نمبر ۱:

محدثین حضرات جب کسی راوی کے بارے'' لَا اَعْرِفُهَا یا لَمْ اَعْرِفُهَا'' کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس محدث کو اس راوی کے بارے علم نہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کسی کو بھی اس راوی کے متعلق علم نہیں، چنانچہ عبد الرحمٰن بن ابراھیم الخمیسی لکھتے ہیں'' مَنْ قَالَ فِیْ رَاوٍ مَّا: لَا اَعْرِفُهٗ فَهُوَ حُكْمٌ مِّنْهُ عَلٰی نَفْسِهٖ بِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ، وَلَا یَنْفِیْ ذٰلِكَ مَعْرِفَةَ غَیْرِهٖ لَهٗ، فَهٰذَا اَبُوْ حَاتِمِ الرَّازِیُّ وَابْنُ حَزْمٍ جَهِلَا اَقْوَامًا مَعْرُوْفِیْنَ، وَفِیْهِمْ مَنْ هُوَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِیْحَیْنِ ''معجم علوم الحدیث النبوی ۱۷۸) جب کوئی محدث کسی راوی کے متعلق یہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا تو

یہ اس کا اپنے متعلق اقرار ہوتا ہے کہ مجھے اس کے بارے میں علم نہیں لیکن اس سے دوسروں کے علم کی نفی نہیں ہوتی، جیسے ابو حاتم رازی اور ابن حزم متعدد راویوں کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ وہ راوی معروف ہوتے ہیں بلکہ وہ بخاری اور مسلم کے راوی ہوتے ہیں، لہذا علامہ ہیثمی کے عدم علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی ام یحیٰ مجہول ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

جواب نمبر۲:

مجہول کی دو قسمیں ہیں ① مجہول العین ② مجہول الحال، مجہول العین کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی تعین نہ ہو یہ پتہ نہ چل سکے کہ یہ راوی کون ہے اس کا مصداق کونسا شخص ہے، مجہول الحال ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کے ثقہ وضعیف ہونے کی کیفیت معلوم نہ ہو سکے اگر ام یحیٰ کے مجہول ہونے سے مجہول العین مراد ہے تو یہ بالکل غلط ہے ام یحیٰ مجہول العین نہیں ہے، ام یحیٰ کی تعیین کے لیے ذیل کے نقشہ کو پیش نظر رکھیے۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ
عبدالجبار — علقمہ
ام یحیٰ — حجر
محمد بن حجر — میمونہ بنت حجر
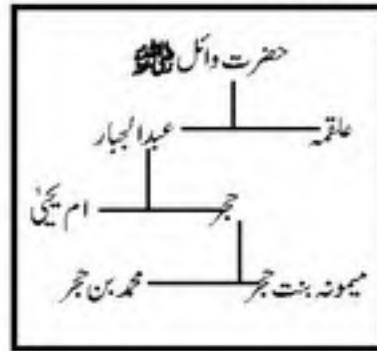
ام یحیٰ عبدالجبار کی بیٹی، حُجر کی بہن، علقمہ کی بھتیجی وائل رضی اللہ عنہ کی پوتی، اور ابو حُریز کی بیوی ہیں (تاریخ دمشق ج٦ ص٣٨٨) ام یحیٰ اپنے باپ عبدالجبار اور اپنے چچا علقمہ سے روایت کرتی ہیں، پھر ام یحیٰ سے دو روایت کرنے والے راوی ہیں۔

① ان کا بھتیجا محمد بن حجر ② بھتیجی میمونہ بنت حجر، اور اسماء رجال کی کتابوں میں ام یحیٰ کے تین نام مذکور ہیں ① کِشّہ ''کاف پر زیر اور شین پر شد'' (الاکمال ج٧ ص١٢٢، اکمال الاکمال ج٧ ص١٥٨، المؤتلف والمختلف للدارقطنی ج٤ ص٦١) ② کبشہ (تاریخ دمشق ج٦٢ ص٣٩٠) ③ حبشہ (تبصیر المنتبہ، تحریر المشتبہ ج١ ص٣٤٢) اتنے واضح

تعارف کے بعد ام یحییٰ کو مجہول العین کہنا درست نہیں، اور اگر مجہول سے مجہول الحال مراد ہے تو اس سلسلہ میں دو باتیں عرض خدمت ہیں۔

﴿۱﴾ ام یحییٰ یقیناً تبع تابعیہ ہیں اور اگر اپنے دادا کا زمانہ پایا ہے تو تابعیہ بھی ہیں اور یہ دونوں طبقے خیر القرون میں شامل ہیں، لہٰذا ام یحییٰ نبی پاک ﷺ کی مصدقہ مشہود لہ بالخیر جماعت میں داخل ہیں اور خیر القرون کے راوی کا مجہول ہونا موجب ضعف تب بنتا ہے جب خیر القرون کے اصحاب خیر حضرات نے اس کی روایت کو رد کیا ہو پس جو لوگ ام یحییٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ان کی حدیث کو رد کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ یہ بات ثابت کریں کہ ام یحییٰ کی حدیث کو تابعین یا تبع تابعین نے رد کر دیا تھا اور اگر یہ ثابت نہیں کر سکتے ،تو شر القرون کے اصحاب الشر کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خیر القرون کے اصحاب الخیر حضرات کی حدیث کو رد کریں۔

﴿۲﴾ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے سامنے دو چیزیں ہیں ایک نبی پاک ﷺ کی طرف سے خیر القرون کے لوگوں کی اجمالی توثیق وتصدیق جن میں ام یحییٰ بھی شامل ہیں دوسری طرف علامہ ہیثمی کا عدم علم اور عدم واقفیت ہے، ہمارا علم وایمان اس کو گوارا نہیں کرتا کہ علامہ ہیثمی کے عدم علم کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی توثیق وتصدیق کو رد کر کے ام یحییٰ کی روایت کردہ حدیث کو رد کریں، ہاں اگر آپ علامہ ہیثمی کے عدم علم اور عدم واقفیت کی کمزور ترین وجہ کی بنیاد پر نبی پاک ﷺ کی توثیق کو رد کر کے ام یحییٰ کی حدیث کو رد کرنے کا حوصلہ اور جرأت کرتے ہیں تو یہ ابولہبی جرأت آپ لوگوں کو مبارک ہم اس سے بیزار ہیں۔

جواب نمبر۳:

اس حدیث شریف کی شریعت کے نہایت مضبوط اجماعی شرعی اصول کہ ''عورت کے لیے عدم تجاہل اور تستر بدن مطلوب شرعی ہے'' سے تائید ہوتی ہے آثار صحابہ اور آثار

تابعین سے بھی تائید ہوتی ہے، نیز فقہاء کے وہ اقوال جن میں تمام احوال میں خصوصاً نماز میں عورت کے لیے ستر بدن کی تاکید ہے"والستر فی جمیع احوالها فی الصلوة وغیرها" "عورت کے لیے نماز وغیرہ سب احوال میں ستر بدن ضروری ہے (ملاحظہ کیجئے، الخلاصة الفقهیه علی مذهب السادة المالکیه ج۱ص۷۳/ حاشیة الصاوی علی الشرح الصغیر ج۲ص۴۸، ۴۹/ بلغة السالک ج۱ص۲۱۸/ فقه العبادات مالکی ج۱ص۱۶۵/ شرح شروط الصلوة وارکانها لمحمد بن عبد الوهاب ج۱ص۳۸/ الفقه الاسلامی وادلیه ج۲ص۸۲، ج۲ص۱۰۷، یہ بھی اس حدیث کے لیے مؤید ہیں، لہٰذا ان مؤیدات کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۴:

حدیث مرفوع کے ساتھ موافقت نیز آثار کے ایک دوسرے کے لیے مؤید ہونے کی وجہ سے یہ ضعف دور ہوگیا۔

میرا بھی اک سوال ہے (جواب نمبر۵):

اگر مرد وعورت کی نماز ایک طرح ہونیکے مدعی حضرات کسی طور پر بھی اس حدیث اور اس کے تائیدی آثار اور اصول شریعت کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو ہمارا ان سے مطالبہ یہ ہے کہ آپ حضرات کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا روا نہیں، نیز آپ حضرات کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سمیت کسی کی رائے بھی حجت نہیں، لہٰذا اپنے ان ہر دو اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کردیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد وعورت ایک طرح ہاتھ اٹھائیں تو ہم اس حدیث کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اے پھول تو کب کھلے گا میں تجھ سے پیار کروں گا
تو نہ کھلا تو قیامت تک تیرا انتظار کروں گا

مسئلہ:

مرد وعورت کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا مذکورہ بالا مستحب طریقہ اس وقت ہے جب کوئی چیز مانع نہ ہو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اس مجبوری کی حالت میں جیسے بھی ہاتھ اٹھائیں نماز بلا کراہت صحیح ہے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "ثُمَّ اَتَیْتُهُمْ فَرَاَیْتُهُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اِلٰی صُدُوْرِهِمْ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَیْهِمْ بَرَانِسُ وَاَکْسِیَةٌ" "حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (سردیوں میں) ان کے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم) کے پاس دوبارہ آیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں کیونکہ ان کے سر پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں اور سنن کبری بیہقی میں ہے کہ وہ اپنے ان کپڑوں کے نیچے ہاتھ اٹھاتے تھے، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سردی کیوجہ سے بڑی چادریں لپیٹ رکھی تھیں تو وہ ان کپڑوں میں ہی اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے، یہ طریقہ سنت کے طور پر نہ تھا بلکہ سردی اور چادروں کی مجبوری کی بناء پر تھا۔

مردوعورت کا ہاتھ باندھنے میں فرق

نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں مردوعورت کے درمیان جوفرق ہے اس کی وضاحت سے قبل چند نکات کا ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

① ...... مردوعورت کی نماز ایک طرح ہونے کے مدعی حضرات بھی مانتے ہیں کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے لیکن وہ یہ وضاحت نہیں کرتے کہ سینہ پر ہاتھ کس جگہ پر باندھے فقہ حنفی میں اس کی بھی تعیین موجود ہے، عورت سینہ پر پستانوں کے نیچے متصل ہاتھ باندھے چنانچہ غنیۃ المستملی المعروف کبیری ص۲۹۴ الاشباہ والنظائر ج۱ص۳۵۷ تبیین الحقائق ج۲ص۷۶ میں ہے" وَتَضَعُ يَمِينَهَا عَلٰى شِمَالِهَا تَحْتَ ثَدْيَيْهَا ''عورت نماز میں اس طرح ہاتھ باندھے کہ پستانوں کے نیچے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے عورت کے بارے شریعت کا جواصول ہے کہ" عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے" اس کا تقاضا بھی یہی ہے۔

② ...... مردوعورت کی نماز ایک طرح ہونے کے مدعی لوگوں کے اس مسئلہ میں دودعوے ہیں ایک یہ کہ عورت سینہ پر ہاتھ باندھے دوسرا یہ کہ مرد بھی عورت کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھے چونکہ ان کے پہلے دعوی میں ان کی اہل السنۃ والجماعت کیساتھ موافقت ہے اس لیے اس پر ہمیں کچھ کہنے لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ دوسرے دعوی میں اس افتراقی انتشاری فرقہ نے پوری امت مسلمہ سے ایک جدا موقف اختیار کیا ہے اس لیے آگے اسی دوسرے مسئلہ کی اجماع امت اور احادیث وآثار کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

مرد کا نماز میں ہاتھ باندھنا مذاہب اربعہ کی روشنی میں:

نماز کے اندر بحالت قیام ہاتھوں کی کیفیت کے بارے تین مذاہب ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مذہب نمبر۱:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے دائیں بائیں نیچے چھوڑ کر پورے ادب اور وقار کے ساتھ کھڑا ہونا مستحب ہے اور ان کے نزدیک فرضوں میں ہاتھ باندھنا جائز ہے لیکن اس میں کراہت بھی ہے البتہ نوافل میں ہاتھ باندھنا بلا کراہت جائز ہے، مگر بعض مالکیوں نے ہاتھ باندھنے کو ترجیح دی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب فقہ مالکی کی مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

(۱) منح الجلیل ج۲ص۶۴، ج۲ص۷۷ میں ہے "وَاَرْسَلَهُمَا بِوَقَارٍ هٰذِهٖ اَشْهَرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ مَالِكٍ وَهِيَ الَّتِيْ عَمِلَ بِهَا اَكْثَرُ اَصْحَابِهٖ وَكُرِهَ الْقَبْضُ فِي الْفَرْضِ وَيَجُوْزُ فِي التَّطَوُّعِ" اور وقار کے ساتھ نماز میں ہاتھوں کو چھوڑنا امام مالک کا مشہور قول یہی ہے اور اکثر مالکی حضرات کا عمل اسی پر ہے اور ہاتھوں کو فرض میں باندھنا مکروہ ہے البتہ نفلوں میں بلا کراہت جائز ہے (۲) ارشاد السالک ج۱ص۳۰، ۳۱ (۳) الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ للقروی ج۱ص۷۲ مندوب نمبر۵ (۴) الشرح الکبیر للدردیر ج۱ ص۲۴۷، ۲۵۰ (۵) الفواکہ الدوانی ج۱ص۳۵۸ (۶) الکافی فی فقہ اہل المدینہ ج۱ص۲۰۶ (۷) الاستذکار ج۲ص۲۹۱ (۸) حاشیہ دسوقی ج۲ص۴۳۹ (۹) فقہ العبادات مالکی ج۱ص۱۶۱ (۱۰) اشرف المسالک ج۱ص۳۸ (۱۱) مواہب الجلیل ج۲ص۲۳۹۔

مذہب نمبر۲:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف کے نیچے متصل ہاتھ

باندھنا مستحب ہے لیکن سینہ اور ناف کے درمیان ہاتھ باندھنا یا ہاتھوں کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے، مگر خلاف اولیٰ ہے حنفیہ کا مذہب کنز، قدوری، حدایہ، فتاوی عالمگیری، البحرالرائق، تبیین الحقائق، فتح القدیر اور السعایہ میں دیکھا جا سکتا ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب فقہ حنبلی کی مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

① المغنی ج۲ ص۳۳۱ "يَضَعُهُمَا تَحْتَ سُرَّتِهٖ رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ مِجْلَزٍ وَالنَّخْعِيِّ وَالثَّوْرِيِّ وَاِسْحَاقَ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ مِنَ السُّنَّةِ الخ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا يَنْصَرِفُ اِلٰى سُنَّةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَلِاَنَّهٗ قَوْلُ مَنْ ذَكَرْنَا مِنَ الصَّحَابَةِ" دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے یہ مذہب حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابومجلز، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ سنت ہے دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا اس حدیث کو امام احمد نے اور امام ابوداود نے نقل کیا ہے اس سنت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہے نیز اس لئے بھی کہ مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب بھی یہی ہے۔

② مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ ج۲ ص۵۵۱، ۵۵۲ "قَالَ تَحْتَ السُّرَّةِ اَقْوٰى فِي الْحَدِيْثِ وَاَقْرَبُ اِلَى التَّوَاضُعِ" ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اور عاجزی کے زیادہ قریب ہے ③ التھذیب المقنع ج۱ ص۲۳۶ ④ الروض المربع ج۱ ص۶۸ "لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ" ⑤ الشرح الممتع ج۳ ص۳۶ ⑥ الکافی فی فقہ ابن حنبل "لِرِوَايَةِ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ" ⑦ المبدع شرح المقنع ج۱ ص۳۷۹ "لِرِوَايَةِ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ" ⑧ حاشیۃ الروض المربع ج۲ ص۲۰ "لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ" ⑨ شرح اخصر المختصرات لابن جبرین لحدیث علی ج۷ ص۷ ⑩ شرح الزرکشی ج۱ ص۳۷۱ ⑪ شرح منتہی الارادات ج۱ ص۲۱۳ "لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ" ⑫ شرح زاد المستقنع للحمد ج۵ ص۲۸ "لِحَدِيْثِ

عَلِيّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ'' ⑬ شرح کشاف القناع ج۲ ص۶ ۴۷ '' رُوِیَ عَنْ عَلِيّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ لِقَوْلِ عَلِيّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُد''

مذہب نمبر۳:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر دونوں ہاتھ اس طرح باندھیں کہ ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے نیچے والے آخری حصہ پر ہو اور باقی سینہ سے نیچے ہو، تاہم ان کے نزدیک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا یا ہاتھوں کو چھوڑنا بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

شافعی مذہب کی مختلف تعبیرات:

امام شافعی کے اس طریقہ میں غور کریں تو چار نکات واضح طور پر سامنے آتے ہیں

① ...... سینہ کے اوپر والے حصہ سے ہاتھ مکمل طور پر نیچے رہتے ہیں۔

② ...... ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، ان دو چیزوں کی طرف دیکھتے ہوئے بعض شافعی علماء نے تحت الصدر (سینہ کے نیچے) کی تعبیر اختیار کی ہے، پس تحت الصدر سے ان کی مراد سینہ کا بالائی حصہ یا آخری حصہ ہے اور ان کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہاتھ سینہ کے بالائی اور آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، تحت الصدر کی اس وضاحت کی تائیدات کتب شافعیہ سے تشریح احادیث کے تحت پیش ہونگی، انشاء اللہ العزیز۔

③ ...... ہاتھ ناف سے اوپر رہتے ہیں اس لئے بعض نے ''فَوْقَ السُّرَّةِ'' (ناف سے اوپر) کی تعبیر اختیار کی۔

④ ...... ہاتھ کا کچھ حصہ سینہ اور ناف کے درمیان ہوتا ہے اس لیے بعض نے بین الصدر والسرۃ (سینہ اور ناف کے درمیان) کی تعبیر اختیار کی، لہذا امام شافعی کا بطور سنت طریقہ ایک ہی ہے اور اسی ایک ہی طریقہ کی مختلف جہتوں کے اعتبار سے مختلف تعبیرات ہیں، امام شافعی کا مذہب فقہ شافعی کی کتابوں کے حوالہ سے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) الحاوی فی فقہ الشافعی ج ۲ ص ۹۹، ۱۰۰ ''فَمِنَ السُّنَّۃِ اَنْ یَّضَعَھَا تَحْتَ صَدْرِہٖ'' (۲) السراج الوھاج ج ۱ ص ۵۱، ج ۱ ص ۹۵ (۳) الشرح الکبیر للرافعی ج ۳ ص ۲۶۹، ص ۲۸۱، ج ۵ ص ۱۷۷ (۴) اللباب فی الفقہ الشافعی ج ۱ ص ۸۷ (۵) المجموع شرح المھذب ج ۳ ص ۳۱۰ ''وَیَجْعَلُھُمَا تَحْتَ صَدْرِہٖ وَفَوْقَ سُرَّتِہٖ ھٰذَا ھُوَالصَّحِیْحُ الْمَنْصُوْصُ'' المجموع شرح المھذب ج ۵ ص ۲۳۱ (۶) المقدمۃ الحضر میہ ج ۱ ص ۶۶ (۷) المنھاج للنووی ج ۱ ص ۳۲ (۸) المنھج القویم ج ۱ ص ۹۲ (۹) اسنی المطالب شرح روض الطالب ج ۲ ص ۴۵۱ (۱۰) اعانۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۵ ''قولہ لِلِاتِّبَاعِ وَھُوَ مَارَوَاہُ اِبْنُ خُزَیْمَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اِلٰی قَوْلِہٖ تَحْتَ صَدْرِہٖ'' ج ۲ ص ۱۲۵ (۱۱) الوسیط ج ۱ ص ۱۰۰ (۱۲) الاقناع فی حل الفاظ ابی الشجاع ج ۱ ص ۱۳۱ (۱۳) الاقناع للشربینی ج ۱ ص ۱۳۲ (۱۴) الاقناع للماوردی ج ۱ ص ۳۸ (۱۵) تحفۃ المحتاج ج ۲، ۵ ص ۱۴/۳۱۴ ج ۶ ص ۱۲، ۳۱، ۲۰۴ (۱۶) حاشیۃ البجیرمی ج ۴ ص ۳۴۳، ج ۲ ص ۴۵۰ (۱۷) حاشیہ الجمل ج ۳ ص ۴۷۴ (۱۸) حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۸۲ (۱۹) حواشی الشروانی ج ۲ ص ۱۸، ۹، ۷ (۲۰) فتح المعین ج ۱ ص ۱۳۵ (۲۱) فتح الوھاب ج ۱ ص ۸۵۔

مرد کا سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے:

زیر بحث مسئلہ میں مذاہب اربعہ کی تفصیل باحوالہ آپ کے سامنے آچکی ہے، اس کے مطابق نماز کے اندر مرد کے لیے بحالتِ قیام ہاتھوں کی کیفیت کے متعلق تین ہی مذہب ہیں (۱) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف کے نیچے اور (۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہے جبکہ (۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھ چھوڑنا مستحب ہے پس سینہ پر ہاتھ باندھنا مذاہب اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی کا مذہب ہے لہذا سینہ پر ہاتھ نہ باندھنے پر امت کا اجماع ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کا نظریہ اجماع امت کے خلاف ہے۔

مشہور محدث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جن کی حدیث کی عظیم کتاب سنن ترمذی صحاح

ستہ میں شامل ہے اس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے اندر ہاتھ باندھنے کے متعلق دو ہی مذہب ذکر کئے ہیں ① ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا ② اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مردوں کے لیے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے والا مذہب انہوں نے ذکر نہیں کیا کیونکہ سلف میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں تھا فرماتے ہیں'' وَرَأٰی بَعْضُهُمْ اَنْ يَّضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَاٰی بَعْضُهُمْ اَنْ يَّضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ'' (سنن ترمذی ج ا ص ۵۹) بعض صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا مذہب یہ ہے کہ ناف سے اوپر ہاتھ باندھے جائیں جبکہ بعض کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں، اور عظیم محقق ڈاکٹر ماہر لیسین'' اَلْفَحْلُ رَئِيْسُ كُلِّيَّةِ الْعُلُوْمِ الْاِسْلَامِيَّةِ جَامِعَةُ الْاَنْبَارْ '' لکھتے ہیں '' اِنِّيْ لَمْ اَجِدْ نَقْلًا قَوِيًّا عَنْ اَحَدٍ مِنَ السَّلَفِ يَقُوْلُ بِوَضْعِ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى عَلَى الصَّدْرِ '' (نَمَاذِجُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الْمُتَعَارِضَةِ بِاللَّفْظِ ج ۱۴ ص ۸) اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینہ کے اوپر باندھے۔

مرد کا نماز میں ہاتھ باندھنا احادیث کی روشنی میں:

گذشتہ مسئلہ کی طرح زیر غور مسئلہ میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ کے طریقہ کے مطابق پہلے اس سے متعلقہ تین قسم کی احادیث مبارکہ ذکر کی جائیگی ازاں بعد ان کی تشریح عرض کریں گے جس سے نماز میں مرد کے لیے ہاتھ باندھنے کا حکم واضح ہو جائے گا اور یہ بات بھی واضح ہو جائیگی کہ مرد کا نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا احادیث نبویہ کیخلاف ہے۔

احادیث کی قسم اول (ہاتھ چھوڑنا)

حدیث نمبر ۱:

''عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ

وسلم اِذَا کَانَ فِیْ صَلَاتِہٖ رَفَعَ یَدَیْہِ قِبَالَۃَ اُذُنَیْہِ فَاِذَا کَبَّرَ اَرْسَلَھَا وَرُبَّمَا رَاَیْتُہٗ یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی یَسَارِہٖ" (المعجم الکبیر للطبرانی ج۸ص۲۱۱ باب احادیث معاذ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے پھر تکبیر کہہ کر ہاتھوں کو چھوڑ دیتے اور بسااوقات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھتے ہیں۔

حدیث نمبر۲:

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ عظیم محدث عبداللہ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ص۳۲۵ پر باب قائم کیا ہے "مَنْ کَانَ یُرْسِلُ یَدَیْہِ فِیْ الصَّلَاۃِ" (ان صحابہ وتابعین کا ذکر جو نماز میں ہاتھ چھوڑ دیتے تھے) اس کے حوالہ سے چند آثار پیش کئے جاتے ہیں "عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ ، وَمُغِیْرَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّھُمَا کَانَا یُرْسِلَانِ اَیْدِیَھُمَا فِیْ الصَّلَاۃِ" یونس حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق اور مغیرہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں نماز میں اپنے ہاتھ چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ کَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ اِذَا صَلّٰی یُرْسِلُ یَدَیْہِ"

ترجمہ: عمرو بن دینار (تابعی) کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب پڑھتے تو اپنے ہاتھ چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ اِبْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ یُمْسِکُ یَمِیْنَہٗ بِشِمَالِہٖ؟ قَالَ اِنَّمَا فَعَلَ ذَالِکَ مِنْ اَجَلِ الدَّمِ"

ترجمہ: ابن سیرین سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے؟ تو جواب میں فرمایا اس طرح فقط اس وقت کرے گا جب ہاتھوں کو چھوڑنے سے انگلیوں کی جانب خون کا دباؤ بڑھ جائے۔

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ مَارَاَيْتُ اِبْنَ الْمُسَيِّبِ قَابِضًا يَمِيْنَهٗ فِيْ الصَّلٰوةِ كَانَ يُرْسِلُهَا"

ترجمہ: عبداللہ بن یزید کہتے ہیں میں نے سعید بن المسیب کو نماز میں ہاتھ باندھے ہوئے نہیں دیکھا وہ نماز میں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث نمبر٦:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَيْزَارِ قَالَ كُنْتُ اَطُوْفُ مَعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَرَاٰى رَجُلًا يُصَلِّيْ وَاضِعًا اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ فَذَهَبَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ جَاءَ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عیزار کہتے ہیں میں سعید بن جبیر کے ساتھ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا سعید بن جبیر نے ایک آدمی کو دیکھا کو وہ نماز پڑھ رہا ہے اور کبھی اس ہاتھ کو اُس پر اور کبھی اُس ہاتھ کو اِس پر رکھتا ہے سعید بن جبیر گئے اور اس کے ہاتھوں کو جدا کیا اور واپس آ گئے۔

احادیث کی قسم دوم (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا):

حدیث نمبر۱:

" عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِيْ الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ "(مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۲۱ بحاشیہ الشیخ محمد عوامہ)

ترجمہ: علقمہ اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

حدیث نمبر۲:

"اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ زَيْدٍ السُّوَائِيُّ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" (سنن الدارقطنی ج۱ص۲۸۶/السنن الکبریٰ بیہقی ج۲ص۳۱)

ترجمہ: ابومعاویہ، عبدالرحمان بن اسحاق، زیاد بن زید السوائی، ابوجحیفہ کی سند سے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کا ہتھیلی کے اوپر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعَ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (دارقطنی/بیہقی)

ترجمہ: حفص بن غیاث، عبدالرحمان بن اسحاق، نعمان بن سعد کی سند سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک نماز کی سنتوں میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث نمبر۴:

"يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ زَيْدٍ السُّوَائِيُّ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعَ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" (بیہقی، دارقطنی)

ترجمہ: یحییٰ بن ابی زائدہ، عبدالرحمان بن اسحاق، زیاد بن زید سوائی، ابو جحیفہ کی سند سے روایت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک نماز کی سنتوں میں سے ہے دائیں ہتھیلی کو بائیں پر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث نمبر ۵:

" عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ مِنَ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْاَيْدِیْ عَلَى الْاَيْدِیْ تَحْتَ السُّرَرِ "(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۴)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کی سنتوں میں سے ہاتھوں کو ہاتھوں کے اوپر رکھنا نافوں کے نیچے۔

حدیث نمبر ۶:

"عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعَ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ" (اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی ج ۴ ص ۳۹۰/جامع الاحادیث ج ۳۰ ص ۱۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں کے اوپر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

حدیث نمبر ۷:

" عَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِیْ الصَّلٰوةِ وَيَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ اخرجه رزين" (جامع الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ج ۵ ص ۳۲۰)

ترجمہ: ابو جحیفہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے" ذَكَرَ الْاَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِیُّ

، قَالَ حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيّ عن عُقْبة بن صَهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ ''(فتح المالک بتبویب التمہید علی موطاامام مالک ج ۳ ص ۲۰۱) اثرم، ابوالولید طیالسی، حماد بن سلمہ، عاصم جحدری، عقبہ بن صہبان کی سند سے روایت ہے کہ عقبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فصل لربک وانحر کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھنا ناف کے نیچے۔

نوٹ:

شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ اور بعض حنفی علماء فرماتے ہیں کہ جب صحابی کسی قید کے بغیر کہے السنۃ کذا (سنت اس طرح ہے) تو اس سے سنت رسول مراد ہوتی ہے پس صحابی کا السنۃ کہنا قال رسول اللہ یا فعل رسول اللہ کے قائمقام ہے، اور جیسے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیث مرفوع ہوتی ہے اسی طرح صحابی جب السنۃ کہے تو وہ بھی حدیث مرفوع ہوتی ہے، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث، حدیث مرفوع ہے۔

نوٹ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی عبدالرحمان بن اسحاق الواسطی ضعیف راوی ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے۔ (اس سلسلہ میں تین نکات ملاحظہ کیجیے۔

① قاعدہ ہے کہ جب ضعیف حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو اور ان میں سے ہر سند اگرچہ ضعیف ہو لیکن ان متعدد سندوں کے ملنے سے وہ ضعف دور ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک ایک دھاگہ کمزور ہوتا ہے لیکن جب کئی کمزور دھاگوں کو ملا کر ان سے رسی بنائی جاتی ہے تو وہ اتنی مضبوط بنتی ہے کہ اس کو جوان آدمی بھی نہیں توڑ سکتا اسی طرح جب ضعیف

حدیث کی سندیں متعدد ہوں تو ان کے ملنے سے اس حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے اور وہ حدیث قابل حجت بن جاتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کی اسناد ایک راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف بتائی گئی ہیں لیکن ان متعدد سندوں کے ملنے کی وجہ سے وہ ضعف دور ہو گیا اس لیے یہ حدیث حجت ہے۔

② یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب ایک ضعیف حدیث کی دوسری حدیثوں سے تائید ہو جائے اگر چہ وہ ضعیف ہی ہوں تو ان مؤیدات کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ ضعیف حدیث کے درجہ سے نکل کر درجہ حسن میں آ جاتی ہے، حضرت وائل کی مذکورہ بالا حدیث اور آگے آنے والی دیگر حدیثوں سے بھی حدیث علی کی تائید ہوتی ہے۔

③ حنبلی اور حنفی علماء نے اپنی کتب فقہ میں خوب اس سے استدلال کیا ہے، اور فقہاء کا استدلال کرنا دلیل صحت ہے۔

لہٰذا ان ہر سہ قواعد کیوجہ سے ضعف دور ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث حجت بن گئی، سو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ضعیف کہہ کر وہی آدمی رد کرے گا جو محدثین کے ان مذکورہ بالا اصولوں سے جاہل ہو گا یا علم و دانش کے باوجود، دیدہ دانستہ بوجہ تعصب جاہل بن جائے گا۔

انجان تم بنے رہے یہ اور بات ہے ایسا تو کیا ہے تم کو ہماری خبر نہ ہو

حدیث نمبر ۸:

" قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه اَخْذُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ فِىْ الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۳۱۴/ فتح المالک ج ۳ ص ۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں کے ساتھ پکڑنا ناف کے نیچے سنت ہے۔

حدیث نمبر۹:

" عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِیْ الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (المحلی ابن حزم ص۳۷۰: مسئلہ نمبر ۴۴۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں ہتھیلی ، ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا (سنت ہے)۔

حدیث نمبر۱۰:

" عَنْ عَلِیٍّ رضی الله عنه قَالَ ثَلٰثَةٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاَ نْبِیَاءِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْاَکُفِّ عَلَی الْاَکُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ فِیْ الصَّلٰوةِ" (جامع الاحادیث ج۳۰ص۲۲۸/ کنز العمال ج۱۶ص۲۳۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تین چیزیں انبیاء علیہم السلام کے اخلاق سے ہیں ① روزہ جلدی افطار کرنا ② سحری دیر سے کھانا ③ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۱۱:

"عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه ثَلَاثٌ مِنَ النُّبُوَّةِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیَدِ الْیُسْرٰی تَحْتَ السُّرَّةِ" (المحلی لابن حزم ص۳۷۰ مسئلہ نمبر ۴۴۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تین چیزیں اخلاق نبوۃ سے ہیں، روزہ جلدی افطار کرنا، سحری دیر سے کھانا اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۱۲:

" عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِیْ الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ص۳۲۲باب نمبر۱۶۷)

ترجمہ: (مشہور جلیل القدر تابعی) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا نمازی اپنے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھے۔

حدیث نمبر ۱۳:

"قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا مِجْلَزٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ اَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهِ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۳ باب نمبر ۱۶۷)

ترجمہ: حجاج بن حسان کہتے ہیں میں نے ابومجلز سے پوچھا نماز کے اندر میں ہاتھ کہاں رکھوں ابومجلز نے جواب ارشاد فرمایا اپنے دائیں ہاتھ ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور ناف کے نیچے کر دے۔

احادیث کی قسم سوم (ہاتھ سینہ اور ناف کے درمیان باندھنا)

حدیث نمبر ۱:

"مُؤَمِّلُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عن الثوری عن عاصم بن كُلَيْبٍ عن ابيه عن وائل اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهِ" (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۰)

ترجمہ: مومل بن اسماعیل، سفیان ثوری، عاصم، کلیب، وائل بن حجر کی سند سے روایت ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا پھر ان کو اپنے سینہ پر رکھا۔

نوٹ:

اس حدیث کی سند میں مؤمل بن اسماعیل انتہائی ضعیف راوی ہے، چنانچہ صحیح ابن خزیمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے "قَالَ الْاَلْبَانِيُّ اِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ مُؤَمِّلًا وَهُوَ ابْنُ

اِسْمٰعِیْلَ سَیِّئُ الْحِفْظِ ‘‘ ناصر البانی نے کہا ہے اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل کا حافظہ خراب تھا۔

حدیث نمبر۲:

’’ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ وَّائِلٍ بْنِ حُجْرٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ بِالتَّکْبِیْرِ ثُمَّ وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلٰی یُسْرَاهُ عَلٰی صَدْرِهٖ‘‘ (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۰)

ترجمہ: سعید، عبدالجبار، اُمِّہٖ ، وائل بن حجر کی سند سے روایت ہے، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جب نماز کا وقت ہوا آپ محراب میں داخل ہوئے تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھائے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر کر کے سینہ کے اوپر رکھے۔

نوٹ:

آپ حضرات کو یاد ہوگا جب اہل السنت والجماعت کی طرف سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی گئی کہ عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں کے برابر اٹھائے تو منکرین کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ اس حدیث کی سند میں امہ ہے جو مجہول ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ علی صدرہ والی مذکورہ بالا حدیث میں بھی وہی امہ موجود ہے مگر اس جگہ خاموشی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں پیدا ہوا، صرف اس لیے کہ بظاہر یہ حدیث ان کے مطلب کی ہے اور وہ اس کو اپنی دلیل سمجھتے ہیں جب کہ یہ حدیث سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کی دلیل بن بھی نہیں سکتی، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حدیث نمبر۳:

’’اِنَّ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ قَالَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ (فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ)

قَالَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسْطِ يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهِ" (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۰)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فصل لربک وانحر کی تفسیر میں فرمایا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے درمیان (یعنی بائیں ہتھیلی کے اوپر) رکھے پھر ان دونوں کو سینہ کے اوپر رکھے۔

نوٹ:

مذکورہ بالا تفسیر کے متعلق دو باتیں عرض خدمت ہیں۔

① ...... علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فصل لربک وانحر کی تفسیر نماز اور قربانی کے ساتھ کی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، موصوف اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

﴿۱﴾ جیسا کہ ہم نے آپ کو دنیا اور آخرت میں خیر کثیر عطا کی ہے اور مذکورہ صفات کی حامل نہر عطا کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی تمام نمازوں کو اور قربانی کو اپنے رب کے لیے مختص کر دیجئے، پس اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیجئے اور قربانی بھی اسی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے نام پر کیجئے، جیسا کہ اس تفسیر کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے فرمادیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور (امت محمدیہ) میں سب سے پہلے میں اس کو تسلیم کرنے والا ہوں (پ۸ آیت ۱۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، ربیع، عطاء خراسانی، حکیم، سعید بن ابی خالد کے علاوہ بے شمار سلف نے وانحر سے اونٹ وغیرہ کی قربانی مراد لی ہے بخلاف اس کے مشرکین غیر اللہ کو سجدہ کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے اسلیئے اللہ جل شانہ نے حکم دیا کہ ان جانوروں کا گوشت مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو اور یہ بے شک گناہ ہے (پ۸ آیت ۱۲۱)۔

﴿۲﴾ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وانحر سے مراد ہے دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینہ کے نیچے رکھنا یہ تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے ولا یصح (لیکن یہ روایت صحیح نہیں)

③ اورابوجعفر باقر سے وانحر کی تفسیر یہ منقول ہے نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا۔
④ اور یہ بھی کہا گیا ہے سینہ کو قبلہ رخ کرنا
⑤ ''وَكُلُّ هٰذِهِ الْاَقْوَالِ غَرِيْبٌ جِدًّا وَالصَّحِيْحُ الْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّحْرِ ذِبْحُ الْمَنَاسِكِ وَلِهٰذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّى الْعِيْدَ ثُمَّ يَنْحَرُ نُسُكَهٗ وَيَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلَا نُسُكَ لَهٗ'' (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۵۵۸، ۵۵۹) یہ سب اقوال بہت ہی بعید ہیں البتہ ان میں سے پہلا قربانی والا قول صحیح ہے کہ النحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا مراد ہے۔

وجہ ترجیح ①:

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے نماز عید پڑھتے پھر اپنی قربانی کو ذبح کرتے اور فرماتے جس نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور قربانی بھی ہمارے ساتھ کی (یعنی نماز کے بعد قربانی کی) اس نے درست کیا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی ہے اس کی قربانی جائز نہیں۔

وجہ ترجیح ②:

اور امام قرطبی رحمہ اللہ پہلے حضرت ابن عباس، قتادہ، عطاء، عکرمہ سے ''نماز عید اور قربانی'' کے ساتھ تفسیر نقل کر کے دوشان نزول لکھتے ہیں ① ''وَقَالَ اَنَسٌ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَنْحَرُ ثُمَّ يُصَلِّى فَاُمِرَ اَنْ يُّصَلِّىَ ثُمَّ يَنْحَرَ'' ② وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَيْضًا، نَزَلَتْ فِى الْحُدَيْبِيَةِ حِيْنَ حُصِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْبَيْتِ فَاَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يُّصَلِّىَ وَيَنْحَرَ الْبُدْنَ وَيَنْصَرِفَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ'' (تفسیر قرطبی ج۲۰ص۲۱۸) ① حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ پہلے قربانی کرتے پھر نماز پڑھتے بعد میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ پہلے نماز پڑھیں پھر قربانی

کریں(۴) اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس آیت کا یہ بھی شان نزول ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کے طواف کرنے سے حدیبیہ میں روک دیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ نماز عید پڑھیں، قربانی کریں اور لوٹ جائیں، پس نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

خلاصہ:

پس قرآن کریم کی دوسری آیات، احادیث، آثار صحابہ، آثار تابعین اور حضرت انس وسعید بن جبیر سے منقول شان نزول سے اسی تفسیر کی تائید ہوتی ہے، جس کو امام ابن کثیر نے صحیح قرار دیا ہے وہ یہ کہ اس سے نماز اور قربانی مراد ہے، لہذا یہی تفسیر راجح ہے۔

(۲)...... اگر وانحر کی ہاتھ باندھنے والی تفسیر پر ہی اصرار ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ سے اس کی تفسیر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ساتھ مروی ہے وہ بھی تسلیم کریں جب کہ اس کی سند بھی قوی ہے۔

اور حضرت ابن عباس سے جو تفسیر منقول ہے اس کی سند میں روح بن المسیب راوی ہے اس کے متعلق محدث ابن حبان فرماتے ہیں "یروی الموضوعات لاتحل الروایۃ عنہ" یہ جھوٹی حدیثیں نقل کرتا ہے اس کے روایت لینا حلال نہیں۔

تشریح احادیث:

مذکورہ بالا احادیث کی تشریح کے سلسلہ میں دو امر وضاحت طلب ہیں۔

(۱)...... پیچھے گزر چکا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کا سلف میں کوئی بھی قائل نہیں تھا، اس لیے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے، اور شافعیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ تحت الصدر (سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا) مستحب ہے جب کہ حدیث میں صراحتاً مذکور ہے علی صدرہ (سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا) پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ شافعیہ کا دعویٰ ہے تحت الصدر کا مگر دلیل میں پیش کرتے ہیں وہ حدیثیں جن میں علی صدرہ ہے دعویٰ اور دلیل میں کوئی جوڑ نہیں۔

③...... جب ایک مسئلہ کے بارے تین قسم کی حدیثیں ہیں ① ارسال ید (ہاتھ چھوڑنا) ② تحت السرۃ (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا) ③ علی صدرہ (سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا) تو ان تینوں قسم کی حدیثوں میں تضاد ہے ان پر عمل کیسے ہوگا؟۔

وضاحت امر اول (علی صدرہ کی وضاحت):

اگر علی صدرہ کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو یہ دونوں اشکال دور ہو جاتے ہیں یہ بات تو واضح ہے کہ علی صدرہ کا ظاہری اور سطحی مفہوم یعنی پورے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا ہرگز مراد نہیں کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر پورے سینہ کے اوپر رکھا بھی نہیں جا سکتا، لہذا علی صدرہ سے سینہ کا بعض حصہ مراد ہے، سارا سینہ مراد نہیں۔

جیسے ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں چار پائی پر بیٹھا ہے، فلاں فرش پر بیٹھا ہے، فلاں زمین پر بیٹھا ہے، اس سے پوری چار پائی، پورا فرش اور پوری زمین مراد نہیں ہوتی بلکہ چار پائی، فرش، زمین کا وہ مخصوص حصہ مراد ہوتا ہے جس پر وہ بیٹھا ہے، فلاں مسجد میں بیٹھا ہے ذکر تو ہے مسجد کا مگر اس سے مسجد کا وہ خاص حصہ مراد ہے جس میں وہ بیٹھا ہے اسی لئے جب وہ آدمی مسجد میں نظر نہ آئے اور خبر دہندہ سے پوچھا جائے تو بعد میں اس کے بیٹھنے کی وہ خاص جگہ بتاتا ہے، اسی طرح لفظ تو بولا گیا ''علی صدرہ'' مگر اس سے پورا سینہ مراد نہیں بلکہ سینہ کا مخصوص حصہ مراد ہے وہ کون سا حصہ مراد ہے؟ بعض غیر مقلدین سینہ کا اوپر والا حصہ مراد لیتے ہیں بعض درمیان والا حصہ مراد لیتے ہیں جب کہ شافعیہ جو ان حدیثوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں وہ ''علی صدرہ'' سے سینہ کا نیچے والا آخری حصہ مراد لیتے ہیں یعنی نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر سینہ کے نیچے والے آخری حصہ پر اس طرح باندھے کہ ہاتھ کا انگوٹھے کی طرف والا حصہ سینہ کے آخری حصہ پر ہو اور باقی ہاتھ سینہ سے نیچے ہو۔

اس طریقہ کے مطابق علی صدرہ پر بھی عمل ہو جاتا ہے، اور یہ تحت الصدر بھی ہے، اس وجہ سے کہ ہاتھ سینہ کے بالائی اور وسط حصہ سے نیچے ہیں، نیز سینہ کے آخری حصہ سے

بھی نیچے ہیں، اس تشریح کے مطابق تحت الصدر اور علی صدرہ میں جوڑ ہوگیا اور تحت السرہ کے بھی قریب ہوگیا، نیز یہ پتہ چل گیا کہ سینہ کے آخری حصہ پر ہاتھ رکھنے کے قائل تو سلف میں موجود ہیں مگر سینہ کے اوپر والے حصہ یا وسط سینہ پر ہاتھ رکھنے کا سلف میں سے کوئی بھی قائل نہیں، کیونکہ مالکیہ کا مذہب ارسال ید کا ہے شافعیہ کا سینہ کے آخری حصہ پر رکھنے کا ہے اور حنفیہ وحنبلیہ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے تو ائمہ اربعہ میں سے سینہ کے بالائی یا وسط حصہ پر ہاتھ باندھنے کا کوئی بھی قائل نہیں، لہٰذا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ سینہ کے اوپر والے یا وسط حصہ پر ہاتھ نہ باندھے جائیں پس سینہ کے اوپر والے یا درمیان والے حصہ پر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے۔

اب ایک طرف عرب وعجم کی جماعت قلیلہ (غیر مقلدین) کا فہم ہے دوسری طرف پوری امت کے مجتہدین اور محدثین وفقہاء کا اجماعی واجتماعی فہم ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق غلطی اور گمراہی سے محفوظ ہے، اب آپ کی مرضی کہ غیر مقلدین کے فہم پر چلیں یا امت کے اجماعی اور اجتماعی فہم پر عمل کریں۔

علامہ اقبال کی نصیحت یہ ہے

زاجتہادِ عالماں کوتاہ نظر   اقتداء رفتگاں محفوظ تر

ناقص علم والوں کے اجتہاد سے گذشتہ مجتہدین کی اتباع میں دین وایمان کی زیادہ حفاظت ہے۔

تائیدات از کتب شافعیہ

تائید نمبر ا:

شرح بہجۃ الوردیہ ج ۳ ص ۳۳۹ میں لکھا ہے " جَعَلَ اَسْفَلَ صَدْرٍ وَفَوْقَ السُّرَّةِ لِخَبَرِ اِبْنِ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ (اِلٰى قَوْلِهٖ) عَلٰى صَدْرِهٖ اَىْ آخِرِهٖ فَيَكُوْنُ الْيَدُ تَحْتَهٗ بِقَرِيْنَةِ رِوَايَتِهٖ تَحْتَ صَدْرِهٖ"

ترجمہ: ہاتھوں کوسینہ سے نیچےاور ناف کےاوپر کرے اُس حدیث کی وجہ سے جوحضرت وائل بن حجر سے صحیح ابن خزیمہ میں ہےاس میں علی صدرہ ہےاورعلی صدرہ سے مراد سینہ کا آخری حصہ ہے،لہٰذااس کے مطابق ہاتھ سینہ سے نیچے ہوجاتا ہےاوراس مفہوم پرقرینہ تحت صدرہ والی روایت ہے۔

تائیدنمبر۲:

"اَسْنَی الْمَطَالِبْ شرح رَوْضُ الْمَطَالِبْ (ج۲ص۳۳۹)
وَيَضَعُهُمَا اِلَى الْيَدَيْنِ بَيْنَ السُّرَّةِ وَالصَّدْرِ رواه ابن خُزَيْمَةَ فِيْ صحيحه عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ اَىْ آخِرِهِ فَتَكُوْنُ الْيَدُ تَحْتَهُ بِقَرِيْنَةِ رِوَايَتِ تَحْتَ صَدْرِهٖ"

ترجمہ: اور دونوں ہاتھوں کوناف اورسینہ کے درمیان رکھے اس حدیث کی وجہ سے جسے ابن خزیمہ نے حضرت وائل بن حجر سے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے،حضرت وائل بن حجرفرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے سینہ کےاوپر رکھا یعنی سینہ کے آخری حصہ پر رکھا پس ہاتھ سینہ سے نیچے ہوجاتا ہےاورا سپر قرینہ تحت صدرہ والی روایت ہے۔

تائیدنمبر۳:

"دِرْهَمُ الصُّرَّةِ فِىْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ (ص۴۷ میں ہے)
وَاَجَابَ عَنْهُ بَعْضُ مُتَاَخِّرِىْ الشَّافِعِيَّةِ كَالْمَحَلِّيِّ فِىْ شَرْحِ الْمِنْهَاجِ وَابْنِ حَجْرٍ الْمَكِّيِّ فِىْ شَرْحِ الْعُبَابِ بِاَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الصَّدْرِ فِىْ قَوْلِ الشَّافِعِيَّةِ تَحْتَ الصَّدْرِ اَعْلَاهُ وَفِىْ حَدِيْثِ وَائِلٍ الَّذِىْ فِيْهِ لَفْظُ عَلٰى صَدْرِهٖ اَسْفَلُهُ فَيَكُوْنُ السُّنَّةُ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلٰى اَسْفَلِ

الصَّدْرِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ آخِرُ الْيَدِ تَحْتَهٗ فَيُطَابِقُ الدَّلِيْلُ الْمُدَّعٰى"

ترجمہ: بعض متاخرین شافعیہ نے دلیل اور دعوی میں عدم مطابقت کا جواب یوں دیا ہے کہ شافعیہ کے قول تحت الصدر میں الصدر سے سینہ کا اوپر والا حصہ مراد ہے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو علی صدرہ ہے اس سے سینہ کا نیچے والا حصہ مراد ہے پس شافعیہ کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے والے حصہ پر اس طرح رکھے جائیں کہ ہاتھ کا اخیر والا حصہ سینہ کے نیچے ہو اس سے دلیل دعوی کے مطابق ہو جاتی ہے۔

تائید نمبر ۴:

"(مرقات شرح مشکوۃ لملاعلی القاری ج ۲ ص ۵۰۹ باب صفۃ الصلاۃ حدیث نمبر ۷۹۸) کے تحت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حجر کی یہی توجیہ نقل کی ہے۔

"اِدَّعٰى اِبْنُ حَجْرٍ مِنْ سُنَّةِ الْوَضْعِ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ سُرَّتِهٖ وَصَدْرِهٖ لِلْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ اَنَّهٗ عليه السلام وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ اَىْ آخِرِهٖ فَيَكُوْنَانِ تَحْتَهٗ بِقَرِيْنَةِ رِوَايَتِ تَحْتَ صَدْرِهٖ"

ترجمہ: ابن حجر نے دعوی کیا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف اور سینہ کے درمیان باندھے جائیں اُس صحیح حدیث کی وجہ سے جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ کے اوپر باندھا علی صدرہ سے سینہ کا آخری حصہ مراد ہے، پس اس کے مطابق دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے ہوتے ہیں اور اس توجیہ پر قرینہ وہ روایت ہے جس میں تحت صدرہ کا لفظ ہے یعنی ہاتھ سینہ کے نیچے ہوں۔

تائید نمبر ۵:

"سُبُلَ السَّلَامُ (ج ۱ ص ۱۶۹) وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِيْ الْمِنْهَا جِ وَيَجْعَلُ

يَدَيْهِ تَحْتَ صَدْرِهٖ قَالَ فِيْ شَرْحِ النَّجْمِ الْوَهَّاجِ عِبَارَةُ الْاَصْحَابِ تَحْتَ صَدْرِهٖ وَالْحَدِيْثُ بِلَفْظِ عَلٰى صَدْرِهٖ قَالَ وَكَاَنَّهُمْ جَعَلُوْا التَّفَاوُتَ بَيْنَهُمَا يَسِيْرًا"

ترجمہ: امام نووی نے المنھاج میں کہا ہے اور اپنے ہاتھ اپنے سینہ کے نیچے کرے اور المنھاج کی شرح النجم الوھاج میں ہے کہ ہمارے شافعی حضرات کی عبارۃ ہے تحت صدرہ (اپنے سینہ کے نیچے) اور حدیث میں علی صدرہ (اپنے سینہ کے اوپر) شارح نے کہا ہے کہ شافعیہ نے ان دونوں کے درمیان معمولی سا فرق کیا ہے (یعنی جب ہاتھ کو سینہ کے آخری حصہ پر رکھے گا تو یہ تحت صدرہ بھی ہے اور علی صدرہ بھی ہے)۔

تائید نمبر ٦:

شرح ابن ماجہ لمغلطائی ج ا ص ١٣٨٢ میں ہے" وَعِنْدَ الْبَزَّارِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ عِنْدَ صَدْرِهٖ" اور مسند بزار کی حدیث میں ہے پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں پر رکھے سینہ کے قریب (اس سے بھی شافعیہ کی مذکورہ بالا توجیہ کی تائید ہوتی ہے کہ جب ہاتھ کا کچھ حصہ سینہ سے نیچے ہوگا تو یہ عند صدرہ ہے یعنی سینہ کے قریب ہے)

خلاصہ:

مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام کے نزدیک علی صدرہ سے سینے کا نیچے والا آخری حصہ مراد ہے اور اس پر عمل کی صورت یہ ہے کہ ہاتھوں کا اوپر والا حصہ سینہ کے آخری حصہ پر ہو اور باقی ہاتھ سینہ سے نیچے ہو لیکن شافعیہ کے نزدیک عمل کی یہ صورت مستحب ہے جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک جائز ہے مگر خلاف اولی ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی ہے لیکن غیر مقلدین کے نزدیک علی صدرہ سے سینہ کا بالائی یا وسط حصہ مراد ہے، اور یہ ان کی یا بعض دوسرے امتیوں کی رائے ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک تو پیغمبر ﷺ کی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں تو دوسرے امتیوں کی رائے کیسے حجت ہو سکتی ہے؟۔

لہذا غیر مقلدین کے لیے دو ہی راستے ہیں۔

①......وہ اپنے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں کہ علی صدرہ سے سینہ کا بالائی حصہ یا وسط حصہ مراد ہے۔

②......اگر اپنے سمجھے ہوئے مفہوم و مراد پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کرنے سے عاجز ہیں اور عاجز ہی رہیں گے تو پھر صاف گوئی سے کام لیں اور اقرار کریں کہ علی صدرہ سے سینہ کا اوپر والا حصہ یا درمیان والا حصہ مراد لینا مجتہدین امت سے ہٹ کر اور ان سے کٹ کر ہماری اپنی رائے ہے، اور اپنی اس رائے کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ مرد بھی عورتوں کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھیں اس اقرار کے بعد ہمیں کوئی گلہ نہیں۔

لیکن ہوا ان کی اپنی رائے اور اس کو" آمنہ کے لعل پیارے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کی پیاری حدیث" کا عنوان دینا بہت بڑا جھوٹ ہے، اور جھوٹ بھی امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر، جو عذاب جہنم کا بہت بڑا سبب ہے، اور اگر وہ علی صدرہ کے اپنی رائے سے فہمیدہ یا تراشیدہ مفہوم پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث بھی پیش نہ کریں اور اس کو اپنی رائے بھی تسلیم نہ کریں بلکہ اپنی رائے اور اپنے فہم سے سمجھے ہوئے مفہوم کو خالص حدیث کا عنوان دے کر لوگوں کو دھوکہ دیں تو کیا وہ اس شعر کا مصداق نہیں؟

میں جھوٹ میں چھپا تا ہوں اپنے عیوب کو
اللہ جانتا ہے کہ جھوٹا نہیں ہوں میں

وضاحت امر دوم (رفع تضاد):

جب کسی مسئلہ سے متعلقہ حدیثوں میں بظاہر تضاد ہو تو وہ مسئلہ اجتہادی ہوتا ہے مجتہدین اپنی اجتہادی صلاحیت کے ذریعہ اس تضاد کے پردہ میں چھپی حقیقت کا ادراک کر کے اپنی اجتہادی رائے سے اس مسئلہ کو اور اس سے متعلقہ احادیث کو حل کرتے ہیں مرد نماز میں ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے اور اگر باندھے تو کس جگہ باندھے چونکہ اس مسئلہ کے بارے تین قسم کی

حدیثیں ہیں اور بظاہر ان میں تضاد پایا جاتا ہے اس لیے آئمہ اربعہ جو مسلّم مجتہدین ہیں انہوں نے اس مسئلہ کو اور ان احادیث کو اپنی اپنی اجتہادی رائے سے حل کیا ہے اور جب کسی مسئلہ کو اجتہادی رائے سے حل کیا جاتا ہے تو اجتہادی اختلاف کا ہو جانا بعید بھی نہیں اور قبیح بھی نہیں۔

چنانچہ اس مسئلہ میں بھی ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہوا لیکن اس اجتہادی اختلاف کے باوجود سب کا بنیادی مقصد ایک ہے، وہ مقصد ہے ''نماز میں خشوع وخضوع، تواضع وعاجزی، اور تعظیم باری تعالیٰ'' ان تین قسم کی حدیثوں میں سے کن حدیثوں کو سنت شرعیہ کا درجہ دیکر بطور سنت نبویہ ان پر عمل کیا جائے، اس کے لیے ان آئمہ کرام نے تعظیم رب اور خشوع وتواضع کو اصل بنیاد اور معیار بنا کر ان کے ساتھ کچھ دیگر قرائن ملا کر ہر ایک نے ان حدیثوں کو ترجیح دی جن پر عمل کرنے میں ان کے ذوق اجتہاد کے مطابق تواضع زیادہ ہے اور دوسرے قرائن سے بھی اسی کیفیت عمل کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق اجتہاد یہ ہے کہ اگر نماز میں ہاتھ باندھے جائیں تو نمازی کا خیال اور دل ودماغ ہاتھ باندھنے کی کیفیت میں مشغول رہے گا اور ظاہراً بھی وہ اس کیفیت کے درست کرنے کی کوشش میں لگا رہیگا یہ خشوع اور تواضع کے منافی ہے۔

نیز سنن ابو داود ج اص ۱۴۲ پر باب ہے کراھیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ یعنی نماز میں ہاتھوں کا سہارا لینا مکروہ ہے اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے ''نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدِهٖ فِيْ الصَّلٰوةِ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی نماز میں اپنے ہاتھوں کا سہارا لے، اور نماز میں ہاتھ باندھنا یہ بھی ہاتھوں کے ساتھ سہارا لینے کے مشابہ ہے، لہذا نماز میں خشوع اور نماز میں ہاتھوں کے سہارے کی کراہت کا تقاضا ہے کہ ہاتھوں کو چھوڑ دیا جائے اور جن حدیثوں میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ ارسال یدوالی حدیثوں کے ساتھ منسوخ ہیں، یعنی ہاتھ باندھنے کی افضلیت منسوخ ہے البتہ جواز باقی ہے لیکن فرائض میں جائز مع الکراہت ہے اور نوافل

میں بلا کراہت جائز ہے کیونکہ نوافل میں جتنی توسع ہے فرائض میں اتنی نہیں اور بعض مالکی علماء فرماتے ہیں کہ نماز میں اصل مقصود خشوع وخضوع ہے، پس جس کیفیت میں خشوع وخضوع زیادہ ہو وہی کیفیت افضل ہے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے میں ہیں خشوع زیادہ ہو تو ہاتھ چھوڑنا افضل ہے اور اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں خشوع وخضوع زیادہ پیدا ہوتا ہو تو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے (فتاوی ابن علیش ج ۱ص ۹۸، ج ۳ص ۱۹۸)۔

تحت السرۃ کے وجوہ ترجیح:

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر تحت السرہ والی حدیثوں کو ترجیح حاصل ہے۔

① ...... بادشاہوں اور حکام کے سامنے تعظیم وتواضع کے لیے عرف وعادت میں جو معروف طریقہ ہے وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے، اس لیے شہنشاہ کائنات اور احکم الحاکمین کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے سامنے حاضری کے وقت تعظیم وتواضع کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو عرف وعادت میں بادشاہوں اور حکام کے سامنے حاضر ہونے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اور وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

② ...... نماز میں اصل مقصود رب تبارک وتعالی کی تعظیم ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں اس مقصدِ صلوۃ کی زیادہ رعایت ہے۔

③ ...... قرآن وحدیث میں یہود ونصاری کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی سخت تاکید ہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جب کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ یہود نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں محدث وفقیہ علامہ محمد ہاشم سندھی لکھتے ہیں یہ فقیر جب یمن کی بندرگاہ عدن کی طرف پہنچا تو وہاں پر ہم نے دیکھا کہ یہود کی کچھ جماعتیں سکونت پذیر ہیں ان کی طرف کچھ لوگ بھیجے گئے اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے کہ یہود نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھتے ہیں تو انہوں

نے جواب دیا کہ ہم نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں اور اس پر سب عوام وخواص یہود کا اتفاق ہے (ترصیع الدرۃ علی درہم الصرۃ ص۸۹)۔

④……اس میں سترِ عورت بھی ہے اور تہہ بند کے گرنے سے حفاظت بھی ہے۔

⑤……مرد کے لیے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جس کی احادیث میں بہت تاکید ہے (البنایہ شرح الھدایہ ج۲ ص۲۰۱، درہم الصرۃ الفصل الرابع ص۴۵)۔

باقی ''اِرْسَالِ یَدْ'' اور ''تَحْتَ الصَّدْرِ'' والی حدیثیں بیانِ جواز پر محمول ہیں یعنی جن حدیثوں میں ارسال ید یا سینہ اور ناف کے درمیان ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ مستقل شرعی حکم اور سنت شرعیہ کے طور پر نہیں بلکہ محض ان دو طریقوں کے جواز بتانے کے لیے بعض دفعہ یہ عمل کیا گیا جیسا کہ وضو میں سنت طریقہ تین تین دفعہ اعضاء کو دھونا ہے مگر نبی کریم ﷺ نے بعض دفعہ ایک یا دو مرتبہ دھونے پر بھی اکتفا کیا ہے لیکن محض اس کا جواز بیان کرنے کے لیے مستقل سنت شرعیہ کے طور پر نہیں پس اسی طرح ارسال ید اور تحت الصدر والے دونوں طریقوں پر یہ جزوی عمل محض بیان جواز کے لیے ہے جبکہ مستقل سنت شرعیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے (البحر الرائق ج۱ ص۳۲۰)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ناف اور سینہ کے درمیان ہاتھ باندھنے میں زیادہ تعظیم اور زیادہ تواضع ہے نیز سینہ کے آخری نیچے والے حصہ پر ہاتھ باندھنا دل پر ہاتھ باندھنا ہے جو محل ایمان ہے (حالانکہ محل قلب تو اس سے اوپر رہ جاتا ہے) یہ بھی فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے والا حصہ ستر ہے لہٰذا اس پر ہاتھ رکھنے کی بجائے ناف سے اوپر ہاتھ رکھنا بہتر ہے اس وجہ کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ عورت سینہ پر اور مرد قعدہ میں رانوں پر ہاتھ نہ رکھے کہ وہ بھی ستر ہے اس لیے یہ وجہ بہت کمزور اور ناقابل اعتبار ہے اور باقی دو قسم کی حدیثوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان جواز پر محمول کرتے ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی

چاروں مکاتب فکر مانتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ حدیثوں کے تضاد کی وجہ سے پیچیدہ اور الجھا ہوا مسئلہ ہے ائمہ مجتہدین نے اپنی اپنی اجتہادی رائے سے اس کو حل کیا ہے چونکہ ہم اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے جب کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس لئے ہم نے ائمہ مجتہدین پر اعتماد کر کے ان کے اجتہادی فیصلہ کو قبول کیا ہے اور قبول کر کے عملاً اس امام کے فیصلہ کو اختیار کیا ہے جو اس کے نزدیک دیگر آئمہ سے کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں تو مجتہدین کی رائے ان کے ہاں کیسے حجت ہوسکتی ہے پس اگر وہ ہمیں بھی امتیوں کی آراء سے بچانے اور نکالنے کے فکر میں ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے۔

میرے بھی دوسوال ہیں:

زیر بحث مسئلہ میں ہر چھوٹے بڑے سنی مرد وزن کے دوسوال ہیں۔

①...... علی صدرہ سے غیر مقلدین سینہ کا بالائی یا درمیان والا حصہ مراد لیتے ہیں اس اپنے مفہوم ومراد پر نبی کریم ﷺ کی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں تا کہ نہ وہ خود اپنی رائے پر چلیں نہ ہمیں اپنی رائے پر چلائیں۔

②...... نماز کے اندر بحالت قیام ہاتھوں کی کیفیت کے بارے میں تین قسم کی حدیثیں ہیں غیر مقلدین کی خدمت میں ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کا صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں فیصلہ دیکھائیں کہ ان میں سے کن حدیثوں پر عمل کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے اور کن پر عمل کرنے سے منع کیا ہے اور اگر غیر مقلدین یہ جواب دیں کہ آپ کو آزادی ہے کہ ان میں سے جس طریقہ پر چاہیں عمل کریں اور جس پر چاہیں عمل نہ کریں تو اس آزاد منش رویہ پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں جس میں نبی پاک ﷺ کا واضح فرمان ہو کہ مسلمان ہاتھ باندھنے کے متعلق ان تین قسم کی حدیثوں میں سے جس پر چاہیں عمل کریں اور جس پر چاہیں عمل نہ کریں، ورنہ یہ بھی غیر مقلدین کی رائے شمار ہوگی اور

غیر مقلدین کی رائے سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے لاکھوں درجے بہتر ہے۔

یا تنگ نہ کر، ناصح ناداں مجھے اتنا
یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

مسئلہ: مرد کے لیے رکوع وسجود میں اعضاء کو کشادہ کرنے کا حکم انفرادی نماز میں ہے، نماز باجماعت میں نہیں، چنانچہ الجوہرۃ النیرہ ص۶۳ میں ہے "وھذا اذا لم یؤذ احدا اما اذا کان فی الصف لا یفعل" اعضاء کو کشادہ کرنے کا یہ حکم تب ہے جب وہ کسی کے لیے ایذاء کا موجب نہ بنے اس لیے جب وہ جماعت کی صف میں ہوتو اعضاء کو کشادہ نہ کرے۔

مردوعورت کا رکوع وسجود میں فرق:

مردوعورت کے رکوع وسجود کے مسائل ایک دوسرے سے مختلف اور ایک دوسرے سے جدا ہیں مسائل کی اس مغایرت اور دورنگی کی وجہ سے ان کے رکوع وسجود کا طریقہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوجاتا ہے۔

رکوع وسجود کی کیفیت اجماع امت کی روشنی میں:

پہلے ہم نے مردوعورت کی نماز کا فرق چاروں مکاتب فقہ اور فقہ غیر مقلدین کی روشنی میں ایک سو پانچ (105) حوالہ جات کے ساتھ لکھا ہے جن میں فقہ مالکی کے گیارہ(۱۱)، فقہ شافعی کے پچیس (۲۵)، فقہ حنبلی کے تینتیس (۳۳)، فقہ حنفی کے اکتیس (۳۱) فقہ غیر مقلدین کے پانچ (۵) حوالہ جات درج کئے ہیں، ان میں مردوعورت کے رکوع وسجود کا فرق بتایا گیا ہے کہ مرد اپنے اعضاء کو جدا جدا رکھے لیکن رکوع وسجود میں عورت کا جسم سمٹا ہوا ہو، اور اعضاء ملے ہوئے ہوں۔

اور جس مسئلہ پر چاروں فقہی مذاہب متفق ہوں وہ مسئلہ اجماعی شمار ہوتا ہے، لہذا اجماع امت سے ثابت ہوا کہ مردوعورت کے رکوع وسجود کی کیفیت میں فرق ہے۔

رکوع وسجود کی کیفیت احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبرا:

" عَنْ سَالِمٍ الْبَرَّادِ قَالَ اَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیَّ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَقُلْنَا لَهٗ حَدِّثْنَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَامَ بَيْنَ اَيْدِيْنَا فِی الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ

اَصَابِعَهُ اَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ وَجَافٰى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ...... وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ جَافٰى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم "(ابوداود ج۱ص۱۲۵/ بخاری ج۱ص۱۱۲)

ترجمہ: سالم براد کہتے ہیں کہ ہم عقبہ بن عمروابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتائیے، وہ مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہوگئے پس تکبیر کہی پھر جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو اس سے نیچے کیا اور اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور کیا، پھر تکبیر کہہ کر جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور کیا پھر فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاِذَا رَكَعْتَ ضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ"(ابوداود ج۱ص۱۲۵)

ترجمہ: رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر رکھ اور اپنی پیٹھ کو پھیلا (یعنی سیدھا رکھ)۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى عليه وسلم اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ" (صحیح مسلم ج۱ص۱۹۴/ابن ماجہ ص۶۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ زیادہ اونچا رکھتے اور نہ زیادہ نیچے کرتے بلکہ اس اونچ نیچ کے درمیان رکھتے۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَلَا اُصَلِّیْ لَکُمْ کَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُصَلِّیْ؟ فَقُلْنَا بَلٰی فَقَامَ فَلَمَّا رَکَعَ وَضَعَ رَاحَتَیْهِ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ وَجَعَلَ اَصَابِعَهٗ مِنْ وَّرَاءِ رُکْبَتَیْهِ وَجَافٰی اِبِطَیْهِ" (سنن کبریٰ نسائی ج ا ص ۲۱۶، ص ۲۱۷)

ترجمہ: عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے شاگردوں کو کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، ہم نے کہا جی ہاں دکھایئے! سووہ کھڑے ہو گئے اور نماز شروع کر دی پس جب رکوع کیا تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر رکھا اور اپنی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے کیا اور اپنے بازوکو اپنی بغلوں سے دور کیا۔

حدیث نمبر۵:

ایک انصاری صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میں کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں اتنے میں ایک ثقفی آدمی آیا اس نے کہا یارسول اللہ! میں کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا سَبَقَکَ الْاَنْصَارِیُّ (انصاری نے آپ سے پہلے درخواست کی ہے) انصاری نے ایثار کرتے ہوئے عرض کیا" اِنَّهٗ رَجُلٌ غَرِیْبٌ وَاِنَّ لِلْغَرِیْبِ حَقًّا فَابْدَاْ بِهٖ" (یہ مسافر آدمی ہے اور مسافر کا حق ہے لہٰذا اس کا جواب پہلے ارشاد فرمایئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثقفی آدمی کی طرف متوجہ ہوئے اور بطور معجزہ فرمایا اگر آپ چاہیں تو جو آپ پوچھنا چاہتے ہیں میں اس کا جواب بتا دیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو سوال کریں پھر اس کے بعد جواب دیتا ہوں، ثقفی نے کہا" یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلْ اَجِبْنِیْ عَمَّا کُنْتُ اَسْاَلُکَ" (اے رسول خدا! جو میں پوچھنا چاہتا ہوں اس کا جواب ہی ارشاد فرما دیجئے) آپ نے فرمایا" جِئْتَ تَسْاَلُنِیْ عَنِ الرُّکُوْعِ

وَالسُّجُوْدِ وَالصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَأْتَ مِمَّا کَانَ فِیْ نَفْسِیْ شَیْئًا قَالَ فَاِذَا رَکَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَیْکَ عَلٰی رُکْبَتَیْکَ ثُمَّ فَرِّجْ بَیْنَ اَصَابِعِکَ ''آپ رکوع، سجود اور نماز روزہ کے متعلق پوچھنے آئے ہیں ثقفی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے جو کچھ میرے دل میں تھا اس سے آپ ایک ذرا بھی نہیں چوکے، آپ ﷺ نے فرمایا جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھ اور انگلیوں کو کشادہ کر (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۱۸۱)۔

حدیث نمبر ۶:

"قَالَ اَبُوْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیُّ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَکَعَ فَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ کَالْقَابِضِ عَلَیْھَا فَوَتَّرَ یَدَیْہِ فَنَحّٰی بِھِمَا عَنْ جَنْبَیْہِ وَلَمْ یُصَوِّبْ رَأْسَہٗ وَلَمْ یُقْنِعْہُ" (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۱۸۴)

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ آپ نے گھٹنوں کو پکڑا اور ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلو سے دور کیا اور ہاتھوں کو تھوڑا سا باہر کی جانب خم دے کر کمان کی تانت کی طرح بنایا اور سر کو نہ زیادہ نیچے کیا اور نہ زیادہ اونچا کیا۔

حدیث نمبر ۷:

صحابی رسول احمر بن جزء کی مرفوع حدیث میں ہے " اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا سَجَدَ جَافٰی عَضُدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ حَتّٰی نَاوِیَ لَہٗ" (سنن ابوداود ج اص ۱۳۰، باب صفۃ السجود)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے اپنے بازؤں کو اپنے دونوں پہلو سے اس طرح دور کرتے کہ ہمیں آپ پر ترس آتا۔

حدیث نمبر ۸:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے "كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا سَجَدَ جَا فٰى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى لَوْ أَنَّ بَهْمَةً أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ"۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوکو زمین سے اور پہلو سے اتنا دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ بازوؤں کے نیچے سے گذرنا چاہتا تو گذر سکتا۔

حدیث نمبر ۹:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے "أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِيْ السُّجُوْدِ وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ الْكَلْبِ"

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے (اور نہ زیادہ اونچی کرے بلکہ ان کے درمیان رکھے)۔

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت عبد الله بن مالك بن بحينه رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے بازوؤں کو اتنا کشادہ کرتے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی (نسائی ج ا ص ۱۶۶)

حدیث نمبر ۱۱:

حضرت براء بن عازب کی حدیث میں ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سجدے کا طریقہ بتایا "فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيْزَتَهٗ"۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور گھٹنوں پر ٹیک لگائی اور اپنی سرین کو اونچا کیا۔

حدیث نمبر۱۲:

حضرت براء کی ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ"(مسلم ج۱ص۱۹۴)

ترجمہ: جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں نیچے رکھ اور کہنیاں اونچی کر۔

حدیث نمبر۱۳:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَكَعَ فَرَّجَ اَصَابِعَهٗ وَاِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ" (سنن کبری بیہقی ج۲ص۱۱۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ رکوع میں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کرتے اور سجدہ میں ملاتے۔

حدیث نمبر۱۴:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "وَهُوَ سَاجِدٌ وَقَدَ مَاهُ مَنْصُوْبَتَانِ" (نسائی ج۱ص۱۶۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو میں نے سجدہ میں اس طرح پایا کہ آپ کے دونوں قدم کھڑے ہیں۔

حدیث نمبر۱۵:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَكَعَ بَسَطَ ظَهْرَهٗ وَاِذَا سَجَدَ وَجَّهَ اَصَابِعَهٗ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَتَفَلَّجُ" (سنن کبری بیہقی ج۲ص۱۱۳/ بخاری ج۱ص۱۱۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی کمر کو پھیلاتے اور جب سجدہ کرتے اپنی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے حتی کہ انگلیاں کھل جاتیں۔

حدیث نمبر ١٦:

" عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَیْنَ فَخِذَیْهِ غَیْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰی شَیْئٍ مِّنْ فَخِذَیْهِ " (سنن کبری بیہقی ج ٢ ص ١١٥)

ترجمہ: حضرت ابوحمید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو ذرہ بھی پیٹ کورانوں کے ساتھ نہ لگاتے۔

حدیث نمبر ١٧:

" عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُکْبَتَیْهِ قَبْلَ یَدَیْهِ" (ابوداود ج ١ ص ١٢٢)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا۔

تشریح احادیث:

مذکورہ بالا احادیث میں رکوع وسجود کی حالت میں جو اعضاء کو جدا جدا اور دور، دور رکھنے کا حکم ہے، کیا یہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے یا صرف مردوں کے لیے ہے؟ اس کے متعلق دو آراء ہیں۔

① ...... آئمہ اربعہ سمیت سب اہلسنت والجماعت علماء، فقہاء، اور محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم صرف اور صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے شریعت کا حکم اس کے برعکس ہے، یعنی عورت رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑے اور سمیٹے اور اپنے اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے، اعضاء کو ملا کر اپنے جسم اور اعضاء جسم کو چھپانے والی کیفیت اختیار کرے۔

②......دوسری طرف عرب وعجم کے چند سلف دشمن افراد ہیں جو سلف بیزاری میں نامور اور شہرت یافتہ ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ ان احادیث میں مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں حکم ہے، اس لئے ان کا موقف یہ ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح رکوع وسجود میں اپنے جسم اور اعضاء کو کشادہ کرے، وہ مردوں کی طرح سرینوں کو اونچا کرے، بغلوں، بازوؤں اور کہنیوں کو اتنا کشادہ کرے اور اتنا اونچا رکھے کہ نیچے سے بکری کا بچہ گذر سکے۔

ہم ذیل میں اہلسنت والجماعت علماء کی رائے اور ان کی فہمیدہ مفہوم پر احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ وتابعین، اجماع امت، اور اصول شریعت سے تائیدی دلائل پیش کرتے ہیں جن سے انشاء اللہ العزیز روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اہل سنت والجماعت کی رائے اور انہوں نے ان دلائل کی روشنی میں مذکورہ بالا احادیث کا جو مفہوم سمجھا ہے وہی صحیح اور برحق ہے۔

تائیدی دلائل

دلیل نمبر ۱:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی علیہ وسلم اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْاَۃُ فِیْ الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَ ھَا عَلٰی فَخِذِھَا الْاُ خْرٰی فَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا فِیْ فَخِذَیْھَا کَاَ سْتَرِ مَا یَکُوْنُ لَھَا وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَیَقُوْلُ یَا مَلَائِکَتِیْ اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا" (کنز العمال ج ۷ص ۵۴۹/التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ص ۲۶۳۹/سنن کبری بیہقی ج ۲ص ۲۲۳/جامع الاحادیث ج ۳ ص ۴۳/جمع الجوامع ج ۱ص ۲۱۰۸/مجموعۃ الحدیث ج ۱ص ۴۵۲/اعلاء السنن ج ۳ص ۳۱/جامع الاحادیث القدسیہ ج ۱ص ۷/موسوعۃ اطراف الحدیث ج ۱ص ۶۱۷۸۷، ص ۶۳۴۵۳/تاریخ اصفہان ج ۱ص ۸۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملا دے کیونکہ یہ کیفیت اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ عورت کی اس حالت کو دیکھ کر فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو بخش دیا ہے، (یہ حدیث قدسی ہے یعنی اس کی سند اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے) اس سے چار باتیں معلوم ہوئیں ﴿۱﴾ عورت پہلے بیٹھ جائے پھر سجدہ کرے ﴿۲﴾ رانوں کو ملائے ﴿۳﴾ پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے ﴿۴﴾ جو عورت سجدہ میں اپنے جسم کو سمیٹ کر اور چھپا کر سجدہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ فرشتوں کو گواہ بنا کر اس کی بخشش کا اعلان فرما دیتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی الله عنه عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم کَانَ یَاْمُرُ الرِّجَالَ اَنْ یَّتَجَافَوْا فِیْ سُجُوْدِهِمْ وَیَاْمُرُ النِّسَاءَ یَنْخَفِضْنَ فِیْ سُجُوْدِ هِنَّ" (سنن کبیر بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲/ التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۶۳/ موسوعہ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۶۳۴۵۳)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیتے کہ وہ سجود میں اپنے اعضاء کو کشادہ رکھیں اور عورتوں کو حکم دیتے کہ وہ سجود میں اپنے جسم کو پست اور سمیٹ رکھیں۔

دلیل نمبر ۳:

"عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّهٗ صلی الله علیه وسلم مَرَّ عَلٰی اِمْرَاَتَیْنِ تُصَلِّیَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَی الْاَرْضِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ

فِيْ ذَالِكَ لَيْسَتْ كَالرَّجُلِ" (مراسیل ابی داود ص ۸ طا ایچ ایم سعید / سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ / التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۱۷۵ / جمع الجوامع ج ۱ ص ۲۴۶۱ / معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۲۳۶ / کنز العمال ج ۷ ص ۳۶۲ / اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۱۹ / تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۵۹۱ / الجواہر النقی ج ۲ ص ۲۲۳ / تحفۃ الاشراف للمزی ج ۱۳ ص ۳۱۹ / موسوعہ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۳۶۹۹۸)

ترجمہ: یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصہ کو زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ عورت سجدہ کرنے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۴:

"عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِرْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲ / سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲ / التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۶۳۹ / جامع الاحادیث ج ۲۹ ص ۲۹۲ / کنز العمال ج ۸ ص ۱۶۵ / مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۳۸ / النہایہ فی غریب الاثر ج ۱ ص ۵۵، ج ۱ ص ۱۰۰۳ / غریب الحدیث لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۲۱ / غریب الحدیث لابن سلام ج ۴ ص ۲۳۸ / موسوعہ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۶۳۳۵۱، ص ۶۳۳۵۲، ص ۷۰۹۰ / موسوعہ التخریج ج ۱ ص ۲۱۷۶۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو وہ سمٹ کر سرینوں پر بیٹھے اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور دونوں رانوں کو ملائے۔

دلیل نمبر۵:

"وَفِيْ حَدِيْثِ السُّجُوْدِ اَلرَّجُلُ يُوَخِّيْ وَالْمَرْاَةُ تَحْتَفِزُ" (النہایۃ فی غریب الاثر ج۱ص۵۵/لسان العرب ج۱ص۶۰)

ترجمہ: سجود کے بارے حدیث میں ہے کہ آدمی دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے اور عورت سمٹ کر سرینوں پر بیٹھے۔

دلیل نمبر۶:

"عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ فَلْيُخَوِّ وَاِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ اَىْ تَتَضَامُّ وَتَجْتَمِعُ اِذَا جَلَسَتْ وَاِذَا سَجَدَتْ وَلَا تُخَوِّيْ كَمَا يُخَوِّي الرَّجُلُ" (لسان العرب ج۱ص۸۷۸/الفائق فی غریب الحدیث والاثر ج۱ص۳۰۲، مؤلفہ محمود بن عمر زمخشری وفات ۵۳۸ھ/غریب الحدیث لابن سلام ج۴ص۲۳۸، مؤلفہ قاسم بن سلام الھروی وفات ۲۲۴ھ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ جب مرد نماز پڑھے تو پیٹ کو زمین اور رانوں سے اونچار کھے اور جب عورت نماز پڑھے تو سکڑ کر اور سمٹ کر نماز پڑھے، یعنی عورت جب بیٹھے اور بیٹھ کر سجدہ کرے تو سمٹے اور سکڑے اور مرد کی طرح پیٹ کو رانوں سے اونچانہ کرے۔

دلیل نمبر۷:

"اِذَا سَجَدَ الرَّجُلُ فَلْيُخَوِّ وَاِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَحْتَفِزْ" (النہایہ فی غریب الاثر ج۲ص۱۸۵)

ترجمہ: جب مرد سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے اونچار کھے اور جب عورت سجدہ کرے تو وہ سرینوں پر بیٹھے (اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملادے)۔

دلیل نمبر ۸:

"عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتُلْزِقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَلَا تَرْفَعُ عَجِيْزَتَهَا وَلَا تُجَافِيْ كَمَا يُجَافِيْ الرَّجُلُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۷۰/ سنن کبری بیہقی ج۲ص۲۲۲/ موسوعہ اطراف الحدیث ج۱ص۶۳۴۵۵)

ترجمہ: منصور کہتے ہیں ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنی سرین کو نہ اٹھائے اور جیسے مرد اپنے اعضاء کو جدا رکھتا ہے عورت اسی طرح جدا نہ کرے۔

دلیل نمبر ۹:

"قَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ كَانَتِ الْمَرْاَةُ تُؤْمَرُ اِذَا سَجَدَتْ اَنْ تُلْزِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَيْ لَا تَرْفَعَ عَجِيْزَتَهَا وَلَا تُجَافِيْ كَمَا يُجَافِيْ الرَّجُلُ" (سنن کبری بیہقی ج۲ص۲۲۲)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ جب وہ سجدہ کرتے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے تاکہ اس کے سرین اونچے نہ ہو اور تاکہ مرد کی طرح اس کے اعضاء جدا جدا نہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱۰:

"مغیرہ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا وَلْتَضَعْ بَطْنَهَا عَلَيْهِمَا" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۰۲/ مصنف عبدالرزاق ج۳ص۱۳۸/ موسوعہ اطراف الحدیث ج۱ص۶۳۴۵۴)

ترجمہ: مغیرہ کہتے ہیں حضرۃ ابراہیم نخعی نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے اوپر رکھدے۔

دلیل نمبر ۱۱:

"عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ بَطْنَهٗ عَلٰى فَخِذَيْهِ اِذَا سَجَدَ كَمَا تَضَعُ الْمَرْاَةُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲)

ترجمہ: حضرت مجاہد تابعی اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو وہ عورت کی طرح پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھے۔

دلیل نمبر ۱۲:

"عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْمَرْاَةُ تَضْطَمُّ فِي السُّجُوْدِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۳)

ترجمہ: حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عورت سجدہ میں سمٹی اور سکڑی رہے۔

دلیل نمبر ۱۳:

"عَنْ عَطَاءٍ قَالَ تَجْتَمِعُ الْمَرْاَةُ فَاِذَا سَجَدَتْ فَلْتَضُمَّ يَدَيْهَا اِلَيْهَا وَتَضُمُّ بَطْنَهَا وَصَدْرَهَا اِلٰى فَخِذَيْهَا وَتَجْتَمِعُ مَا اسْتَطَاعَتْ" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷/ موسوعہ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۱۱۴۹۸۰)

ترجمہ: حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں عورت سمٹی رہے، پس جب سجدہ کرے تو اپنے بازوؤں کو اپنی طرف ملائے اور اپنے پیٹ اور سینہ کو رانوں کے ساتھ ملائے اور وہ جس حد تک سمٹ سکتی ہو سمٹے۔

دلیل نمبر ۱۴:

"عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ قَالَا اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَةُ فَاِنَّهَا تَنْضَمُّ مَا اسْتَطَاعَتْ وَلَا تُجَافِيْ لِكَيْ لَا تَرْتَفِعَ عَجِيْزَتُهَا" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷)

حسن بصری اور قتادہ دونوں تابعی فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو حتی المقدور سمٹنے کی کوشش کرے اور اعضاء کو کشادہ نہ کرے تا کہ اس کی سرین اونچی نہ ہو۔

ان احادیث مرفوعہ آثار صحابہ، اور آثار تابعین میں اس بات کی صراحت ہے کہ رکوع وسجود میں مرد وعورت کی کیفیت ایک دوسرے سے مختلف ہے مرد کے لیے اعضاء کو کشادہ کرنے اور زمین پر کلایاں نہ بچھانے کا حکم ہے جب کہ عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ نہ کرنے اور زمین پر کہنیاں اور کلایاں بچھانے کا حکم ہے۔

مذاہب اربعہ متفق ہیں کہ رکوع وسجود میں مرد وعورت کا طریقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے اور مذاہب اربعہ کا متفق علیہ مسئلہ اجماعی مسئلہ شمار ہوتا ہے۔

نیز اصول شریعت کہ'' نماز میں عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے'' اس کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ تجافی اور افتراش والے حکم میں عورتیں مردوں کے ساتھ شامل نہ ہوں کیونکہ عورتوں کا نماز میں اعضاء کو کشادہ کرنا اور کہنیوں اور کلائیوں کو اوپر اٹھانا ستر بدن کے خلاف ہے۔

لہٰذا احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ، آثار تابعین، اجماع امت اور اصول شریعت سے علماء اہلسنت کی اس رائے کی تائید اور تصدیق وتصویب ہوتی ہے کہ احادیث میں رکوع وسجود کے اندر اعضاء کو کشادہ کرنے اور کلائیوں کو زمین پر نہ بچھانے کا جو حکم ہے یہ مردوں کیساتھ مختص ہے اس حکم میں عورتیں مردوں کے ساتھ شامل نہیں، پس حنفیہ کا دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہے، البتہ دونوں کا محل اور محمل جدا جدا ہے تجافی اعضاء والی حدیثوں کا محل مرد ہے اور ضم اعضاء والی حدیثوں کا محمل اور محل عورت ہے۔

میرا بھی ایک سوال ہے:

غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ تجافی والے حکم میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں، لہٰذا عورتیں بھی مردوں کی طرح رکوع وسجود میں اعضاء کو کشادہ کریں، ہماری

گذارش یہ ہے کہ جیسے علماء اہل سنت نے فہم حدیث کے سلسلہ میں اپنی رائے پر صریح دلائل پیش کئے ہیں اسی طرح غیر مقلدین کو چاہیئے کہ انہوں نے اپنی رائے سے کلائیاں نہ بچھانے اور تجافی اعضاء والی حدیثوں کا جو مفہوم سمجھا ہوا ہے کہ یہ حکم مردوں اور عورتوں سب کے لیے برابر ہے اس پر وہ صحیح صریح مرفوع متصل کوئی ایک حدیث پیش کر دیں تو ہم ان کو اس مسئلہ میں سچا مان لیں گے۔

اس شوق فراواں کی یارب، آخر کوئی حد بھی ہے کہ نہیں
انکار کریں وہ یا وعدہ، ہم راستہ دیکھا کرتے ہیں

اعتراض:

غیر مقلدین کے لاجواب ہو جانے کی صورت میں ان کا آخری حربہ اور آخری حملہ یہ ہوتا ہے کہ پورا زور لگا کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہم اس کو نہیں مانتے جن حدیثوں میں مرد وعورت کے رکوع وسجود میں فرق بتایا گیا ہے ان کو رد کرنے کے لیے بھی غیر مقلدین نے یہ حربہ آزمایا ہے اور حملہ کیا ہے مگر ناکام!۔

جواب نمبر ۱:

غیر مقلدین کے نزدیک جب بغیر وحی کے نبی ﷺ کی رائے بھی حجت نہیں تو حدیثوں کے ضعف وصحت کے متعلق محدثین کی رائے کو ماننا ان کے اپنے اصول کے خلاف ہے

جواب: نمبر ۲:

محدثین مسلمہ فقہاء اور غیر مقلدین کا اصول ہے کہ جب کسی ضعیف السند حدیث پر عملی اجماع اور عملی تواتر ہو تو وہ حدیث اعلیٰ درجہ کی قوی اور صحیح بن جاتی ہے حتیٰ کہ متواتر شمار ہوتی ہے اور حلال وحرام کے احکام میں بھی حجت ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

"وَمَحَلُّ كَوْنِهٖ لَايُعْمَلُ بِالضَّعِيْفِ فِيْ الْاَحْكَامِ مَالَمْ يَكُنْ تَلَقَّهُ

النَّاسُ بِالْقُبُوْلِ فَإِنْ كَانَ كَذَالِكَ تَعَيَّنَ وَصَارَ حُجَّةً يُعْمَلُ بِهَا فِي الْأَحْكَامِ وَغَيْرِ هَا كَمَا قَالَهُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ"

ترجمہ: حلال وحرام کے احکام میں ضعیف حدیث پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائیگا جب تک اس کو مجتہدین امت کے ہاں "تلقی بالقبول" (یعنی اجماع عملی، اور عملی تواتر) کا درجہ حاصل نہ ہو اور اگر اس ضعیف کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ حجت بن جاتی ہے اب اس پر احکام وغیرہ میں عمل کیا جائیگا جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے۔

پہلی تینوں مرفوع حدیثوں پر اجماع امت اور مجتہدین امت کا عملی تواتر ہے اس لیے یہ حجت ہیں جب ان سے حلال وحرام جیسا حکم بھی ثابت ہوسکتا ہے تو امر مستحب تو بطریق اولی ثابت ہوسکتا ہے رہا ان حدیثوں پر اجماع امت اور عملی تواتر کا ثبوت تو اس کے لیے مذاہب اربعہ سے تحریر کردہ یکصد حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے۔

جواب نمبر۳:

یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب کسی ضعیف السند حدیث کی آثار صحابہ اور آثار تابعین سے تائید ہو جائے تو اس سے بھی حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے یہاں پر ہم نے ان احادیث مرفوعہ کی تائید میں چودہ آثار صحابہ وتابعین پیش کئے ہیں، جن کی تائید وتوافق سے یہ ضعف دور ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۴:

قاعدہ ہے کہ صحیح السند حدیث اصول شریعت کے خلاف ہو تو وہ اپنے مفہوم ومعنی کے اعتبار سے ضعیف شمار ہوتی ہے اور ناقابل حجت وناقابل عمل قرار پاتی ہے اور اگر ضعیف السند حدیث ہو مگر اصول شریعت کے موافق ہو تو وہ اس موافقت کی وجہ سے صحیح، قابل حجت اور قابل عمل بن جاتی ہے، شریعت کا اصول یہ ہے کہ نماز میں عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے، یہ تینوں مرفوع حدیثیں اس کے موافق ہیں کہ ان حدیثوں میں عورت کو

جو رکوع و سجود کا طریقہ بتایا گیا ہے اس میں عورت کے لیے زیادہ ستر بدن ہے، اس لئے اس قاعدہ کی رو سے ان حدیثوں کا ضعف دور ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر ۵:

ایک قانون ہے جس کو نہ صرف یہ کہ غیر مقلدین تسلیم کرتے ہیں بلکہ حسب موقع اور حسب ضرورت خود استعمال بھی کرتے ہیں وہ قانون یہ ہے کہ اگر ایک مضمون کی متعدد ضعیف حدیثیں ہوں تو ایک دوسرے کے لیے مؤید ہونے کی وجہ سے وہ قابل عمل بن جاتی ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "اِنَّ الْاَحَادِیْثَ الضَّعِیْفَةَ اِذَا انْضَمَّ بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ اَحْدَثَتْ قُوَّةً" (فتح المبین ص۳۲) جب کئی ضعیف حدیثیں ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں تو وہ قوی ہو جاتی ہیں۔

جواب نمبر ۶:

عورت کا سمٹ کر رکوع و سجود کرنا امر مستحب ہے اور امر مستحب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قَالَ الْعُلَمَاءُ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَغَیْرِهِمْ یَجُوْزُ وَیُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ فِی الْفَضَائِلِ وَالتَّرْغِیْبِ وَالتَّرْهِیْبِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ مَالَمْ یَکُنْ مَوْضُوْعًا" (کتاب الاذکار للنووی ص۷) محدثین فقہاء وغیرہ وعلماء نے فرمایا ہے کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں" وَالْاِسْتِحْبَابُ یَثْبُتُ بِالضَّعِیْفِ غَیْرِ الْمَوْضُوْعِ" (فتح القدیر ج۱ ص۹۵، فصل فی الصلاۃ علی المیت کا اخیر) مستحب ضعیف حدیث کیساتھ ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو، اور غیر مقلدین علماء بھی ضعیف حدیث کو قابل عمل مانتے ہیں، غیر مقلد مفتی عبدالستار فرماتے ہیں، ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے (فتاوی ستاریہ ج۳ ص۷۳/ نیز ملاحظہ کیجئے فتاوی علمائے حدیث ج۴ ص۱۷۸، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۷۹، ۱۹۶، ۱۹۹)

جواب نمبر ۷:

جب ایک طرف رائے ہو اور دوسری طرف ضعیف حدیث ہو تو رائے کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، زیر بحث مسئلہ میں غیر مقلدین عوام وخواص کا یہ کہنا کہ زمین پر کلائیاں نہ بچھانے کا حکم نیز تجافی والی حدیثوں میں اعضاء کو کشادہ کرنے کا حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے، یہ غیر مقلدین کی اپنی رائے اور ان کا اپنا قول ہے نہ یہ قرآن ہے اور نہ حدیث ہے، لہٰذا اس رائے کے مقابلہ میں ان ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں فقط ضعیف حدیث ہو اور صحیح صریح مرفوع حدیث نہ ہو تو اس مسئلہ میں وہ ضعیف حدیث حجت اور قابل عمل ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کے دو قول نقل کرتے ہیں " وَعَنْ اَحْمَدَ اَنَّهٗ يُعْمَلُ اِذَالَمْ يُوْجَدْ غَيْرُهٗ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ مَا يُعَارِضُهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ رَاْيِ الرَّائِيْ وَ الْقِيَاسِ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ فِي الْبَابِ غَيْرُهٗ " (فتح المبین ص ۳۶)

① ...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مسئلہ میں ضعیف حدیث کے علاوہ دوسری حدیث موجود نہ ہو اور اس ضعیف حدیث کا معارض بھی نہ ہو تو اس پر عمل کیا جائیگا۔

② ...... امام احمد رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ضعیف حدیث کے علاوہ حدیث موجود نہ ہو تو رائے وقیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا ہمیں زیادہ پسند ہے۔

کیا غیر مقلدین کی رائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعیف حدیث سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟ کہ غیر مقلدین اپنی رائے پر تو عمل کرتے ہیں لیکن ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں اور اگر رائے وقیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کی حیثیت زیادہ مضبوط اور زیادہ قوی ہے تو پھر غیر مقلدین کو چاہئے کہ وہ اپنی رائے کو چھوڑ کر ضعیف حدیث پر عمل کریں۔

سوال: کیا مرد وعورت کے رکوع وسجود میں فرق کرنے والی حدیثوں سے کسی معتبر عالم نے استدلال کیا ہے؟، اگر استدلال کیا ہے تو اس کا حوالہ پیش کریں اور اگر استدلال نہیں کیا تو آپ بھی نہ کریں۔

جواب: کسی ایک معتبر عالم کی بات نہیں بلکہ ان احادیث سے متعدد معتبر علماء کرام نے استدلال کیا ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔ (السنن الکبری ج۲ ص۲۲۲، مصنف الامام المحدث ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی وفات ۴۵۸ھ)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کے احکام نماز کے لیے ایک شرعی اصول اور شرعی ضابطہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں " وَجِمَاعُ مَایُفَارِقُ الْمَرْأَۃُفِیْہِ الرَّجُلَ مِنْ اَحْکَامِ الصَّلٰوۃِ رَاجِعٌ اِلَی السَّتْرِ وَھُوَاَنَّھَا مَاْمُوْرَۃٌ بِکُلِّ مَاکَانَ اَسْتَرَلَھَا وَالْاَبْوَابُ الَّتِیْ تَلِیْ ھٰذِہٖ تَکْشِفُ عَنْ مَّعْنَاہُ وَتَفْصِیْلِہٖ "نماز کے مختلف قسم کے احکام جن میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے ان کی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن کے اصول پر ہے یعنی شریعت میں عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ نماز میں اس طریقہ کو اختیار کرے جس میں اس کا بدن زیادہ سے زیادہ چھپا رہے، اور آنے والے ابواب سے شریعت کا یہ مقصد بخوبی واضح ہو جائیگا۔

ان تمہیدی جملوں میں عورت کے احکام نماز کے لیے ستر بدن والے شرعی ضابطہ کو بطور بنیاد تحریر کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب منعقد کیا ہے جس کا عنوان ہے "بَابُ مَایُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَۃِ مِنْ تَرْکِ التَّجَافِیْ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ" (اس باب میں عورت کے لیے نماز ایک مستحب کا بیان ہے جو یہ ہے رکوع وسجود میں عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اعضاء کو کشادہ نہ کرے بلکہ اعضاء کو ملائے) پھر اس امر مستحب کے ثبوت کے لیے امام بیہقی نے دو اثر اور تین مرفوع حدیثیں درج کی ہیں (۱) اثر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (۲) اثر علی رضی اللہ عنہ (۳) حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۴) حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان

دونوں حدیثوں کے بارے امام بیہقی نے لکھا ہے یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں ان جیسی حدیثوں کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جا سکتی ⑤ حدیث یزید بن ابی حبیب ، اس پانچویں حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی تابعی درمیان میں صحابی کا واسطہ چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ سے نقل کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود پہلی دونوں متصل حدیثوں (یعنی حدیث ابی سعید اور حدیث عبداللہ بن عمر) سے بہت بہتر ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ امام بیہقی تین مرفوع حدیثوں میں پہلی دو حدیثوں کو ضعیف اور تیسری کو منقطع یعنی مرسل کہہ رہے ہیں اس کے باوجود اپنے مدعی کے لیے بطور دلیل یا تائید نقل بھی کر رہے ہیں اس کی مختلف وجوہ ہیں۔

① ایک یہ کہ ان حدیثوں پر اجماع امت ہے۔

② دوسری یہ کہ یہ تینوں مرفوع حدیثیں الگ الگ تو حجت نہیں لیکن ایک دوسرے کے لیے مؤید ہونے کی وجہ سے قابل حجت ہیں۔

③ تیسری یہ کہ آثار صحابہ اور آثار تابعین کی تائید کی وجہ سے حجت ہیں شاید اسی لئے امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان مرفوع حدیثوں کے نقل کرنے سے پہلے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے اس کے بعد مرفوع حدیثوں کو تحریر کر کے اشارہ کیا ہے کہ یہ مرفوع حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن آثار صحابہ اور آثار تابعین کی وجہ سے اس ضعف کا تدارک ہو جاتا ہے۔

④ چوتھی یہ کہ یہ حدیثیں اصل شرعی یعنی "عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی" ہے کیساتھ موافقت کی بناء پر حجت ہیں غالباً امام بیہقی نے اسی لئے بطور تمہید پہلے یہی شرعی ضابطہ بتایا ہے اس کے بعد اپنا دعوی اور اس پر دلائل تحریر کئے ہیں تا کہ شرعی ضابطہ کے ساتھ توافق سے ان احادیث کے ضعف کا تدارک و ازالہ ہو جائے۔

⑤ پانچویں یہ کہ یزید بن ابی حبیب کی حدیث مرسل تابعی ہے جو جمہور کے

نزدیک حجت ہے، اور جب اس کی دوسری حدیث سے تائید ہوجائے وہ حدیث اگرچہ ضعیف ہو، تو ایسی مرسل حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ مسح رأس کے مسئلہ میں ایک حدیث مرسل ہے دوسری موصول ہے مگر ضعیف ہے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حدیثیں نقل کرکے اور موصول حدیث کا ضعف بیان کرکے لکھتے ہیں "فَقَدْ اِعْتَضَدَ كُلٌّ مِنَ الْمُرْسَلِ وَالْمَوْصُوْلِ بِالْآخَرِ وَحَصَلَتِ الْقُوَّةُ مِنَ الصُّوْرَةِ الْمَجْمُوْعَةِ وَهٰذَا مِثَالٌ لِمَا ذَكَرَهُ الشَّافِعِيُّ مِنْ اَنَّ الْمُرْسَلَ يَعْتَضِدُ بِمُرْسَلٍ آخَرَ اَوْمُسْنَدٍ "(فتح الباری ج۱ص ۳۸۸/ارشادالساری ج۱ص ۲۶۸) پس تحقیق جب مرسل اور موصول میں سے ہر ایک دوسری کے ساتھ مل گئی تو دونوں کے مجموعہ سے قوت حاصل ہوگئی اور یہ اس ضابطہ کی مثال ہے جس کو امام شافعی نے ذکر کیا ہے کہ مرسل حدیث دوسری مرسل یا مسند حدیث کے ساتھ مل کر مضبوط اور قوی ہوجاتی ہے۔

یہاں تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی دو مرفوع حدیثوں سے نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے یزید بن ابی حبیب کی مرسل حدیث کی تائید ہوتی ہے، اس لئے وہ سب کے نزدیک حجت ہے، ہم آگے چل کر ان علماء کی باحوالہ فہرست پیش کریں گے جنہوں نے یزید بن ابی حبیب کی مرسل حدیث سے رکوع وسجود میں مرد وعورت کے فرق پر استدلال کیا ہے۔

۹ چھٹی یہ کہ ضعیف حدیث کسی چیز کے وجوب اور حرمت پر دلیل نہیں بن سکتی، لیکن امر مستحب پر دلیل بن سکتی ہے، چنانچہ علامہ الشیخ حسن المدابغی لکھتے ہیں "وَقَدْ اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ لَا فِي الْوُجُوْبِ وَالْحُرْمَةِ"(حاشیہ فتح المبین ص۳۶)اور تحقیق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے نہ کہ وجوب اور حرمت میں اس سے معلوم ہوا کہ استحباب کے درجہ میں ضعیف حدیث قابل عمل اور قابل حجت ہوتی ہے لیکن وجوب وحرمت میں حجت نہیں ہوسکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے عنوان میں رکوع وسجود میں عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ نہ کرنے کے استحباب کا دعویٰ کیا ہے جس پر یہ ضعیف حدیثیں دلیل بن سکتی ہیں اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثوں کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں ان جیسی حدیثوں سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ضعیف حدیثوں سے وجوب وحرمت پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی یہ مطلب نہیں کہ مستحب پر بھی ان سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ استحباب پر تو وہ ان حدیثوں کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں۔

⑦ ساتویں یہ کہ ان حدیثوں پر صراحتاً عورت کے لیے رکوع وسجود میں اعضاء کو کشادہ نہ کرنے کا حکم ہے جبکہ رکوع وسجود میں عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ کرنے کا صریح حکم کسی حدیث میں بھی نہیں ہاں البتہ اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کی رائے ہے کہ تجافی اعضاء اور کلائیاں نہ بچھانے والی حدیثوں میں مردوں اور عورتوں سب کے لیے حکم ہے اور امتیوں کی رائے سے ضعیف حدیث لاکھ درجے بہتر ہے، بہر کیف جو صورت بھی ہو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امر مستحب کے لیے ان حدیثوں کو قابل حجت اور قابل عمل مانتے ہیں اور اگر امام بیہقی کے نزدیک ان کی پیش کردہ پانچوں حدیثیں ناقابل حجت اور ناقابل تسلیم ہیں تو سوال یہ ہے کہ امام بیہقی نے عورت کے لیے رکوع وسجود میں ترک تجافی اور ضم اعضاء کے مستحب ہونے کا عنوان کیوں قائم کیا ہے؟ اور اگر یہ عنوان قائم کر دیا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟۔

نوٹ:

مندرجہ ذیل علماء کرام نے مرد وعورت کے سجود میں فرق پر یزید بن ابی حبیب کی حدیث نمبر ۳ سے استدلال کیا ہے، اور جو حضرات سجدہ میں فرق مانتے ہیں وہ رکوع میں بھی مانتے ہیں۔

①...... المبسوط سرخسی ج ۱ ص ۵۹، مصنف محمد بن احمد المعروف شمس الدین سرخسی، وفات ۴۳۸ھ۔

②......المجموع شرح المھذب ج ۳ ص ۴۱۰، مصنف ابوزکریا یحییٰ بن شرف المعروف امام نَوَوِیْ، وفات ۶۷۶ھ۔

③......تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۷۶، مصنف المحدث الفقیہ عثمان بن علی الزیلعی، وفات ۷۴۳ھ۔

④......شرح زرکشی ج ۱ ص ۱۹۱، مصنف شمس الدین محمد بن عبداللہ الرزکشی وفات ۷۷۲ھ

⑤......المبدع شرح المقنع ج ۱ ص ۴۲۱، مصنف برہان الدین، ابراہیم بن محمد بن عبداللہ، وفات ۸۸۴ھ

⑥......البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۴۷۴، مصنف زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، وفات ۹۷۰ھ

⑦......تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج ج ۶ ص ۷۷، مصنف احمد بن حجر الھیثمی المکی، وفات ۹۷۴ھ۔

⑧......کشاف القناع ج ۳ ص ۴۴، مصنف منصور بن یونس البھوتی وفات ۱۰۵۱ھ۔

⑨......مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج ۱ ص ۱۳۲، مصنف حسن بن عمار بن علی الشُرُنْبُلَالِیْ وفات ۱۰۶۹ھ۔

⑩......مطالب اولی النہی ج ۳ ص ۵۳، مصنف مصطفیٰ بن سعد السیوطی، وفات ۱۲۴۳ھ۔

⑪......تیسر العلام شرح عمدۃ الاحکام ج ۱ ص ۱۲۳، مصنف محمد بن حمد الوسام نجدی وفات ۱۲۳۶ھ۔

⑫......السعایہ شرح، شرح الوقایہ ص ۲۰۵، مصنف ابوالحسنات مولانا محمد عبد الحی لکھنوی وفات ۱۳۰۷ھ

⑬......مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۲۴، مصنف عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارکپوری وفات ۱۴۱۴ھ۔

⑭ ......شرح بلوغ المرام ج ۶۴ ص ۱۰، مصنف الشیخ عطیہ محمد سالم، وفات ۱۴۲۰ھ۔

⑮ ......شرح بلوغ المرام ج ۹ ص ۶۴، مصنف الشیخ عطیہ محمد سالم، وفات ۱۴۲۰ھ

⑯ ......فتح اللہ المعین علی شرح منلا مسکین، مصنف السید محمد ابوالسعود المصری الحنفی۔

⑰ ......الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ج ۷ ص ۸۹، صادر عن وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ،

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ۴ سے مندرجہ ذیل حضرات نے استدلال کیا ہے۔

⟨۱⟩ المبسوط سرخسی ج ۱ ص ۵۳، مولفہ محمد بن احمد السرخسی وفات ۴۸۳ھ۔

⟨۲⟩ الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۱ ص ۴۰۰، مولفہ موفق الدین عبداللہ بن احمد الشہیر بابن قدامہ وفات ۶۲۰ھ

⟨۳⟩ المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۴۸۸ مولفہ موفق الدین عبداللہ بن احمد الشہیر بابن قدامہ وفات ۶۲۰ھ

⟨۴⟩ شرح زرکشی ج ۱ ص ۱۹۱ مولفہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی وفات ۷۷۲ھ

⟨۵⟩ المبدع شرح المقنع ج ۱ ص ۴۲۱ مولفہ برھان الدین ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ وفات ۸۸۴ھ۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام نووی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے ملاحظہ کیجئے (المجموع شرح المھذب ج ۳ ص ۴۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی استاذ الفقہ الاسلامی واصولہ جامعہ دمشق الکلیۃ الشرعیہ نے استدلال کیا ہے، ملاحظہ کیجئے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۱۶۴)

غیر مقلدین میں سے ان کے مایہ ناز محدث، مفسر، فقیہ ابومحمد عبدالحق الھاشمی السلفی متوفی ۱۳۹۲ھ اپنے رسالہ " نَصْبُ الْعُمُوْدِ فِیْ تَحْقِیْقِ مَسْأَلَۃِ تَجَافِیْ الْمَرْأَۃِ فِیْ

الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ ‘‘ کے صفحہ نمبر ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ پر مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں، پہلے انہوں نے سنن کبری بیہقی کے حوالہ سے رکوع وسجود میں عورت کے لیے اعضاء کو کشادہ نہ کرنے کا استحباب نقل کیا پھر اس پر بطور دلیل حدیث ابی سعید خدری، حدیث عبداللہ بن عمر، حدیث یزید بن ابی حبیب، حدیث علی بحوالہ سنن کبری بیہقی، حدیث علی بحوالہ ابن قدامہ، حدیث علی بحوالہ النہایہ لابن اثیر، اثر ابراہیم نخعی بحوالہ سنن کبری بیہقی نقل کر کے لکھتے ہیں۔

’’ فَيُعْرَفُ بِهٖ اَنَّ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةَ كَانَتْ فَاشِيَةً فِيْ عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَكَانَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ قَائِلِيْنَ بِالتَّجَافِيْ لِلرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَاءِ وَاَمَّا اَقْوَالُ الْفُقَهَاءِ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنْبَلِيَّةِ وَشُرَّاحِ الْاَحَادِيْثِ فَكَثِيْرَةٌ اَذْكُرُمِنْهَا بِقَدْرِ الْحَاجَةِ‘‘

ترجمہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں مشہور تھا اور صحابہ وتابعین نماز میں مردوں کے لئے اعضاء کشادہ کرنے کے قائل تھے عورتوں کے لیے قائل نہ تھے، رہے حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ فقہاء اور شارحین حدیث کے اس پر اقوال تو وہ بہت ہیں ان میں سے چندایک اقوال بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں۔

چنانچہ آگے غیر مقلد محدث نے مذاہب اربعہ کے فقہاء اور شراح حدیث کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں اسی طرح ایک اور غیر مقلد محدث ومفتی مولانا عبدالجبار غزنوی نے عورت کے رکوع وسجود میں انضمام وانخفاض پر یزید بن ابی حبیب کی حدیث سے استدلال کیا (فتاوی علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۸ / فتاوی غزنویہ ص ۲۷) اتنے فقہاء ومحدثین کا ان احادیث سے مرد وعورت کے رکوع وسجود کے فرق پر استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث مذاہب اربعہ کے فقہاء ومحدثین کے نزدیک قابل حجت اور قابل عمل ہیں، ضعف احادیث کے اتنے مضبوط جوابات کے باوجود بھی اگر غیر مقلدین حضرات کا اصرار ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں، لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے تو میرا ابھی ایک سوال ہے۔

میرا بھی ایک سوال ہے:

اگر غیر مقلدین اور غیر مقلدات سنی (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) عورتوں سے ان حدیثوں پر عمل چھوڑا کر مردوں کی طرح اعضاء کو کشادہ کر کے نماز پڑھانا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں یہ صراحت ہو کہ مرد و عورت کے رکوع و سجود کا طریقہ ایک جیسا ہے تو......الحمدللہ سب سنی مردوں اور عورتوں کے دل میں حدیث کے احترام اور حدیث کی عظمت و محبت کے نقوش ثبت ہیں اس لئے ہم سب اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ غیر مقلد سے اُس کے دعوے پر حدیث کا مطالبہ کیا اور غیر مقلد گیا۔

جیسے ہم، صورت آشنا ہی نہیں
صدقے اس منہ چھپا کے جانے کے

مرد عورت کا سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے میں فرق

پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے قیام کی طرف مرد وعورت کے اٹھنے کا طریقہ از روئے شریعت ایک دوسرے سے مختلف ہے، مرد کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیوں کو قبلہ رخ کر کے سجدہ کرے پھر سجدہ سے اٹھ کر اسی طرح پاؤں کے سینہ پر زور دیتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے نہیں، جبکہ عورت سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے اور اپنے پاؤں اندر کی جانب موڑ کر سیدھے کر کے پھر کھڑی ہو، کیونکہ عورت کے سجدہ کرنے کا جو طریقہ ہے کہ وہ دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سجدہ کرتی ہے اس کے مطابق اس کے لیے سجدہ سے اٹھ کر سیدھا قیام کی طرف جانا، ناممکن ہے اس لیے وہ پہلے بیٹھ کر اپنے پاؤں سیدھے کرے گی پھر قیام کی طرف جائے گی اور مرد پاؤں کو کھڑا رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ کر کے سجدہ کرتا ہے پس اس کے لیے سجدہ سے اٹھ کر پاؤں کے سینہ پر زور دے کر سیدھا کھڑا ہونا کوئی مشکل نہیں۔ (البتہ معذور لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں)

زیر غور مسئلہ میں غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عورت سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے پھر قیام کی طرف جائے اور عورت کے بارے اہل سنت والجماعت علماء کا موقف بھی یہی ہے البتہ مرد کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ وہ بھی عورت کی طرح سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے پھر قیام کی طرف جائے لیکن احناف کا موقف یہ ہے کہ مرد، مردوں والا طریقہ اختیار کرے یعنی سجدہ سے اٹھ کر سیدھا قیام کی طرف چلا جائے اور بیٹھے نہیں، آگے مردوں کے سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے کے مختلف فیہ موقف پر احادیث کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

مرد کا سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنا احادیث کی روشنی میں:

مردوں کے سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے کے متعلق دو قسم کی حدیثیں ہیں۔

① ...... وہ حدیثیں جن میں سجدہ سے اٹھ کر بغیر بیٹھے سیدھا قیام کی طرف جانے کا ذکر ہے۔

② ...... وہ حدیثیں جن میں سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کے بعد قیام کی طرف جانے کا ذکر ہے، ہم پہلے دونوں قسم کی حدیثیں ذکر کرتے ہیں پھر ان کی تشریح اور مسئلہ کا حل عرض کریں گے، جس سے زیر غور مسئلہ میں مرد و عورت کا فرق واضح ہو جائیگا۔

حدیث نمبر ۱:

"عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَارَةَ بْنَ عُمَيْرٍ يُصَلِّيْ مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ كِنْدَةَ قَالَ فَرَاَيْتُهُ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمَّا قَامَ مِنَ السَّجْدَةِ الْاَخِيْرَةِ قَامَ كَمَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهٗ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْمُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ الْاَعْمَشُ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيَّ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهٗ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَفْعَلُ ذَالِكَ، فَحَدَّثْتُ بِهٖ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْمُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيَّ فَقَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى يَقُوْمُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ عَطِيَّةَ الْعُوْفِيَّ فَقَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ وَاَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رضی الله عنهم يَقُوْمُوْنَ عَلٰى صُدُوْرِ اَقْدَامِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ" (السنن الکبری بیہقی ج۲ ص۱۵۷)

ترجمہ: سلیمان اعمش کہتے ہیں میں نے عمارۃ بن عمیر کو دیکھا کہ وہ کُنْدَہْ کی جانب نماز پڑھ رہے تھے پس میں نے ان کو دیکھا انہوں نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا اور سجدہ کر کے سیدھے کھڑے ہو گئے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کے سامنے سجدہ سے سیدھا کھڑے ہونے کا ذکر کیا، تو عمارہ بن عمیر نے کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، سلیمان اعمش کہتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن یزید کی یہ حدیث ابراھیم نخعی کے سامنے بیان کی تو ابراہیم نخعی نے کہا! میرے سامنے عبدالرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، سلیمان اعمش کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خیثمہ بن عبدالرحمٰن کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سجدہ سے اپنے دونوں قدموں کے سینوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں، سلیمان اعمش کہتے ہیں، میں نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ الثقفی کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، سلیمان اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمَقْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَرَأَيْتُهٗ يَنْهَضُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَجْلِسُ إِذَا صَلّٰى فِيْ أَوَّلِ رَكْعَةٍ حِيْنَ يَقْضِيْ السُّجُوْدَ قَالَ الشَّيْخُ هُوَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ صَحِيْحٌ"

(السنن الکبری بیہقی ج۲ ص۱۲۵)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب پہلی رکعت کے سجود پورے کر لیتے ہیں تو اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے ہیں اور بیٹھتے نہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی غلط فہمی:

(موطا مالک ص ۷۱ "بَابُ الْعَمَلِ فِیْ الْجُلُوْسِ" میں حدیث ہے)

"مَالِكٌ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهٗ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْن عُمَرَ يَرْجِعُ فِیْ السَّجْدَتَيْنِ فِیْ الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَكَرَ ذَالِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ سُنَّةَ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا اَفْعَلُ هٰذَا مِنْ اَجَلِ اَنِّیْ اَشْتَكِیْ"

ترجمہ: امام مالک، صدقہ بن یسار سے وہ مغیرہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں، مغیرہ بن حکیم نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ نماز کے اندر دو سجدوں میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل لوٹتے ہیں، جب عبداللہ بن عمر نماز سے فارغ ہوئے تو مغیرہ بن حکیم نے اسکا حضرت ابن عمر کے سامنے ذکر کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سنت نہیں اور میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ مجھے تکلیف ہے، اس حدیث میں اجمال ہے اور قاعدہ ہے "اَلْحَدِيْثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا" (بعض حدیثوں کی دوسری بعض حدیثوں کیساتھ تفسیر ہو جاتی ہے) اسی قاعدہ کے مطابق اس کی وضاحت سمجھئے، مرد کے لیے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تکلیف کی وجہ سے دو سجدوں کے درمیان اس سنت طریقہ کے مطابق نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لئے ان کے بیٹھنے کے دو طریقے تھے۔

① ...... دونوں پاؤں کو پنجوں کے بل سجدہ والی حالت پر کھڑا رکھ کر اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے (محدثین کی اصطلاح میں اس نشست کو اقعاء کہا جاتا ہے) اس کے بعد دوسرا سجدہ کرتے چنانچہ

موطا امام محمد میں اسی مذکورہ بالا سند کے ساتھ یہ وضاحت موجود ہے امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اَخْبَرْنَا مَالِكٌ قَالَ اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَجْلِسُ عَلٰى عَقِبَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ فَذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا فَعَلْتُهٗ مُنْذُ اشْتَكَيْتُ'' (موطا امام محمد ص ۱۱۳ بَابُ الْجُلُوْسِ فِي الصَّلٰوةِ) ہمیں امام مالک نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں صدقۃ بن یسار نے خبر دی مغیرہ بن حکیم سے وہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا وہ نماز کے اندر دو سجدوں کے درمیان اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے ہیں میں نے اس اقعاء کا عبداللہ بن عمر کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے دو سجدوں کے درمیان اقعاء اس وقت سے شروع کیا ہے جب سے مجھے تکلیف ہوئی ہے۔

۲...... بعض دفعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دو سجدوں کے درمیان دونوں پاؤں دائیں طرف موڑ کر بائیں سرین پر بیٹھتے حدیث میں اسی کو تربع کہا گیا ہے اس کی مزید تفصیل اگلے مسئلہ میں ہوگی، چنانچہ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج ۵ ص ۴۰۷ میں اور مصنف عبدالرزاق باب الاقعاء ج ۲ ص ۱۹۴ میں حدیث ہے ''عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهٗ رَاٰى ابْنَ عُمَرَ تَرَبَّعَ فِيْ سَجْدَتَيْنِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَلٰكِنِّيْ اَفْعَلُ ذَالِكَ مِنْ اَجْلِ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ'' امام مالک صدقۃ بن یسار سے وہ مغیرہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں، مغیرہ بن حکیم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز کے دو سجدوں کے درمیان اپنے قدموں کے سینوں پر بیٹھنے کے بعد تربع کرتے ہیں، مغیرہ نے اس کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ نماز میں سنت نہیں لیکن میں تکلیف کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں...... غالب یہ ہے کہ جب دو سجدوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھتے ہوں گے تو اقعاء پر اکتفا کرتے ہوں گے اور جب زیادہ دیر بیٹھتے ہوں گے تو اقعاء کے بعد تربع کی شکل میں بیٹھتے ہوں گے، ان تینوں حدیثوں کی سند ایک ہے اور تینوں کا مضمون بھی ایک ہے صرف اتنا فرق

ہے کہ موطا امام مالک کی حدیث میں اجمال ہے اور دوسری دونوں حدیثوں میں تفصیل ہے، ان تفصیلی دو حدیثوں سے موطا مالک کی مجمل حدیث کے مندرجہ ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں۔

① ...... "فِیْ السَّجْدَتَیْنِ" سے مراد "بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ" ہے یعنی دو سجدوں کے درمیان اس کا معنی من السجدتین دو سجدوں سے نہیں ہے۔

② ...... نماز کی جس رکعت کے بھی دو سجدے ہوں ان کی درمیان والی کیفیت کا بیان ہے، اس سے پہلی اور تیسری رکعت کے دو سجدے مراد نہیں ہیں، اور نہ ہی ان دو سجدوں کے بعد کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے۔

③ ...... موطا امام مالک کی روایت میں رجوع سے مراد پہلے سجدہ سے اٹھنے کے بعد اقعاء یا تربع کی طرف لوٹنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں قدموں کے سینہ کے بل سجدہ کرتے پھر پہلا سجدہ قدموں کے سینہ پر کرنے کے بعد اقعاء یا تربع کی طرف لوٹتے یا یہ مراد ہے کہ دوسرے سجدہ کی طرف لوٹتے، رجوع سے پہلی اور تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد قدموں کے سینوں کے بل سیدھا قیام کی طرف لوٹنا مراد نہیں ہے، اسی لئے مصنف عبد الرزاق میں اس حدیث کو "بَابُ الْإِقْعَاءِ فِیْ الصَّلٰوۃِ" میں درج کیا گیا ہے نیز ملاحظہ کیجئے "فَتْحُ الْمَالِكْ بِتَبْوِیْبِ التَّمْهِیْدِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ عَلٰی مُوْطَا اِمَامْ مَالِكْ (ج ۲ ص ۱۵۱) ابن عبد البر فرماتے ہیں" وَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ مِنَ الْفِقْهِ اَنَّ الرُّجُوْعَ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ فِي الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ الْقَدَمَیْنِ خَطَأٌ لَیْسَ بِسُنَّةٍ "اس حدیث سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان قدموں کے سینوں کے بل لوٹنا غلطی ہے اور خلاف سنت ہے۔

④ ...... حضرت ابن عمر نے دو سجدوں کے درمیان اقعاء اور تربع کے سنت ہونے کی نفی کی ہے۔

دو سجدوں کے بعد قدموں کے سینوں پر زور دیکر سیدھا قیام کی طرف اٹھنا نہ خلاف سنت ہے اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کو اس حدیث مؤطا کے سمجھنے میں پانچ غلطیاں لگی ہیں، ایک یہ کہ انہوں نے سجدتین سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسجدے مراد لئے ہیں، دوسری یہ کہ انہوں نے فی کو من کے معنی میں کیا ہے یعنی دوسجدوں سے، تیسری یہ کہ انہوں نے رجوع سے قیام کی طرف لوٹنا مراد لیا ہے، چوتھی یہ کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس میں دوسجدوں سے قیام کی طرف اٹھنے کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے، پانچویں یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دوسجدوں سے قیام کی طرف قدموں کے سینوں پر زور دیکر بغیر بیٹھنے کے سیدھے قیام کی طرف اٹھتے اور انہوں نے اسی کو خلاف سنت کہا ہے، اپنی ان پانچ غلطیوں پر بنیاد رکھ کر انہوں نے سنن کبری بیہقی میں لکھا کہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کہ وہ دوسجدوں سے قیام کی طرف قدموں کے سینوں پر زور دے کر اٹھتے اور بیٹھتے نہیں تھے صحیح ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے'' حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے سنت ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ انہوں نے دوسجدوں کے درمیان اقعاء اور تربع کے سنت ہونے کی نفی کی ہے اور پھر تعجب بالائے تعجب اور حیرانی در حیرانی یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی رائے سے اس حدیث کا جو غلط مفہوم سمجھا تھا اس کو روایت بالمعنی کے طور پر ایسے لفظوں کے ساتھ نقل کیا جو اس مفہوم کو ادا کریں، پھر ان لفظوں کو بطور حدیث نقل کر دیا۔

چنانچہ موطا مالک وغیرہ میں تھا ''یَرْجِعُ فِیْ السَّجْدَتَیْنِ'' (ابن عمر دوسجدوں کے درمیان لوٹتے) لیکن سنن بیہقی میں اس کو یوں بنا دیا ''یَرْجِعُ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ'' (ابن عمر دوسجدوں سے لوٹتے) یہ ٹھیک ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے لیکن اس طرح نہیں کہ حدیث کا مفہوم ہی بدل جائے، اس لیے فقہاء کرام جو حدیث کے مفہوم ومطلب کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں ان کی بیان کردہ حدیثوں کو جلیل القدر محدثین بڑی اہمیت اور وقعت دیتے ہیں۔ چنانچہ حاکم معرفۃ علوم الحدیث کے ص ۱۱ پر اور علامہ خطیب بغدادی کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ کے ص ۴۳۶ پر اور امام حازمی الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار کے ص ۱۱ پر لکھتے ہیں'' وَحَدِیْثٌ یَتَدَاوَلُہُ الْفُقَھَاءُ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ

یَتَدَاوَلُہٗ الشُّیُوْخُ ''وہ حدیث جس کو فقہاء ایک دوسرے سے لیتے ہیں اُس حدیث سے بہتر ہے جس کو ثقہ محدثین ایک دوسرے سے لیتے ہیں۔

حدیث نمبر۳:

''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَنْھَضُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدَیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَلَیْہِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ یَخْتَارُوْنَ اَنْ یَّنْھَضَ الرَّجُلُ فِیْ الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ'' (جامع الترمذی ج ا ص ۶۴، باب منہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے دونوں قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے (یعنی سجدوں سے اٹھ کر بیٹھتے نہیں بلکہ سیدھے قیام کی طرف چلے جاتے)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اہل علم کا عمل اسی حدیث پر ہے یعنی اہل علم حضرات اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ نماز میں مرد اپنے دونوں قدموں کے سینوں پر زور دے کر سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر امام ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے خالد بن ایاس اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن امام ابن الہمام فتح القدیر ج ا ص ۲۶۸ میں فرماتے ہیں ''وَقَوْلُ التِّرْمِذِیْ عَلَیْہِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ یَقْتَضِیْ قُوَّۃَ اَصْلِہٖ وَاِنْ ضَعُفَ خُصُوْصُ ھٰذَا الطَّرِیْقِ ''امام ترمذی کا یہ قول کہ اہل علم کے نزدیک عمل اسی حدیث پر ہے، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس حدیث کا مضمون قوی اور صحیح ہے اگرچہ یہ خاص سند کمزور ہے، لہذا صحت مضمون کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت اور قابل عمل ہے، خصوصاً جب کہ آثار صحابہ اور آثار تابعین سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، ان آثار کی وجہ سے وہ ضعف دور ہو جاتا ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' وَیُقَوِّیْہِ مَارُوِیَ عَنِ الصَّحَابَۃِ فِــــیْ ذٰلِکَ '' (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۵ باب من صلی بالناس وھولا یرید الخ) اور اس حدیث کو قوی بنا دیتے ہیں وہ آثار جو اس کے بارے صحابہ کرام سے منقول ہیں۔

وہ آثار ملاحظہ کیجئے! امام بخاری عِشَالِیہ کے عظیم استاذ حدیث ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ نے اپنی حدیث کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کے ج اص ۴۳۰ پر باب قائم کیا ہے " مَنْ كَانَ يَنْهَضُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ " (ان لوگوں کے مذہب کا بیان جو اپنے قدموں کے سینوں پر سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے) پھر ج اص ۴۳۱ پر دوسرا باب قائم کیا ہے " مَنْ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِيْ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى (فلا تجلس) (ان لوگوں کا بیان جو اس بات کے قائل ہیں کہ جب مرد پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اُٹھائے تو بیٹھے نہیں) ان دونوں ابواب سے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار ملاحظہ کیجئے۔

حدیث نمبر ۴:

"عَنْ عُبَيْدِ بْنِ اَبِيْ الْجَعْدِ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَنْهَضُ فِيْ الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ"

ترجمہ: عبید بن ابی الجعد کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل سیدھے کھڑے ہوجاتے۔

حدیث نمبر ۵:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَنْهَضُ فِيْ الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ"

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل اُٹھتے تھے۔

حدیث نمبر ۶:

"عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُهُ يَنْهَضُ فِيْ الصَّلَاةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ"

ترجمہ: خیثمہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے سینوں کے بل اُٹھتے ہیں۔

حدیث نمبر۷:

"عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ اِنَّ عُمَرَوَ عَلِيًّا وَاَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم کَانُوْا یَنْهَضُوْنَ فِیْ الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ اَقْدَامِهِمْ"

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں سیدھے اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے۔

حدیث نمبر۸:

"عَنْ وَهْبِ بْنِ کَیْسَانَ قَالَ رَاَیْتُ اِبْنَ الزُّبَیْرِ اِذَا سَجَدَالسَّجْدَةَ الثَّانِیَةَ قَامَ کَمَا هُوَ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ"

ترجمہ: وہب بن کیسان کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب انہوں نے دوسرا سجدہ کرلیا تو اسی سجدہ والی حالت پر اپنے قدموں کے سینوں کے بل کھڑے ہوگئے۔

حدیث نمبر۹:

"عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یَنْهَضُ فِیْ الصَّلٰوةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ"

ترجمہ: نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سیدھے اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے تھے۔

حدیث نمبر۱۰:

"عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ کَانَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فِیْ الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ لَا یَقْعُدُ حِیْنَ یُرِیْدُ اَنْ یَقُوْمَ حَتّٰی یَقُوْمَ۔"

ترجمہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب (دوسرے سجدہ کے بعد) کھڑے ہوتے تو بیٹھتے نہیں تھے بلکہ سیدھے کھڑے ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۱۱:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَةٍ وَّالثَّالِثَةِ قَامَ کَمَا هُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ"

ترجمہ: نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں میں نے اصحاب رسول میں سے متعدد حضرات کو دیکھا کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو پاؤں کی سجدہ والی حالت کیساتھ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

حدیث نمبر ۱۲:

"عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ کَانَ اَشْیَاخُنَا لَا یُمَایِلُوْنَ یَعْنِیْ اِذَا رَفَعَ اَحَدُهُمْ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِیَةِ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ یَنْهَضُ کَمَا هُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ"

ترجمہ: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) بیٹھنے کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب ان میں سے جو بھی اپنا سر پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھاتا تو اسی سجدہ والی حالت پر سیدھا کھڑا ہو جاتا اور بیٹھتا نہیں تھا۔

حدیث نمبر ۱۳:

"عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ کَانَ یَسْرَعُ فِی الْقِیَامِ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی مِنْ آخِرِ سَجْدَةٍ"

ترجمہ: زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھ کر جلدی کھڑے ہوجاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴:

"عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ إِبْنُ اَبِیْ لَیْلٰی یَنْهَضُ فِیْ الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ"

ترجمہ محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلی نماز میں (سجدہ سے) سیدھے اپنے قدموں کے سینوں کے بل کھڑے ہوجاتے۔

امام بخاری ﷫ کے ایک اور استاذ حدیث، محدث عبدالرزاق جن کی صحیح بخاری میں ۱۱۹ روایات ہیں ان میں سے صحیح بخاری جلد اول میں (۵۸) اور جلد ثانی میں (۶۱) روایات ہیں ان کی حدیث کی کتاب مصنف عبدالرزاق کے ج ۲ ص ۱۷۸، ج ۲ ص ۱۷۹ سے چند اور آثار صحابہ ملاحظہ کیجئے۔

حدیث نمبر ۱۵:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ یَقُوْلُ رَمَقْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فِیْ الصَّلَاةِ فَرَاَیْتُهٗ یَنْهَضُ وَلَا یَجْلِسُ قَالَ یَنْهَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ فِیْ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ"

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مسعود ﷜ کو نماز میں دیکھا کہ وہ اٹھتے ہیں اور بیٹھتے ہیں (شاگرد نے اس کی وضاحت یوں کی) یعنی وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے قیام کی طرف اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۶:

"عَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ اَنَّ اِبْنَ عَبَّاسٍ وَاِبْنَ عُمَرَ كَانَا یَفْعَلَانِ ذَالِكَ"

ترجمہ: ابوعطیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے (یعنی سجدہ سے قیام کی طرف اپنے قدموں کے سینوں کے بل اٹھتے۔

حدیث نمبر ۱۷:

رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا "ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا" (صحیح البخاری باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ج۲ص۹۸)

ترجمہ: پھر سجدہ کر حتی کہ تو سجدہ میں قرار پکڑ لے، پھر سجدہ سے سر اٹھا حتی کہ تو برابر ہو کر بیٹھ جائے اور قرار پکڑ لے، پھر دوسرا سجدہ کر حتی کہ تو سجدہ میں قرار پکڑ لے، پھر سجدہ سے سر اٹھا حتی کہ برابر ہو کر کھڑا ہو جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑے ہو جانے کا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:

صحابی رسول حضرت ابوحمید الساعدی نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت اسید وغیرہ صحابہ کرام کے سامنے نماز رسول ﷺ پڑھ کر دکھائی تو وہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو گئے، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

"ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ يَعْنِيْ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ ثُمَّ عَادَ فَرَكَعَ الرَّكْعَةَ الْاُخْرٰى كَذَالِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ" (السنن الکبری بیہقی ج۲ص۱۰۲/ سنن ابی داود ج۱ص۱۰۷، باب افتتاح الصلوۃ/ صحیح ابن حبان ج۵ص۱۸۱/ مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ ج۷ص۱۲۲/ مشکل الآثار ج۱۳ص۲۹۱/ شرح معانی الآثار للطحاوی ج۱ص۲۶۰، باب صفۃ الجلوس/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ج۵ص۳۱۵)

ترجمہ: پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہوگئے اور بیٹھے نہیں پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے۔

اس حدیث میں بھی صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھنے کے کھڑے ہوجاتے تھے، تیسری رکعت کے بعد بھی کھڑے ہونے کا یہی حکم ہے۔

حدیث نمبر۱۹:

"عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِیُّ اَنَّهٗ رَاَالنَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم يُصَلِّیْ فَاِذَا كَانَ فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ قَاعِدًا" (صحیح بخاری ج۱ص۱۱۳)

ترجمہ: ابو قلابہ کہتے ہیں، مجھے حضرت مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پس جب آپ ﷺ نے اپنی نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) پڑھی تو، پہلے برابر ہوکر بیٹھ گئے پھر اٹھے۔

حدیث نمبر۲۰:

"عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثُ فَصَلّٰى بِنَا فِیْ مَسْجِدِ نَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّیْ لَاُصَلِّیْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ لٰكِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يُصَلِّیْ قَالَ اَيُّوْبُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ ؟، قَالَ مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا يَعْنِیْ عَمْرُو بْنَ سَلِمَةَ قَالَ اَيُّوْبُ وَكَانَ ذَالِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ" (صحیح البخاری ج۱ص۱۱۴)

ترجمہ: ایوب سختیانی کہتے ہیں ابوقلابہ نے بتایا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے اور ہمیں نماز پڑھائی اور فرمایا میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں لیکن مقصود نماز نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں وہ نماز دکھاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھا ہے، ایوب کہتے ہیں میں نے ابوقلابہ سے پوچھا کہ وہ نماز کیسے تھی؟ ابوقلابہ نے کہا ہمارے اس شیخ (عمرو بن سلمہ) کی نماز کی مثل تھی ایوب کہتے ہیں کہ ہمارے یہ شیخ تکبیریں پوری کہتے ہیں اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے ہیں۔

تشریح احادیث:

مرد کے سجدہ سے قیام کی طرف اٹھنے کے متعلق دو قسم کی حدیثیں آپ کے سامنے آچکی ہیں ان میں سے پہلی اٹھارہ احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ مرد سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے قدموں کے بل سیدھا قیام کی طرف چلا جائے اور بیٹھے نہیں، جب کہ آخری دو حدیثوں کا تقاضا یہ ہے کہ مرد سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد پہلے بیٹھ جائے پھر اٹھ کر قیام کی طرف جائے مسئلہ ایک ہے یعنی سجدہ سے قیام کی طرف جانا اس کے متعلق دو قسم کی حدیثوں میں دو متضاد حکم ہیں ظاہر ہے کہ حکم کے اعتبار سے یہ مسئلہ پیچیدہ اور مشکل ہے، ایسے پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسئلہ کو اجتہادی مسئلہ کہا جاتا ہے جس کو ہر آدمی بلکہ ہر عالم بھی حل نہیں کر سکتا ایسے الجھے ہوئے اجتہادی مسئلہ کو بہت بڑا فقیہ و مجتہد ہی سلجھا سکتا ہے وہی اس کو حل کر سکتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ میں اجتہادی رائے یہ ہے کہ سجدہ سے سر اٹھا کر پہلے بیٹھنا جس کو جلسہ استراحت کہا جاتا ہے سنت ہے اور پہلی قسم کی حدیثیں جن میں جلسہ استراحت کا ترک ہے وہ بیان جواز پر محمول ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں طریقے سنت ہیں جس پر چاہو عمل کرلو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ اول قسم کی حدیثوں میں شرعی حکم اور سنت شرعیہ کا بیان ہے جبکہ دوسری قسم کی حدیثوں میں ضعف پیری کی حالت میں کیفیت نماز کا بیان ہے اور ایسی مجبوری کی حالت میں ہر آدمی وہی کیفیت اختیار کرتا ہے جو اس کے لیے آسان تر ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جلسہ استراحت والے طریقہ کو اس لیے اختیار کیا تھا کہ سجدہ سے قدموں کے سینہ کے بل کھڑا ہونے سے بیٹھ کر یعنی جلسہ استراحت کر کے کھڑا ہونا زیادہ آسان ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ اور قیام کے درمیان بیٹھنا شرعی حکم کے طور پر نہیں تھا بلکہ بڑھاپے اور ضعف پیری کی وجہ سے تھا اس پر چند قرائن ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

قرینہ اول:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال زندگی اور زندگی بھر کی نماز اور کیفیات نماز کو پیش نظر رکھ کر غور کیا تو ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کبرسنی میں جب جسامت اور کمزوری بڑھ گئی تو اس کے بعد آپ کی بعض کیفیات نماز میں تبدیلی آ گئی تھی جس کا احادیث میں صراحتاً ذکر موجود ہے اور کیفیات نماز کی یہ تبدیلی شرعی حکم کے بدلنے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ کبرسنی، جسامت اور ضعف پیری کی وجہ سے تھی مثلاً۔

① ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تہجد کھڑے ہو کر پڑھتے اور قیام، رکوع، سجود وغیرہ اتنا طویل ہوتا کہ آپ کی پنڈلیاں اور قدم مبارک سوج جاتے، امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ج ۱ص ۱۵۲ پر باب قائم کیا ہے "بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی تَرِمَ قَدَمَاهُ" (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز تہجد میں قدم سوج جانے کا بیان) بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ کے پاؤں اتنے سوج جاتے کہ پھٹنے کے قریب ہو جاتے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پنڈلیاں بھی سوج جاتیں اور جب آپ کے شیدائی اور

آپ کے پروانے عرض کرتے اے ہمارے محبوب اور اے محبوب رب العالمین اللہ تعالی نے آپ کی مغفرت فرمادی ہے، آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں تو جواب ملتا'' اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا '' کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ ہوں؟، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کا اجر کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ہے، لیکن اس کے باوجود کبری سنی کی حالت میں کیفیت نماز بھی سنئے!

" عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی الله عنها اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يُصَلِّيْ صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى اَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلٰثِيْنَ آيَةً اَوْ اَرْبَعِيْنَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ ''(شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف ج۱ ص۲۳۵، باب الرجل يصلی قاعداً الخ)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی نماز تہجد بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا حتی کہ جب آپ عمر رسیدہ ہو گئے تو آپ بیٹھ کر قراءۃ کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہوتا تو کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر تیس ۳۰ یا چالیس ۴۰ آیات کے قریب قراۃ کر کے پھر رکوع کرتے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو چار سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

④...... بڑھاپے، بیماری اور کمزوری کا یہ عالم ہے کہ تخت عبادت کا انوکھا شہسوار، محبت الٰہی میں مستغرق، اللہ کے حضور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والا شب بیدار اور ایسا باہمت شب بیدار کہ پنڈلیاں، پاؤں متورم ہو کر پھٹنے کو آجائیں مگر بیٹھنے کا نام تک نہیں، آج وہ فرض نماز بھی بیٹھ کر پڑھا رہے ہیں صحیح بخاری ج۱ ص۹۴ میں ہے'' فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ الله صلی الله علیه وسلم وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ ''رسول اللہ ﷺ

ابوبکر کے پہلو کے قریب (مصلیٰ پر) بیٹھ گئے پس ابوبکر نماز میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرتے (کہ وہ مکبر تھے)۔

③......رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کی رکعات اور تین وتر ملا کر کبھی تیرہ رکعات پڑھتے اور کبھی گیارہ لیکن جب عمر رسیدہ ہو گئے تو پھر کبھی سات اور کبھی نو رکعات پڑھتے تھے، چنانچہ سنن ابوداود ج ۱ ص ۱۹۰ باب فی صلوۃ اللیل میں ہے" فَلَمَّا اَسَنَّ وَاَخَذَ اللَّحْمُ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ الخ "یعنی جب آپ ﷺ سن رسیدہ ہو گئے تو پھر آپ چار رکعت تہجد اور تین وتر پڑھتے اور کبھی وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تو نو رکعات ہو جاتیں۔

④......" عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُبَادِرُوْنِيْ بِرُكُوْعٍ وَلَا بِسُجُوْدٍ فَاِنَّهٗ مَهْمَا اَسْبِقُكُمْ بِهٖ اِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُوْنِيْ بِهٖ اِذْ رَفَعْتُ اِنِّيْ قَدْ بَدَّنْتُ "(سنن ابی داود ج ۱ ص ۹۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کرنا کیونکہ جب میں رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھانے میں تم سے سبقت کروں گا تو تم مجھے پالو گے کیونکہ میرا بدن بھاری ہو گیا ہے۔

مطلب یہ کہ بھاری بدن والا بوڑھا کمزور آدمی رکوع کی طرف جانے اور رکوع سے سر اٹھانے میں دیر لگاتا ہے اب اگر تم میرے ساتھ رکوع میں سر جھکاؤ گے یا میرے ساتھ رکوع سے سر اٹھاؤ گے تو رکوع کی طرف جانے میں اور رکوع سے سر اٹھانے میں تم مجھ سے آگے بڑھ جاؤ گے جو جائز نہیں اس لیے تم رکوع کی طرف جانے اور رکوع سے اٹھنے میں جلدی نہ کیا کرو اور اگر رکوع میں میرے بعد جھکو گے تو میں رکوع میں بوجہ کمزوری و بڑھاپا آہستہ آہستہ جاؤں گا اور تم جلدی جاؤ گے تو مجھے رکوع میں پالو گے اور میرے رکوع سے سیدھا ہونے تک تم رکوع کی تسبیحات پوری کرلو گے اور چونکہ میں رکوع سے کھڑا ہوں گا تو وہ بھی آہستہ تو تم رکوع کی تسبیحات پوری کر کے کھڑے ہو گے تو تم مجھے قیام میں پالو گے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کے بدلنے کی وجہ سے صحابہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو رکوع وسجود میں دیر سے جاتے، چنانچہ سنن ترمذی ج ا ص ۶۳ میں براء بن عازب سے روایت ہے"کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ لَمْ یَحْنُ رَجُلٌ مِّنَّا ظَھْرَہٗ حَتّٰی یَسْجُدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَنَسْجُدَ "ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور آپ اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو جب تک آپ سجدہ میں نہ چلے جاتے ہم میں سے کوئی بھی اپنی کمر کو نہ جھکاتا، آپ کے سجدہ میں چلے جانے کے بعد پھر ہم سجدہ کے لیے جھکتے۔

ان چار مثالوں سے اتنا پتہ چل گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عمر رسیدہ ہونے اور جسامت وضعف کے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے آپ کی کیفیات نماز میں تغیر آگیا تھا، اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ جن حدیثوں میں آپ کے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد بیٹھ کر قیام کی طرف جانے کا ذکر ہے وہ شرعی حکم کے طور پر نہیں بلکہ، کبر سنی، جسامت اور کمزوری کی وجہ سے ہے، اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے جیسے آپ کو دیکھا ویسے ہی آگے نقل کر دیا۔

قرینہ دوم:

مذکورہ بالا اٹھارہ ۱۸، احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین سے بھی اسی چیز کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کا جلسۂ استراحت شرعی عذر کی وجہ سے تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا

قرینہ سوم:

اہل علم حضرات میں سے بہت سے محققین نے سجدہ اور قیام کے درمیان اس بیٹھنے کی یہی حقیقت بتائی ہے کہ یہ بیٹھنا ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے تھا، ملاحظہ کیجئے۔

① فتح القدیر ج ا ص ۲۶۸، مولفہ المحدث الفقیہ الامام ابن الہمام محمد بن عبد الواحد" فَیُحْمَلُ مَا رَوَاہُ عَلٰی حَالَۃِ الْکِبَرِ"

② التجرید ج۲ص۵۵۱، مولفہ المحدث الفقیہ الامام ابو الحسین احمد بن محمد القدوری'' فَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ فِیْ حَالِ مَابَدَّنَ وَضَعُفَ''

③ تبیین الحقائق ج۱ص۳۰۸، مولفہ المحدث الفقیہ الامام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی'' مَحْمُوْلٌ عَلٰی حَالَةِ الضُّعْفِ بِسَبَبِ الْکِبَرِ''

④ بدائع الصنائع ج۱ص۴۹۵، مولفہ المحدث الفقیہ الامام علاء الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی'' مَحْمُوْلٌ عَلٰی حَالَةِ الضُّعْفِ''

⑤ البحر الرائق ج۱ص۳۴۰، مولفہ المحدث الفقیہ الامام الشیخ زین الدین المعروف ابن نجیم'' فَمَحْمُوْلٌ عَلٰی حَالَةِ الْکِبَرِ اَوْیُحْمَلُ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْجَوَازِ''

⑥ شرح النقایہ ج۱ص۱۷۸، مولفہ المحدث الفقیہ الامام علی بن محمد سلطان المعروف ملا علی القاری''فَکَانَ عَلٰی کِبَرِہٖ اَوْفَعَلَهٗ اَحْیَانًا لِبَیَانِ الْجَوَازِ''

⑦ شرح صحیح البخاری ج۲ص۴۳۸، مولفہ المحدث الفقیہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال قرطبی'' مَافَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِعِلَّةٍ کَانَتْ بِهٖ فَقَعَدَ مِنْ اَجْلِهَالَا لِاَنَّ ذَالِكَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ''(رسول اللہ ﷺ نے جو کیا وہ اپنی تکلیف کی وجہ سے کیا) پس آپ ﷺ کا بیٹھنا اس تکلیف کی وجہ سے تھا، اس لئے نہیں تھا کہ وہ نماز کی سنت ہے۔

قرینہ چہارم:

حضرت مالک بن حویرث نے نماز پڑھ کر دکھائی تو انہوں نے جلسۂ استراحت کیا پھر ان کو دیکھ کر عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا عمرو بن سلمہ کے جلسہ استراحت کے متعلق ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ فرمایئے''قَالَ اَیُّوْبُ فَرَاَیْتُ عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ یَصْنَعُ شَیْئًا لَااَرَاکُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ اِنَّهٗ کَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ الَّتِیْ لَا یُقْعَدُ فِیْهَا اِسْتَوٰی قَاعِدًا ثُمَّ قَامَ''(شرح معانی الآثار ج۲ص۳۷۵ باب ماىفعله المصلی بعد رفعه من السجدة الاخیرة من الرکعة الاولی/السنن الکبری بیہقی، جامع

الاصول ج۵ص۳۶۳/۱ مسند احمد ج۴۱ص۴۶۴/۱ مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ ج۴۹ ص۴۹۵، ج۵۰ص۱۱۷/ مسند احمد ج۳۴ص۱۶۳) ایوب سختیانی کہتے ہیں میں نے عمرو بن سلمہ کو دیکھا کہ وہ ایک ایسا کام کرتے ہیں جو میں نے تمہیں کرتے نہیں دیکھا وہ کام یہ ہے کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پہلے برابر ہو کر بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ اس سجدہ کے بعد نہیں بیٹھا جاتا۔

اگر جلسہ استراحت نماز کی سنت ہوتی تو دوسرے تابعین بھی کرتے مگر وہاں صرف عمرو بن سلمہ کرتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کرتا اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جلسہ استراحت کرنا سنت کے طور پر نہ تھا بلکہ ضعف پیری کی وجہ سے تھا اسی طرح ابن بطال رحمہ اللہ نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اٹھارہویں حدیث ہے اس کو بھی جلسہ استراحت کے غیر سنت ہونے کی دلیل بنایا ہے۔

قرینہ پنجم:

مشاہدہ اور تجربہ بھی یہی ہے کہ تندرست اور توانا آدمی سجدہ سے قیام کی طرف بغیر بیٹھے اور بغیر سہارے کے آسانی کیساتھ اٹھ جاتا ہے لیکن بیمار، بوڑھا اور کمزور ومعذور آدمی سجدہ سے اٹھ کر پہلے زمین پر بیٹھ جاتا ہے، بیٹھنے کے بعد اپنی حالت کے مطابق جس طرح اسے آسانی ہو وہ آہستہ آہستہ قیام کی طرف جاتا ہے، یہ مشاہدہ، تجربہ اور عقل اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جانا اور بیٹھنے کے بعد پھر قیام کی طرف اٹھنا، ضعف پیری اور جسامت کی وجہ سے تھا، شرعی حکم اور سنت شرعیہ کے طور پر نہ تھا۔

قرینہ ششم:

قرآن کریم میں ہے" اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ "(اور نماز قائم کیجئے میرے ذکر کے لیے) معلوم ہوا کہ نماز کی حقیقت اللہ جل شانہ کا ذکر ہے، اسی لئے نماز میں جتنے بھی

انتقالات اور حرکات مسنونہ ہیں ان میں سے ہر ایک کے لیے کوئی نہ کوئی خاص ذکر ہے جو نماز کی ایک حالت سے منتقل ہونے کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے اور دوسری حالت کی طرف پہنچنے تک جاری رہتا ہے تاکہ پوری حرکت مقرون بالذکر ہو جیسے۔

① نماز کے شروع میں افتتاح صلوۃ کے وقت رفع یدین کرنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

② قیام سے رکوع کی طرف جھکنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

③ رکوع سے قومہ کی طرف اٹھنا حرکت ہے اس کا ذکر۔ سمع اللہ لمن حمدہ

④ قومہ سے سجدہ کے لیے جھکنا حرکت ہے اس کا ذکر، اللہ اکبر

⑤ پہلے سجدہ سے اٹھنا حرکت ہے، اس کا ذکر، اللہ اکبر

⑥ دوسرے سجدے کی طرف جانے کا ذکر، اللہ اکبر

⑦ دوسرے سجدے سے اٹھ کر قیام کی طرف جانے کا ذکر، اللہ اکبر

پوری نماز میں یہی کیفیت قائم رہتی ہے، پس اگر پہلی اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد پہلے جلسہ استراحت کر کے پھر قیام کی طرف جانا ہے تو اللہ اکبر قیام کی طرف جو حرکت ہے اس کا ذکر ہے اور جو جلسہ استراحت کی طرف حرکت ہے اس کا کوئی ذکر نہیں اگر جلسہ استراحت سنت ہوتا تو اس کے لیے کوئی خاص ذکر بھی ہوتا جب اس کے لیے کوئی خاص ذکر نہیں تو تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہ سنت نہیں بلکہ یہ اہل عذر حضرات اپنے عذر کی وجہ سے کرتے تھے، پس حنفیہ کے نزدیک دونوں قسم کی حدیثیں معمول بہا ہیں لیکن ہر ایک کا دائرہ عمل جدا جدا ہے علی صدور قدمیہ والی حدیثوں کا دائرہ عمل سنت ہے اور جلسہ استراحت والی حدیثوں کا دائرہ عمل حالت عذر ہے۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ اکبر جلسہ استراحت کا ذکر ہے تو وہ اس پر کوئی صریح حدیث بھی پیش کرے اور جلسہ استراحت سے قیام کی طرف اٹھنے کا الگ ذکر بھی صریح حدیث سے ثابت کرے اور اگر اللہ اکبر دونوں کا ذکر ہے تو اس پر بھی صریح حدیث پیش کرے۔

میرے بھی تین سوال ہیں

سوال نمبر۱:

پہلی قسم کی اٹھارہ حدیثوں میں جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے سجدہ سے قدموں کے سینہ کے بل سیدھا قیام کی طرف اٹھنے کا ذکر ہے اگر وہ غیر مقلدین کے نزدیک شرعی حکم اور سنت شرعیہ نہیں ہے، تو یہ غیر مقلدین کی یا بعض امتیوں کی ذاتی رائے ہے اور غیر مقلدین اس رائے پر پختہ ہیں تو صاف اقرار کرلیں کہ اگرچہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی اجتہادی رائے بغیر وحی کے ہمارے نزدیک حجت نہیں لیکن امتیوں کی رائے حجت ہے اور اگر ان کے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت نہیں تو ان اٹھارہ حدیثوں میں مذکور طریقہ کے غیر شرعی حکم ہونے پر کوئی ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۲:

کچھ حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد جَلْسَۃُ اِسْتِرَاحَۃْ کرکے پھر قیام کی طرف اٹھنے کا ذکر ہے اور بعض صحابہ کرام اور بعض تابعین نے بھی ایسا کیا ہے، غیر مقلدین کے نزدیک یہ شرعی حکم اور سنت شرعیہ ہے، ہماری گذارش یہ ہے کہ اگر یہ غیر مقلدین کی یا بعض امتیوں کی رائے ہے اور غیر مقلدین اس پر پختگی سے عمل کررہے ہیں تو واضح اقرار کریں کہ ہمارے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت ہے اور اگر ان کے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت نہیں تو جلسہ استراحت کے شرعی حکم اور سنت شرعیہ ہونے پر صرف اور صرف ایک صحیح صریح متصل حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۳:

اور اگر غیر مقلدین کے نزدیک دونوں طریقے حکم شرعی ہیں اور جس پر چاہیں عمل

کرلیں تو یہ بھی ایک اجتہادی رائے ہے، غیر مقلدین اپنی یا امتیوں کی اجتہادی رائے کے حجت ہونے کا اقرار کرلیں اور آئندہ حنفیوں کو اہل رائے جیسے طعنے دینا بند کردیں اور اگر ان کے نزدیک امتیوں کی اجتہادی رائے حجت نہیں تو ان دونوں طریقوں کے شرعی حکم ہونے پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں؟۔

مگر غیر مقلدین کی بے چارگی اور بے بسی پر کہنا پڑتا ہے

دور سے آئے تھے ساقی سُن کے میخانے کو ہم
پر ترستے ہی چلے افسوس پیمانے کو ہم

⦿⦿⦿
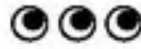
مردوعورت کا کیفیت قعدہ میں فرق

مردوعورت کے درمیان نماز کے قعدہ میں جوفرق ہے اس کے سمجھنے کے لیے پہلے احادیث میں اور فقہاء وشراح احادیث کی کتب میں کیفیت قعدہ کے بارے وارد ہونے والے اور استعمال ہونے والے چار الفاظ کے معانی کا ذہن نشین ہونا ضروری ہے، وہ چار الفاظ یہ ہیں ① افتراش ② تورک (۳) تربع ④ اقعاء۔

چار الفاظ کی وضاحت:

(افتراش) لغت میں افتراش کا معنی ہے بچھانا، قعدۂ نماز میں اس کی کیفیت یہ ہے کہ التحیات میں اور دوسجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا کہ دایاں پاؤں کھڑا ہو اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور بایاں پاؤں دونوں سرینوں کے نیچے بچھا کر اس کے اوپر بیٹھنا نماز کے اندر بیٹھنے کی اس کیفیت کو افتراش کہا جاتا ہے۔

(تورک) لغت میں تورک کا معنی ہے زمین پر سرین کے بل بیٹھنا، اس کی تین صورتیں ہیں ① دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے دائیں جانب باہر نکال کر بائیں سرین کے بل بیٹھنا ② دونوں پاؤں کو دائیں جانب موڑ کر اس طرح باہر نکالنا کہ دائیں پاؤں کا انگوٹھا اور بائیں پاؤں کا ٹخنا زمین کیساتھ لگ جائیں اور بائیں پاؤں کی پشت زمین کی طرف کر کے بائیں سرین کے بل بیٹھنا تورک کی اس صورت کو فقہ حنبلی میں سدل کہا جاتا ہے اور حنبلیہ کے نزدیک تورک کی یہی صورت مختار ہے ③ دایاں پاؤں بچھا کر بائیں پاؤں کو دائیں ران

اور پنڈلی کے درمیان سے نکال کر بائیں سرین کے بل بیٹھنا، تورک کی یہ تینوں صورتیں ادلہ صحیحہ کے ساتھ ثابت ہیں۔ (تنقیح الافہام العلیہ بشرح القواعد الفقھیہ ج۱ ص۶/الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج۳ ص۱۰۹)

(تربع) لغت میں تربع کا معنی ہے کسی جگہ موسم بہار کا وقت گذارنا اور چارزانوں ہوکر بیٹھنا، تربع کی تین صورتیں ہیں ① دائیں پاؤں کو بائیں ران کے نیچے اور بائیں پاؤں کو دائیں ران کے نیچے کرکے سرینوں کو زمین پر ٹیک کر بیٹھنا ② دائیں پاؤں کو بائیں گھٹنے کے نیچے اور بائیں پاؤں کو دائیں گھٹنے کے نیچے کرکے سرینوں کو زمین پر ٹیک کر بیٹھنا ③ دونوں پاؤں کو دائیں جانب اس طرح کرلینا کہ بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی اور ران کے نیچے کریں اور دائیں پاؤں کی باہر کی جانب سے دائیں سرین کے ساتھ لگا کر بائیں سرین پر بیٹھ جائیں، تربع کی یہ تیسری صورت تورک کی دوسری صورت کی طرح بن جاتی ہے۔ (الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج۳ ص۳۸۰/۱/المنتقی شرح الموطا ج۱ ص۲۰۶/شرح الزرقانی علی الموطا ج۱ ص۲۶۵)

(اقعاء) لغت میں اقعاء کا معنی ہے کتے کا چوتڑ زمین پر ٹیک کر اور سر اٹھا کر بیٹھنا، احادیث میں اقعاء کی دو صورتیں ہیں ① سجدہ میں جیسے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے ہیں اور انگلیاں قبلہ رخ ہوتی ہیں پاؤں کی اسی کیفیت کو باقی رکھتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھا کر اپنی ایڑیوں پر بیٹھنا ② سرینوں کو زمین پر ٹیک کر اس طرح پاؤں کے بل بیٹھنا کہ پنڈلیاں اور رانیں کھڑی ہوں اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔

ضروری تنبیہ:

چونکہ مرد وعورت کی نماز میں فرق کرنے اور فرق نہ کرنے والے دونوں فریق متفق ہیں کہ عورت نماز کے اندر قعدہ میں تورک والی کیفیت کے ساتھ بیٹھے گی اس لئے اس کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں، البتہ مرد کی کیفیت قعدہ کے متعلق دونوں فریقوں کے

درمیان اختلاف ہے، فرق کنندہ حضرات کہتے ہیں کہ مرد، مردوں والے طریقہ کے مطابق قعدہ کرے یعنی افتراش اور فرق نہ کرنے والے گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ مرد بھی عورت کی طرح تورک والی کیفیت کے ساتھ بیٹھے، مرد کی کیفیت قعدہ جو مختلف فیہ ہے اس پر احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

کیفیت قعدہ احادیث کی روشنی میں:

رسول اللہ ﷺ کی نماز میں کیفیتِ قعدہ کیسے تھی؟، اس سلسلہ میں کتب حدیث کے اندر تین قسم کی احادیث مبارکہ پائی جاتی ہیں ہم ذیل میں پہلے کتب حدیث کے حوالہ سے وہ تین قسم کی احادیث درج کرتے ہیں بعد ازاں ان کی تشریح عرض کریں گے۔

احادیث قعدہ کی قسم اول (تربع)

حدیث نمبر ۱:

" عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ مُتَرَبِّعًا " (المستدرک علی الصحیحین للحاکم باب التامین ج ۱ ص ۲۵۸، ج ۱ ص ۲۷۵/ اور امام حاکم فرماتے ہیں صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ، التلخیص حافظ ذہبی باب التامین ج ۱ ص ۲۵۸، ج ۱ ص ۲۷۵، اور امام ذہبی فرماتے ہیں صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ، السنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۷، السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۳۰۵/ السنن الصغیر بیہقی ج ۲ ص ۲۷، ج ۲ ص ۲۸/ سنن نسائی باب کیف صلوۃ القاعد ج ۱ ص ۲۴۵/ السنن الکبری امام نسائی باب کیف صلوۃ القاعد ج ۱ ص ۴۲۹/ التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۲۳۶۲، ۲۴۹۱، ۲۵۱۶/ الاحکام الشرعیہ الکبری ج ۲ ص ۳۲۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار زانوں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ سِمَاكِ بْنِ سَلْمَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَهُمَا مُتَرَبِّعَانِ فِيْ الصَّلٰوةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۳)

ترجمہ: سماک بن سلمہ ضبی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ چارزانوں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ جَالِسًا مُتَرَبِّعًا" (شرح مسند ابی حنیفہ ملاعلی القاری ج ۱ ص ۱۹۱/التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۱۳۸۰۲/المعجم الکبیر ج ۴ ص ۱۳/جامع الاحادیث ج ۳۴ ص ۴۰۴)

ترجمہ: حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چارزانوں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا وَمُتَّكِئًا"

(جامع الاحادیث ج ۲۵ ص ۵۴/مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۴)

ترجمہ: حمید کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ کبھی چارزانو بیٹھ کر کبھی ٹیک لگا کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عُقْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ اَنَسًا يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۳)

ترجمہ: عقبہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ چار زانوں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶:

"عَنْ عُمَرَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَاَيْتُ اَنَسًا يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا عَلٰى طَنْفِسَةٍ"

ترجمہ: عمر انصاری کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ چار زانو بیٹھ کر چادر کے اوپر نماز پڑھتے ہیں۔

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۴ میں مجاہد تابعی، عطاء تابعی، محمد بن سیرین تابعی، ابو جعفر اور حسن بصری کے چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھنے کے آثار مذکور ہیں۔

احادیث قعدہ کی قسم دوم (تورک)

حدیث نمبر ۱:

"قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ" (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

ترجمہ: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور سرینوں کے بل بیٹھتے۔

حدیث نمبر ۲:

"قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ وَاِذَا جَلَسَ فِي الْاٰخِرَةِ جَلَسَ عَلٰى اِلْيَتِهٖ وَجَعَلَ بَطْنَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى عِنْدَ مَابَضِ فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى" (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنی سرینوں پر بیٹھتے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی اور ران کے درمیان رکھتے۔

حدیث نمبر ۳:

"عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَتِ الرَّابِعَةُ اَفْضٰی بِوَرِکِہٖ الْیُسْرٰی اِلَی الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَیْہِ مِنْ نَاحِیَةٍ وَاحِدَةٍ" (السنن الکبری بیہقی ج۲ص ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابوحمید الساعدی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے چوتھی رکعت میں اپنی بائیں سرین کو زمین پر رکھا اور اپنے دونوں قدموں کو ایک جانب (یعنی دائیں جانب) باہر نکالا۔

حدیث نمبر ۴:

" عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا قَعَدَ فِی الصَّلٰوةِ جَعَلَ قَدَمَہُ الْیُسْرٰی بَیْنَ فَخِذِہٖ وَسَاقِہٖ وَفَرَشَ قَدَمَہُ الْیُمْنٰی اِلَّا اَنَّ ذٰلِکَ فِی الْقُعُوْدِ لِلتَّشَھُّدِ وَلَعَلَّ ذٰلِکَ مِنْ شَکْوٰی" (سنن کبری بیہقی ج۲ص ۳۰۵)

ترجمہ: عامر اپنے باپ عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان کرتے اور دائیں پاؤں کو بچھا دیتے۔

رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی یہ کیفیت قعدہ تشہد میں تھی اور شاید یہ تکلیف کی وجہ سے تھا۔

احادیث قعدہ کی قسم سوم (افتراش)

حدیث نمبر ۱:

"عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ

وسلم یَفْرِشُ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی"(مسلم ج۱ ص۱۹۵/الاحکام الشرعیۃ الکبری ج۲ ص۲۲۶/السنن الکبری بیہقی ج۲ ص۱۱۳، ج۲ ص۱۲۰/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ ص۲۶۱۵/الجمع بین الصحیحین ج۴ ص۱۶۹/جامع الاحادیث ج۴۰ ص۱۳۲/جامع الاصول فی احادیث الرسول ج۵ ص۳۲۷/مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۱۸)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ علیہ وسلم اِذَا اَضْجَعَ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی وَوَضَعَ یَدَهُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہٖ الْیُسْرٰی وَیَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہٖ الْیُمْنٰی" (سنن نسائی ج۱ ص۱۸۶/سنن ابی داود ج۱ ص۱۳۸/المعجم الکبیر ج۲۲ ص۳۳/مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۱۸/جامع الاصول فی احادیث الرسول ج۵ ص۴۰۴/سنن ترمذی باب ماجاء کیف الجلوس ج۱ ص۹۵)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے اپنے بائیں پاؤں کو لٹایا اور دائیں کو کھڑا رکھا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ فَلْیَنْصِبْ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی وَلْیَخْفِضْ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی" (السنن الکبری بیہقی ج۲ ص۸۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد نماز میں بیٹھے تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو نیچے رکھے۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ اِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهٗ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَ قَالَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذَالِكَ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِيْ" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۴)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن قاسم کو حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے عبداللہ نے خبر دی کہ وہ عبد اللہ بن عمر کو دیکھتے کہ وہ نماز میں چارزانو ہوکر بیٹھتے ہیں میں نے بھی ان کو دیکھ کر اسی طرح بیٹھنا شروع کردیا کیونکہ میں اس وقت نوعمر تھا (اوراس بیٹھنے کی حقیقت نہ سمجھ سکا) حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھے اس طرح بیٹھنے سے منع کیا اور فرمایا نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں کو موڑ دیں (یعنی افتراش) میں نے کہا اباجی! آپ خود تو چارزانوں ہوکر بیٹھتے ہیں؟، فرمایا میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ......اس حدیث میں چند امور غور طلب ہیں۔

①......حضرت عبداللہ بن عمر نماز میں جو چارزانوں ہوکر بیٹھتے تھے اس سے تربع کی تیسری صورت مراد ہے جو تورک کی طرح ہے، چنانچہ مؤطا مالک کے عظیم شارح ابوالولید الباجی لکھتے ہیں، تربع کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ دایاں پاؤں بائیں گھٹنے کے نیچے اور بایاں پاؤں دائیں گھٹنے کے نیچے رکھا جائے۔

" وَالضَّرْبُ الثَّانِيْ اَنْ يَّتَرَبَّعَ وَيَثْنِيْ رِجْلَيْهِ مِنْ جَانِبٍ فَتَكُوْنُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى تَحْتَ فَخِذِهٖ وَسَاقِهِ الْيُمْنٰى وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى فَتَكُوْنُ

عِنْدَ اِلْيَتِهِ الْيُمْنٰى وَيُشْبِهُ اَنَّ هٰذِهٖ قَعَدَةُ الرَّجُلِ فَلَمَّا اِنْصَرَفَ عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ عُمَرَ مِنْ صَلَاتِهٖ عَابَ ذَالِكَ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ تَرَكَ هَيْئَةَ الْجُلُوْسِ فِيْ
الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ اِنَّكَ تَفْعَلُ مِثْلَ ذَالِكَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
عُمَرَ مِمَّنْ يُقْتَدٰى بِهٖ فَلِذَالِكَ الرَّجُلُ فَعَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ
اَنَّهٗ لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا يَفْعَلُهٗ لِشَكْوٰى رِجْلَيْهِ
لِاَنَّهٗ كَانَ فُدِعَ بِخَيْبَرَ فَلَمْ تَعُدْ رِجْلَاهُ عَلٰى مَاكَانَتْ عَلَيْهِ وَكَانَ
يَشْتَكِيْهَا" (المنتقی ج۱ص۲۰۶/شرح الزرقانی علی الموطا ج۱ص۲۶۵/
اوجز المسالک الی موطا مالک ج۲ص۱۱۸)

ترجمہ: تربع کی دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں ایک جانب (یعنی دائیں جانب) اس طرح موڑ دے کہ بایاں پاؤں دائیں ران اور پنڈلی کے نیچے ہواور دایاں پاؤں دائیں سرین کے دائیں جانب ہو، نماز پڑھنے والے آدمی نے اسی طرح قعدہ کیا تھا (یعنی تورک کیا) جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو اس طرح قعدہ کرنے پر اعتراض کیا کیونکہ نماز میں بیٹھنے کی جو مسنون کیفیت ہے (افتراش) اس آدمی نے اس کو چھوڑ رکھا تھا آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ خود بھی تو اسی طرح بیٹھتے ہیں چونکہ عبداللہ بن عمر مقتدیٰ لوگوں میں سے ہیں اس لئے اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر کو جس طرح نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا اس نے بھی ویسے ہی بیٹھنا شروع کر دیا، جب حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس کو تورک کی کیفیت میں بیٹھے دیکھا تو اس کو بتایا کہ میں اگر نماز میں اس طرح بیٹھتا ہوں تو اس لیے نہیں کہ یہ نماز میں سنت ہے بلکہ میں اس وجہ سے تورک کی کیفیت میں بیٹھتا ہوں کہ میرے دونوں پاؤں میں تکلیف ہے، اور اس تکلیف کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں ان کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے تھے اس کے بعد وہ پہلے والی حالت پر نہ آ سکے اور ان میں تکلیف بھی رہتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ۔

۱ حضرت عبداللہ بن عمر کا تربع بصورت تورک تھا۔

﴿۴﴾ حضرت عبداللہ بن عمر نے صاف بتایا کہ میرا اس طرح بیٹھنا تورک کے سنت ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بوجہ تکلیف ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے سنت طریقہ یہ بتایا ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو بچھائے، یہ بچھانا ایسے طور پر نہ ہو کہ تورک کی کیفیت بن جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے سنت ہونے کی نفی کر رہے ہیں پھر اُسی کو سنت کیسے بتا سکتے ہیں، اس لیے بائیں پاؤں کو اس طرح بچھانا مراد ہے کے بائیں پاؤں کو سرین کے نیچے بچھا کر اس پر بیٹھا جائے اور یہی افتراش ہے، لہٰذا اس حدیث کے مطابق تورک سنت نہیں، افتراش سنت ہے۔

اگر تورک کی یہ صورت ہو کہ دونوں پاؤں دائیں جانب نکلے ہوئے ہوں تو سارا بوجھ بائیں سرین پر اور بائیں ران پر پڑتا ہے دونوں پاؤں پر بوجھ نہیں پڑتا، اور اگر تورک کی وہ صورت ہو جس میں دایاں پاؤں کھڑا ہوتا ہے، تو اس میں دائیں پاؤں پر بوجھ آتا ہے بائیں پاؤں پر بوجھ نہیں آتا جبکہ افتراش میں دونوں پاؤں پر بوجھ آتا ہے کیونکہ دایاں پاؤں کھڑا رکھ کر بائیں پاؤں کو سرین کے نیچے بچھا کر اس پر بیٹھنا افتراش ہے اور اس صورت میں دونوں پاؤں پر بوجھ آتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھنے کی وجہ یہ بتائی ہے "ان رجلای لاتحملانی" (میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ وہ ہے جس میں دونوں پاؤں پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ افتراش ہے۔

حدیث نمبر ۵:

"عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ قَالَ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَاَقْبَلَهُ بِصَدْرِ الْیُمْنٰی عَلٰی قِبْلَتِهٖ" (سنن ابی داود ج ا ص ۱۳۹)

ترجمہ: ابو حمید نے ابوسعید، سہیل بن سعید اور محمد بن مسلمہ وغیرہ کے سامنے نماز رسول پڑھ کر دکھائی تو ابو حمید نے کہا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہونے کے قریب ہوئے تو بائیں پاؤں کو بچھایا اور دائیں پاؤں کو قبلہ رخ سینہ کے بل کھڑا رکھا (یہی افتراش ہے)۔

حدیث نمبر ۶:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُضْجِعَ رِجْلَكَ الْيُسْرىٰ وَتَنْصِبَ الْيُمْنٰى"

(سنن نسائی ج اص ۱۷۳، باب کیف الجلوس للتشہد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھا دے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے (یعنی افتراش)۔

حدیث نمبر ۷:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرىٰ"

(سنن نسائی ج اص ۱۷۳، باب الاستقبال باطراف اصابع القدم الخ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کر کے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۸:

"عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (مرسلا) قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ حَتّٰى اِسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمَيْهِ"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۱۸)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی سے مرسل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھا دیتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدموں کی پشت سیاہ ہو گئی تھی۔

حدیث نمبر ۹:

"عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰى" (// //)

ترجمہ: یزید بن عبداللہ بن قُسَیْطُ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے۔

حدیث نمبر۱۰:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنه قَالَ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ يَّفْرِشَ الْيُسْرٰی وَاَنْ يَّنْصِبَ الْيُمْنٰی"(// //)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ نے فرمایا نماز کی سنتوں میں سے ہے بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا۔

حدیث نمبر۱۱:

"عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰی يَضَعُهَا بَيْنَ اِلْيَتَيْهِ وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰی فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا فِی الصَّلٰوةِ وَيَكْرَهُ اَنْ يَّقْعُدَ عَلَی الْيُمْنٰی اِلَّا مِنْ عُذْرٍ"(کتاب الآثار لابی یوسف ص ٦٧)

ترجمہ: ابراہیم نخعی بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے یعنی بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کرتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھ کر بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھتے اور دائیں پاؤں پر بیٹھنے کو ناپسند کرتے مگر عذر کی وجہ سے۔

تشریح احادیث:

ان تین قسم کی احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کے تین طریقے تھے، تربع، تورک اور افتراش ان میں سے پہلا طریقہ تربع والا بالاتفاق سنت نہیں اس طرح بیٹھنا عذر کی وجہ سے تھا اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں" لَاَنْ اَقْعُدَ عَلٰی جَمْرَةٍ اَوْ جَمْرَتَيْنِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْعُدَ مُتَرَبِّعًا فِی الصَّلٰوةِ"(السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۰٦/ السنن الصغیر للبیہقی ج ۲ ص ۲۹/ المعجم الکبیر ج ۹ ص ۲۷۸/ التبویب الموضوعی للاحادیث ج ۱ ص ۱۸۰۸/ جامع الاحادیث ج ۳۷ ص ۲۰٦) البتہ

انگاروں پر بیٹھنا مجھے زیادہ پسند ہے نماز میں تربع کی حالت میں بیٹھنے سے، اگر تربع سنت ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں نہ فرماتے، پس معلوم ہوا کہ تربع سنت نہیں بلکہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے بھی تربع کیا ہے لیکن عذر کیوجہ سے کیا ہے شرعی حکم کے طور پر نہیں کیا اور نہ ہی اس کے سنت ہونے کا کوئی قائل ہے، البتہ تورک اور افتراش کے بارے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق اور اجتہادی رائے یہ ہے کہ افتراش سنت ہے اور تورک سنت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عذر اور مجبوری کی وجہ سے کیا ہے جیسا کہ تربع اور بعض دیگر کیفیات بھی عذر اور مجبوری کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تورک کا جواز بتانے کے لیے کبھی کرلیا ہو لیکن یہ مستقل طور پر نہ شرعی حکم ہے اور نہ سنت شرعیہ ہے، شرعی حکم اور سنت شرعیہ افتراش ہے، اس پر چند قرائن ہیں وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

قرینہ نمبر ۱ (حدیث ممانعت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر تورک کی حالت میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے "عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِیْ الصَّلٰوةِ" (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۲۰/التمہید لابن عبدالبر ج ۱۶ ص ۲۷۴/مسند احمد ج ۲۷ ص ۲، حدیث ۱۲۹۵۶/مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ حدیث ۱۳۴۳۷/اور مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط ج ۳ ص ۲۳۳ حدیث ۱۳۴۶۲ میں ہے "رجال اسنادہ رجال الصحیح" /مسند الصحابہ فی الکتب التسعہ ج ۲۰ ص ۴۸۸/المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج ۱ ص ۵۳/تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۳۵۸ واسنادہ قوی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَنْ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِیْ الصَّلٰوةِ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ" (التیسیر بشرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۴۶۵ حرف نون/السراج المنیر ج ۴ ص ۳۶۰ باب المناہی)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

ناظرین کرام! خیال فرمائیے جس کام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیں وہ مرد کے لیے کیسے سنت ہوسکتا ہے؟، لیکن دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں تورک کرنے کا ذکر احادیث میں موجود ہے ان سب احادیث کو پیش نظر رکھ کر سراج الامت، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نماز میں افتراش سنت ہے اور تورک عذر اور مجبوری کی وجہ سے کیا ہے، یا ممکن ہے اس کا جواز بتانے کے لیے کبھی کبھار تورک کیا ہو۔

قرینہ نمبر۲ (ممانعت ابن عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے بیٹے عبداللہ تربع بصورت تورک کرتے ہیں تو ان کو دیکھتے ہی منع کر دیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو طبعی امور تک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کوشش کرتے تھے ان کا اپنے بیٹے کو تورک سے روکنا اس بات کا قرینہ ہے کہ مرد کے لیے تورک سنت نہیں ہے۔

قرینہ نمبر۳ (عذر)

جب بیٹے نے کہا کہ اباجی آپ بھی تو نماز میں ایسا ہی کرتے ہیں؟، حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب میں اپنی تکلیف کو عذر کے طور پر ذکر کیا کہ میں پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے تورک کرتا ہوں، یہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ مرد کے لیے تورک سنت نہیں۔

قرینہ نمبر۴ (سنۃ الصلوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے افتراش کے لیے "سنۃ الصلوۃ" (نماز کی سنت) کا لفظ استعمال فرمایا ہے ملاحظہ کیجئے قسم سوم کی حدیث نمبر۴، ۷، ۱۰، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں افتراش سنت ہے اور چونکہ تورک سے منع کیا ہے اس سے پتہ چلا کہ مرد کے لیے تورک سنت نہیں ہے۔

قرینہ نمبر۵ (لفظ انما)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے افتراش کو سنت بتاتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں" اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ" (حدیث نمبر۴ از قسم سوم، ملاحظہ کیجئے) اور لفظ انما عربی محاورات میں اس مفہوم کو ادا کرتا ہے کہ اس کے بعد مذکور چیز کا اثبات اور اس کے ماسوا باقی سب کی نفی اردو محاورات میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے صرف اور صرف یا اس کے ماسوا کچھ نہیں کہ الفاظ بولے جاتے ہیں جیسے قرآن کریم میں ہے"اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" "صرف اور صرف تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اثبات ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا باقی سب معبودوں کی نفی ہوگئی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے"اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ " کا لفظ ذکر کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ صرف اور صرف افتراش ہی سنت ہے اس کے ماسوا نماز میں بیٹھنے کی جو کیفیت بھی ہے وہ سنت نہیں ہاں عذر وغیرہ کی وجہ سے بیٹھنے کی کوئی اور کیفیت اختیار کی جائے تو اس کو اسی عذر اور مجبوری کے دائرہ میں رکھا جائے گا اس کو مستقل سنت شرعیہ کا درجہ نہ دیا جائے گا، پس معلوم ہوا کہ نماز کے اندر قعدہ میں مرد کے لیے افتراش سنت ہے اور عورت کے لیے تورک سنت ہے اس کے علاوہ دونوں کے لیے احادیث وآثار میں جو بھی نماز میں بیٹھنے کی کیفیت مذکور ہے وہ مجبوری اور عذر کی حالت پر محمول ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق مذکورہ بالا تینوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہوگیا افتراش والی حدیثوں پر مردوں کے لیے بطور سنت عمل ہوا اور تربع وتورک والی حدیثوں پر حالت عذر میں عمل ہوگیا۔

اعتراض نمبر۱:

اگر حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں تورک مجبوری کی وجہ سے تھا تو عورتوں کے لیے تورک کا سنت ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟۔

جواب:

عورتوں کے لیے تورک کے سنت ہونے پر الگ دلائل موجود ہیں، دلائل کے سمجھنے کے لیے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عورت کے لیے تورک کی مذکورہ بالا تین صورتوں میں سے ہر صورت درست ہے نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ احادیث میں تورک کے لیے تعبیرات مختلف ہیں بعض احادیث میں تورک کے لیے تربع کا لفظ بولا گیا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کے شروع میں بتا دیا تھا کہ تربع کی دو صورتیں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کی ہیں اور تربع کی ایک صورت تورک والی ہے، ابھی جو دلائل بیان ہونگے ان میں کہیں تربع کا معنی آلتی پالتی والا ہوگا اور کہیں تورک والا ہوگا، اس ملحوظ کے بعد اب عورت کے لیے تورک کے سنت ہونے پر احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین ملاحظہ کیجئے۔

حدیث نمبر ا:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ كَيْفَ كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ يُؤْمَرْنَ اَنْ يَّحْتَفِزْنَ (يَعْنِيْ يَسْتَوِيْنَ جَالِسَاتٍ عَلٰى اَوْرَاكِهِنَّ)" (جامع المسانید ج ا ص ۴۰۰/ مسند امام اعظم ص ۷۳/ شرح مسند ابی حنیفہ لملا علی القاری ج ا ص ۱۹۱/ اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں؟، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ پہلے قعدہ میں آلتی پالتی مار کر بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکما کہا گیا کہ اپنی سرینوں پر بیٹھا کریں (یعنی تورک کریں) لسان العرب ج ا ص ۸۷۸ میں احتفز کا معنی لکھا ہے "اِسْتَوٰى جَالِسًا عَلٰى وَرِكَيْهِ" وہ اپنی سرینوں پر برابر ہو کر بیٹھا۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَۃُ فِیْ الصَّلٰوۃِ وَضَعَتْ فَخِذَھَا عَلٰی فَخِذِھَا الْاُخْرٰی"
(کنز العمال ج ۷ص ۵۴۹/التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص ۲۶۳۹/سنن کبری بیہقی ج۲ص ۲۲۳/جامع الاحادیث ج۳ص ۴۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے (اس سے تورک کی کیفیت بن جاتی ہے)۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ...... کَانَ یَأْمُرُ الرِّجَالَ اَنْ یَفْرِشُوْا الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُوْا الْیُمْنٰی فِیْ التَّشَھُّدِ وَیَأْمُرُ النِّسَاءَ اَنْ یَتَرَبَّعْنَ" (التبویب الموضوعی للاحادیث ج۱ص ۲۶۳۹/موسوعۃ اطراف الحدیث ج۱ص ۶۳۴۵۳/سنن الکبری بیہقی ج۲ص ۲۲۲)

جواب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم کرتے تھے کہ وہ تشہد میں بائیں پاؤں کو بچھادیں اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور عورتوں کو حکم کرتے تھے کہ وہ تربع (بصورت تورک) کریں۔

حدیث نمبر۴:

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ صَلٰوۃِ الْمَرْأَۃِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے عورت کی نماز کے

متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ سمٹ کر نماز پڑھے اور وہ نماز میں اپنی سرینوں پر بیٹھے(یعنی تورک کرے)

حدیث نمبر۵:

"عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ فَلْيُخَوِّ وَإِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ" (النھایہ ج اص ۴۰۷/الفائق فی غریب الحدیث ج اص ۳۰۲/لسان العرب ج اص ۸۷۸/غریب الحدیث للقاسم بن سلام ھروی وفات ۲۲۴ھ/ ج ۴ص ۲۳۸/مجمع بحارالانوار ج اص ۵۳۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مرد نماز پڑھے تو اونچا رہے، اور جب عورت نماز پڑھے تو وہ اپنی سرینوں پر بیٹھے۔

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عَلِيٍّ إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ إِذَا جَلَسَتْ وَإِذَا سَجَدَتْ وَلَا تُخَوِّيْ كَمَا يُخَوِّيْ الرَّجُلُ اَيْ تَتَضَامُّ وَتَجْتَمِعُ" (النھایہ فی غریب الحدیث ج اص ۴۰۷)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورت نماز پڑھے یعنی سجدہ کرے نیز جب نماز میں قعدہ کرے تو سرینوں پر بیٹھے، اور جسم کو مرد کی طرح کشادہ اور اونچا نہ کرے یعنی جسم کو نماز میں سمیٹے اور سکیڑے۔

حدیث نمبر۷:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَجْلِسُ فِيْ الصَّلٰوةِ عَنْ عِرْقَيْهَا وَتَضُمُّ فَخِذَيْهَا وَرُبَّمَا جَلَسَتْ مُتَرَبِّعَةً" (فتح الباری لابن رجب ج ۵ص ۱۵۳/الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ج ۷ص ۹۰)

ترجمہ: عبداللہ بن القاسم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں اپنی رانوں کی رگوں سے پاؤں پھیر کر بیٹھتی تھیں (یعنی تورک کرتی تھیں) اور کبھی کبھی آلتی پالتی مار کر بیٹھتی تھیں۔

حدیث نمبر ۸:

"عَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِیْ عُبَيْدٍ اِمْرَاَةَ عُمَرَ رضی الله عنه كَانَتْ تُصَلِّیْ وَهِیَ مُتَرَبِّعَةٌ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۷۰/فتح الباری لابن رجب ج۱ ص۱۵۳)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صفیہ بنت ابوعبید نماز پڑھتی تو وہ تربع کی حالت میں بیٹھتی تھی (یعنی تربع بصورت تورک)

حدیث نمبر ۹:

"مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَجْلِسُ الْمَرْاَةُ مِنْ جَانِبٍ فِی الصَّلٰوةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۰۴)

ترجمہ: منصور کہتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عورت نماز میں ایک جانب (پاؤں نکال کر) بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۰:

"عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنَّ نِسَاءُ اِبْنِ عُمَرَ يَتَرَبَّعْنَ فِی الصَّلٰوةِ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۷۰/موسوعۃ اطراف الحدیث ج۱ ص۲۱۲۵۱۶)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے گھر کی عورتیں نماز میں تربع کرتی تھیں (یعنی تربع بصورت تورک کرتی تھیں)

حدیث نمبر ۱۱:

"مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تُؤْمَرُ الْمَرْاَةُ فِی الصَّلٰوةِ فِیْ مَثْنٰی اَنْ تَضُمَّ

فَخِذَيْهَا مِنْ جَانِبٍ" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۹/۱۱ موسوعۃ اطراف الحدیث ج ۱ ص ۳۰۷ ۴/۱۱)

ترجمہ: منصور کہتے ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز کے اندر دو رکعتوں میں اپنے بائیں پاؤں کو اپنی (دائیں) جانب نکال کر اس طرح بیٹھے کہ اس کی دونوں رانیں مل جائیں۔

حدیث نمبر ۱۲:

"عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ اَبِىْ عُبَيْدٍ اِذَا جَلَسَتْ فِىْ مَثْنٰى اَوْاَرْبَعٍ تَرَبَّعَتْ" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۹)

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ صفیہ بنت ابی عبید جب نماز کے اندر دو یا چار رکعتوں کے بعد بیٹھتی تو تربع (بصورت تورک) کی حالت میں بیٹھتی۔

حدیث نمبر ۱۳:

"عَنْ قَتَادَةَ قَالَ جُلُوْسُ الْمَرْاَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ مُتَوَرِّكَةً عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ وَجُلُوْسُهَا لِلتَّشَهُّدِ مُتَرَبِّعَةً" (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۹)

ترجمہ: قتادہ تابعی کہتے ہیں کہ عورت دو سجدوں کے درمیان بائیں سرین پر تورک کی حالت میں بیٹھے اور التحیات میں آلتی پالتی مار کر بیٹھے (یہ حکم معذور عورت کے لیے ہے کیونکہ التحیات والا قعدہ لمبا ہوتا ہے اس لئے تربع میں شاید اس کے لیے آسانی ہوتی ہوگی)۔

حدیث نمبر ۱۴:

"عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَجْلِسُ الْمَرْاَةُ فِىْ مَثْنٰى عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ؟، قُلْتُ هُوَاَحَبُّ اِلَيْكَ مِنَ الْاَيْمَنِ؟، قَالَ نَعَمْ قَالَ تَجْتَمِعُ جَالِسَةً مَا اسْتَطَاعَتْ قُلْتُ تَجْلِسُ جُلُوْسَ الرَّجُلِ فِىْ مَثْنٰى اَوْ

تُخْرِجُ رِجْلَهَا الْيُسْرىٰ مِنْ تَحْتِ اِلْيَتِهَا قَالَ لَا يَضُرُّهَا اَىُّ ذَالِكَ
جَلَسْتُ اِذَااِجْتَمَعَتْ"(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰۴)

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے (مکہ کے مفتی) عطاء بن ابی رباح سے پوچھا۔

ابن جریج...... کیا عورت دو رکعت میں اپنی بائیں سرین پر بیٹھے گی؟۔

عطاء بن ابی رباح...... (قال نعم) جی ہاں وہ دو رکعت میں اپنی بائیں سرین پر بیٹھے گی۔

ابن جریج...... میں نے عطاء سے پوچھا کیا بائیں سرین پر بیٹھنا آپ کے نزدیک دائیں سے زیادہ بہتر ہے؟۔

عطاء بن ابی رباح...... (قال نعم) جی ہاں بائیں سرین پر بیٹھنا زیادہ بہتر ہے نیز فرمایا کہ عورت جس قدر قوت رکھتی ہے نماز میں سمٹے۔

ابن جریج...... میں نے پوچھا کیا عورت دو رکعت میں مرد کی طرح بیٹھ سکتی ہے (یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھے) یا بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے سے (دائیں جانب کی طرف) نکال کر تورک کی حالت میں بیٹھے؟۔

عطاء بن ابی رباح...... عطاء نے جواب دیا ان میں سے جس حالت میں بھی عورت بیٹھے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ جسم ستار رہے۔

حضرت عطاء نے جواب میں شرعی اصول کی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ عورت کا جسم نماز میں زیادہ سے زیادہ چھپا اور ستار رہے اور چونکہ چھپنے اور سمٹنے کی کیفیت افتراش سے تورک میں زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے عورت کے لیے تورک زیادہ بہتر ہے اور حضرت عطاء نے شرعی قاعدہ کا حوالہ دے کر اسی طرف متوجہ کیا ہے۔

نیز سائل کا یہ سوال کہ عورت، مرد کی طرح افتراش کی حالت میں بیٹھ سکتی ہے یا بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر تورک کی حالت میں بیٹھنا ضروری ہے؟، حضرت عطاء نے جواب

دیا کہ افتراش اور تورک میں سے جو حالت بھی عورت اختیار کرلے نماز درست ہے، صحت نماز میں فرق نہیں آتا لیکن وہ حالت زیادہ بہتر ہے جس میں عورت کا جسم زیادہ سمٹا اور سکڑا رہے، اس سوال اور جواب سے پتہ چلتا ہے کہ افتراش والی حالت مردوں کے ساتھ مختص ہے اور تورک کی حالت عورتوں کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ ابن جریج نے سوال کیا ہے کہ کیا عورت مرد کی طرح بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کرکے اس پر بیٹھ سکتی ہے یہی افتراش ہے اور ابن جریج نے اس کو مرد کی نشست کا طریقہ بتایا معلوم ہوا کہ عورت کا یہ طریقہ نہیں اور اس کے مقابلہ میں دوسرا طریقہ یہ بتایا کہ بائیں پاؤں کو دائیں جانب باہر کی طرف نکال کر بیٹھنا تورک ہے اس کو مرد کی کیفیت قعدہ کے مقابلہ میں ذکر کرنے سے پتہ چلا کہ نماز میں عورت کے بیٹھنے کا طریقہ تورک ہے اور یہ طریقہ مرد کا نہیں ابن جریج نے مرد وعورت کی جدا جدا کیفیت قعدہ بتا کر صرف یہ پوچھا کہ اگر کوئی عورت مرد کی طرح نماز میں کسی وقت بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے حضرت عطاء نے جواب دیا کہ اس سے اس کی نماز کی صحت میں فرق نہیں آتا نماز صحیح ہو جائیگی، لیکن اس کا جسم سمٹا رہے اس میں لطیف اشارہ ہے کہ عورت کے لیے شرعا بیٹھنے کا وہ طریقہ زیادہ بہتر ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جسم سمٹا اور چھپا رہے اور وہ تورک ہے۔

<u>حدیث نمبر ۱۵:</u>

"عَنْ مَكْحُوْلٍ اَنَّ اُمَّ الدَّرْدَاءِ كَانَتْ تَجْلِسُ فِیْ الصَّلٰوةِ جِلْسَةَ الرَّجُلِ اِلَّا اَنَّهَا تَمِيْلُ عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً" (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۱۵۲)

ترجمہ: مکحول سے روایت ہے کہ ام درداء نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھی (یعنی مرد کی طرح انگلیاں قبلہ رخ کرکے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتی) مگر وہ بائیں طرف مائل ہو کر بائیں سرین پر بیٹھتی تھی، اس اثر میں مکحول نے بتادیا کہ مرد کا بیٹھنا اور ام درداء کا بیٹھنا اس لحاظ سے

تو ایک جیسا تھا کہ مرد بھی اورام درداء بھی دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے پاؤں کو سینہ کے بل کھڑا رکھتے، اور آگے دونوں میں فرق بھی بتایا کہ مرد اپنا بایاں پاؤں سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھ جاتا ہے، لیکن ام درداء بائیں کو دائیں جانب پنڈلی اور ران کے نیچے سے باہر کی طرف نکال کر بائیں جانب کی طرف مائل ہو کر بائیں سرین کے اوپر بیٹھتی تھی، اس کا نام تورک ہے جب کہ مرد بائیں جانب کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ وہ دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس کے اوپر سیدھا ہو کر بیٹھتا ہے، اس سے مرد وعورت کے قعدہ میں فرق بھی ثابت ہوا اور عورت کے لیے تورک بھی ثابت ہوا۔

ضروری تنبیہ:

ام درداء کی یہ حدیث قرینہ ہے کہ اگر کسی اثر میں عورت کے مرد کی طرح بیٹھنے کا ذکر ہے تو اس سے دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا مراد ہے، لیکن بائیں پاؤں کے بچھانے اور بیٹھنے کی کیفیت کے لحاظ سے فرق ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ رحمۃ اللہ علیہ

"عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ تَقْعُدُ الْمَرْأَةُ فِیْ الصَّلَاةِ کَمَا یَقْعُدُ الرَّجُلُ"(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲)

ترجمہ: کیا عورت اس طرح بیٹھتی ہے جس طرح مرد بیٹھتا ہے؟ (یعنی عورت کو مرد کی طرح نہ بیٹھنا چاہئے)۔

فائدہ:

تقعد سے پہلے ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جس سے عورت کے مرد کی طرح بیٹھنے پر رد اور انکار مقصود ہے جیسا کہ ترمذی ج ۱ ص ۶۱ میں ہے "یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ فَیَبْرُکُ فِیْ الصَّلٰوۃِ بَرْکَ الْجَمَلِ" کیا تم میں سے ایک قصد کرتا ہے پس وہ نماز میں (سجدہ)

کے لیے اس طرح بیٹھتا ہے جیسے اونٹ بیٹھتا ہے اس میں یعمد سے پہلے ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جس سے اونٹ کی طرح بیٹھنے پر انکار مقصود ہے اونٹ جب بیٹھتا ہے تو اگلی ٹانگیں جو بمنزلہ ہاتھ کے ہیں وہ زمین پر پہلے رکھتا ہے لہذا جب تم سجدہ کی طرف جاؤ تو اونٹ کی طرح پہلے زمین پر ہاتھ نہ رکھو بلکہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھو پھر ہاتھ رکھ کر سجدہ کرو، اسی طرح تقعد سے پہلے بھی ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جس سے عورت کے مرد کی طرح بیٹھنے پر انکار مقصود ہے اور اگر ہمزہ استفہام انکاری مقدر نہ ہو تو پھر اس کا وہی مطلب ہے جو ام درداء والے اثر کا ہے کہ عورت فقط دایاں پاؤں مرد کی طرح کھڑا رکھے لیکن وہ بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے جو تورک کی ایک صورت ہے جبکہ مرد بائیں پاؤں پر بصورت افتراش بیٹھتا ہے۔

ابراہیم نخعی کے اس اثر کے جو دو مطلب بیان ہوئے ہیں اس پر قرینہ زیر بحث مسئلہ میں مذکور دو اثر ہیں یعنی اثر نمبر ۹ اور اثر نمبر ۱۱ کیونکہ یہ دونوں اثر بھی منصور عن ابراہیم کی سند سے ابراہیم نخعی کے ہیں اور ان میں عورت کے بیٹھنے کی کیفیت تورک والی بتائی گئی ہے جب کہ مرد کیلئے قعدہ کی صورت افتراش ہے لہذا ابراہیم نخعی کے اس تیسرے اثر کا مفہوم ایسا ہونا چاہیے جو ان دونوں کے مطابق ہو یعنی یا مرد اور عورت کے ایک طرح بیٹھنے پر انکار ہے یا صرف مرد کی طرح دایاں پاؤں کھڑا رکھنے میں تشبیہ ہے باقی فرق یہ ہے کہ عورت بایاں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے اور مرد بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۷:

"عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ قَالَ كُنَّ النِّسَاءُ يُؤْمَرْنَ اَنْ يَتَرَبَّعْنَ اِذَا جَلَسْنَ فِى الصَّلٰوةِ وَلَا يَجْلِسْنَ جُلُوْسَ الرِّجَالِ عَلٰى اَوْرَاكِهِنَّ يُتَّقٰى ذَالِكَ عَلَى الْمَرْاَةِ مَخَافَةَ اَنْ يَكُوْنَ مِنْهَا الشَّيْئُ "(مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۰۶/فتح الباری لابن رجب، موسوعۃ اطراف الحدیث ج ۱

ص ۲۸۸۰۲۱)

ترجمہ: لجلاج (صحابی) کے بیٹے خالد (جو حضرت عمر، اور لجلاج وغیر صحابہ کے شاگرد اور اکابر تابعین میں سے ہیں) سے (مرسل) روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں) عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا وہ نماز میں اپنی سرینوں کے بل تربع (یعنی تربع بصورت تورک) کی حالت میں بیٹھیں اور مردوں کی طرح (یعنی بحالت افتراش) نہ بیٹھیں، عورت کے بارے میں یہ احتیاط اس لئے کی جاتی تھی کہ ہوسکتا ہے اس سے کوئی چیز (یعنی خون حیض) ظاہر ہو جائے (تو وہ خون افتراش کی حالت میں نیچے گریگا جبکہ تورک کی حالت میں نیچے نہ گرے گا)

فائدہ: فضیلۃ الشیخ، المحدث، الفقیہ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ حاشیہ میں لکھتے ہیں "وَالتَّرَبُّعَ فِیْ الْجُلُوْسِ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَالِسُ قَدَمَہٗ الْیُمْنٰی اَوِ الْیُسْرٰی بَیْنَ سَاقِہٖ وَفَخِذِہٖ الْاُخْرٰی" (حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۰۶) نماز کے اندر بیٹھنے میں تربع سے مراد یہ ہے کہ بیٹھنے والا اپنے دائیں پاؤں یا بائیں پاؤں کو اپنی پنڈلی اور ران کے درمیان داخل کرے، یہ بھی تورک کی ایک صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو نماز میں تورک کی حالت میں بیٹھنے کا حکم دیا جاتا تھا اور مردوں کی طرح بیٹھنے سے روکا جاتا تھا۔

اعتراض نمبر ۲:

ام درداء صحابیہ اور فقیہہ ہیں ان کے بارے میں بخاری شریف میں ہے کہ وہ نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مرد و عورت کے بیٹھنے کا طریقہ ایک جیسا ہے، چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۴ میں ہے "کَانَتْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِیْ صَلٰوتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَکَانَتْ فَقِیْهَةً" "ام درداء نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ عورت تھیں۔

جواب نمبرا:

بخاری شریف میں ام درداء کا یہ اثر مختصر ہے اور بغیر سند کے ہے، لیکن بخاری شریف کی شرح ، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن رجب حنبلی کے ج۵ص۱۵۲ پر ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ پورا نقل کیا ہے، ملاحظہ کیجئے "قَالَ حَرْبٌ الْكِرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرٌو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اِبْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ اَنَّ اُمَّ الدَّرْدَاءِ كَانَتْ تَجْلِسُ فِيْ الصَّلٰوةِ جِلْسَةَ الرَّجُلِ اِلَّا اَنَّهَا تَمِيْلُ عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً "حرب کرمانی ،عمرو بن عثمان ولید بن مسلم ابن ثوبان مکحول کی سند سے روایت ہے کہ ام درداء نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں مگر وہ بائیں جانب پر مائل ہوتی تھیں،اور وہ فقیہہ تھیں......اس اثر میں ام درداء کے نماز میں بیٹھنے کے متعلق دو باتیں بتائی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ مرد کی طرح بیٹھتی تھیں دوسری بات یہ کہ ام درداء کا بیٹھنا مرد سے اس چیز میں مختلف تھا کہ مرد نماز میں سیدھا بیٹھتا ہے لیکن ام درداء بائیں جانب کی طرف مائل ہو کر بیٹھتی تھیں،ان دونوں باتوں میں غور کرنے سے ام درداء کے نماز میں بیٹھنے کی کیفیت یوں معلوم ہوتی ہے کہ وہ بیٹھنے میں دایاں پاؤں مرد کی طرح کھڑا رکھتی تھیں لیکن بائیں پاؤں کو دائیں جانب کی طرف باہر نکال کر بائیں سرین کے بل بیٹھتی تھیں جس سے بائیں جانب کی طرف جھکاؤ اور میلان ہو جاتا یہ بعینہ عورت کے تورک والی حالت ہے جب کہ مرد دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے بائیں پاؤں کے اوپر سیدھا بیٹھتا ہے بائیں جانب جھکا ہوا نہیں ہوتا ،لہذا یہ پورا اثر مرد وعورت کے کیفیت قعدہ کے فرق پر دلالت کرتا ہے کیفیت قعدہ کی یکسانیت پر ہرگز دلالت نہیں کرتا۔

جواب نمبر۲:

اگر ام درداء کا اثر اتنا ہی لیا جائے جتنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور "جلسۃ الرجل" کا مفہوم وہ لیا جائے جو مرد وعورت کی نماز میں فرق نہ کرنے والا گروہ لے رہا ہے کہ ام درداء کے بیٹھنے کا طریقہ بالکل مرد کی طرح تھا اور کوئی فرق نہ تھا تو ان کا بیان

کردہ یہ مفہوم فتح الباری لابن رجب کے حوالہ سے نقل کردہ اثر ام درداء کے خلاف ہے، نیز گیارہ احادیث افتراش اور سترہ احادیث تورک جن میں عورت کے قعدہ کی کیفیت تورک بتائی گئی ہے، یہ مفہوم ان اٹھائیس احادیث کے بھی خلاف ہے، لہٰذا اجلسۃ الرجل کا مفہوم ایسا ہونا چاہئے جو ام درداء کی تفصیلی اثر اور احادیث افتراش وتورک کے خلاف نہ ہو وہ یہ کہ جلسۃ الرجل میں ام درداء کے بیٹھنے کے طریقہ کو مرد کے بیٹھنے کے طریقہ کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے تو تشبیہ جزوی طور پر ہے تشبیہ کلی طور پر نہیں یعنی تشبیہ فقط اس بات میں ہے کہ ام درداء بیٹھنے میں دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرکے پاؤں کو مرد کی طرح کھڑا رکھتی تھیں، یہ مطلب نہیں کہ ام درداء کے بیٹھنے کا طریقہ ہر لحاظ سے مرد کی طرح تھا جیسا کہ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ زید شیر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر لحاظ سے زید شیر کی طرح ہے حتی کہ شیر کی طرح اس کی دم اور پنجہ بھی ہے بلکہ ایک جزوی صفت میں تشبیہ ہوتی ہے کہ زید بہادری اور جرائت میں شیر کی طرح ہے اسی طرح یہاں تشبیہ صرف دائیں پاؤں کے کھڑے رکھنے میں ہے، اسی لئے ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں ''وَحَمَلَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا فِعْلَ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَلٰی مِثْلِ ذَالِكَ'' (فتح الباری لابن رجب ج۵ ص۵۲) ہمارے بعض حنبلی دوستوں نے ام درداء کے فعل کو تورک وسدل پر محمول کیا ہے۔

جواب نمبر۳:

اور اگر ''بفرض المحال'' مان لیا جائے کہ ام درداء پورے طور پر مرد کی طرح بیٹھتی تھیں تو یہ حالت عذر پر محمول ہے یعنی ان کا طریقہ نشست مرد کی طرح تھا مگر کسی عذر کی وجہ سے اور صاحب عذر کسی ایک طریقہ نشست کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اپنی عذر والی حالت کے مطابق جو بیٹھنے کی کیفیت اس کے لیے آسان ہو وہ اسی کو اختیار کرتا ہے، اور بعض دفعہ وہ اپنے مختلف حالات کے اعتبار سے نماز میں بیٹھنے کی مختلف کیفیات کو اختیار کرتا ہے، چنانچہ ام درداء کے متعلق ایک اثر تربعاً بیٹھنے کا بھی ملتا ہے ''عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِیْ عَبْلَةَ قَالَ رَاَيْتُ

اُمَّ الدَّرْدَاءِ تُصَلِّیْ مُتَرَبِّعَةً ‘‘(تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص۳۲۸)ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں میں نے ام درداء کو دیکھا کہ تربع کی حالت میں نماز پڑھتی ہیں حالانکہ فریق مخالفت کے نزدیک بھی آلتی پالتی مار کر نماز پڑھنا نہ مرد کے لیے سنت ہے نہ عورت کے لیے پس معلوم ہوا کہ ام درداء صاحب عذر تھیں اس لئے وہ کبھی تورک کی حالت میں بیٹھتیں، کبھی تربع کی حالت میں اور کبھی مرد کی طرح اسی لئے ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں’’وَاَمَّا الْاِمَامُ اَحْمَدُ فَصَرَّ حَ بِاَنَّهٗ لَایُذْهَبُ اِلٰی فِعْلِ اُمِّ الدَّرْدَاءِ ‘‘(امام احمد بن حنبل نے صراحت کی ہے کہ ام الدرداء کے فعل کو مذہب نہیں بنایا جاسکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ام الدرداء کے اثر میں تربع سے وہ تربع مراد ہو جو تورک کی صورت میں ہوتا ہے۔

جواب نمبر۴:

اگر چند منٹوں کے لیے مذکورہ بالا سب حقائق سے صرف نظر کرلیں تو یہ ام درداء کا اپنا فعل ہے جو ان کی اپنی ذاتی رائے پر مبنی ہے اور جب غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کرام کا قول و فعل حجت نہیں (ملاحظہ کیجئے عرف الجادی ص۱۰۱، ۳۸، ۸۹، ۲۰۷، ۵۷/الروضۃ الندیہ ج۱ص۱۸، ۷۷، ۱۲۱، ۱۵۴، ۱۹۶، ۲۵۴، ۲۶۲ ج ۲ص۲۹، ۲۶۰/بدور الاہلہ ص۲۸، ۳۹، ۱۲۹، ۱۳۹) تو ام درداء کے فعل کو حجت بنانا کیسے درست ہے، نیز جب غیر مقلدین کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی اجتہادی رائے بھی بغیر وحی کے حجت نہیں (ملاحظہ کیجئے امر پنجم ص۱۹) تو ام درداء کی رائے اور اس پر مبنی فعل تو ان کے ہاں بطریق اولی حجت نہیں تو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اس کو کیوں حجت بنا رہے ہیں۔

جواب نمبر۵:

فتح الباری لابن حجر عسقلانی ج۲ص۳۶۰ اور ج۱۰ص۱۱۷ میں ہے حضرت ابو الدرداء کی دو بیویاں تھیں دونوں کی کنیت تھی ام درداء، ان میں سے ایک بڑی تھی دوسری

چھوٹی ام درداء کبری صحابیہ ہے اس کا نام ہے خیرہ ہے وفات خلافت عثمانیہ میں ہے، اور ام درداء صغریٰ کا نام ہے هُجَيْمَةُ یہ تابعیہ ہے اور عبدالملک بن مروان کی خلافت کے اخیر تک زندہ رہی، ام درداء صحابیہ کی وفات کے تقریبا پچاس سال بعد ام درداء تابعیہ کی وفات ہوئی ہے، اور بخاری کے مذکورہ بالا اثر میں ام درداء سے مراد ام درداء صغری تابعیہ ہے، ام درداء صحابیہ مراد نہیں کیونکہ اس اثر کے راوی مکحول ہیں اور مکحول نے ام درداء کا زمانہ نہیں پایا البتہ ام درداء صغری تابعیہ کا زمانہ پایا ہے، اس لئے اثر مذکور میں ام درداء تابعیہ مراد ہے حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس فرقہ کے نزدیک بغیر وحی کے خود نبی کریم ﷺ کی رائے حجت نہیں، صحابہ کا فہم اور قول وفعل حجت نہیں وہ احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اپنے اصولوں سے ہٹ کر ایک تابعیہ کی رائے اور اس کے فعل کو حجت بنا رہے ہیں۔

جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یہ ساری تحقیق لکھ کر فرماتے ہیں "وَعَمَلُ التَّابِعِيِّ وَلَوْ لَمْ يُخَالِفْ لَا يُحْتَجُّ بِهِ ...... وَلَمْ يُوْرِدِ الْبُخَارِيُّ اَثَرَ اُمِّ الدَّرْدَاءِ لِيَحْتَجَّ بِهِ بَلْ لِلتَّقْوِيَةِ" اور تابعی کا عمل اگرچہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو تب بھی حجت نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ام درداء کے اثر کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ تائید کے طور پر نقل کیا ہے، احناف نے تینوں قسم کی حدیثوں پر عمل کیا مردوں نے احادیث افتراش پر درجہ سنت میں اور احادیث تورک وتربع پر حالت عذر میں اور عورتوں نے عمل کیا احادیث تورک پر درجہ سنت میں اور دوسری دونوں قسموں پر حالت عذر میں وہ پھر بھی اہل رائے اور غیر مقلدین کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے تابعیہ کا وہ عمل جو بقول ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام بخاری کے نزدیک بھی حجت نہیں اس کو بخاری کے حوالہ سے نقل کر کے اسے اپنے خودساختہ مفہوم کے مطابق ڈھال کر اس کی آڑ میں احادیث مرفوعہ وموقوفہ کو رد کر دیا اور ان کا خون کر دیا اس کے باوجود وہ اہل حدیث؟۔

؎ خنجر بھی ان کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

؎ بلبل! چمن میں تیغ نگاہ کس کی چل گئی
جس گل کو دیکھتا ہوں سو زخموں سے چُور ہے

میرے بھی چھ سوال ہیں:

سوال نمبر۱: اگر نماز میں بحالت قعدہ مرد وعورت دونوں کے لیے تورک سنت ہے تو اس کے سنت ہونے پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۲: اگر افتراش سنت نہیں تو اس کے غیر سنت ہونے پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۳: اگر تورک اور افتراش دونوں سنت ہیں تو اس پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۴: اگر مرد وعورت دونوں کے لیے نماز میں قعدہ کی کیفیت ایک جیسی ہے تو اس پر ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مرد کے لیے تورک کے سنت ہونے کی نفی کرنا اور افتراش والی صورت کو سنت کہنا بدعت کے زمرہ میں آتا ہے یا نہیں؟، جو بھی صورت ہو اس پر کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں؟۔

سوال نمبر۶: جس طرح مرد کے لیے تورک سے منع کی صریح حدیث ہے کیا اس طرح افتراش کے منع پر بھی کوئی صریح حدیث ہے؟۔

گل پھینکے ہے عالم کی طرف، بلکہ ثمر بھی اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

مرد وعورت کا جماعت کی فضیلت میں فرق

یہاں پر نماز با جماعت کے سلسلہ میں تین صورتیں ہیں۔

①...... بالاتفاق مرد کے لیے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل بلکہ لازم ہے، حتی کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنے والے لوگوں کے گھروں کو جلا دینے کی وعید سنائی ہے اور نماز با جماعت کا ستائیس گنا ثواب زیادہ بتایا ہے، مسجد میں نماز با جماعت کی یہ ترغیب وترہیب مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

②......اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ بتایا ہے اور عورت کی گھر والی نماز کو مسجد کی نماز سے زیادہ بہتر فرمایا ہے۔

③...... گھر میں عورت کی امامت میں عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے یا عورت کا گھر میں انفرادا نماز پڑھنا افضل ہے؟، غیر مقلدین کے نزدیک عورتوں کا گھر میں با جماعت نماز پڑھنا افضل ہے (عورت ومرد کے طریقہ نماز میں فرق نہیں ص ۳۵) جب کہ احناف کے نزدیک عورتوں کا گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تنزیہہ اور انفرادا نماز پڑھنا افضل ہے۔

عورتوں کی جماعت احادیث کی روشنی میں

عورتوں کی نماز کے متعلق دو قسم کی حدیثیں ہیں، ایک وہ حدیثیں ہیں جن میں

گھروں کے اندر عورتوں کی جماعت کا ذکر ہے، دوسری وہ حدیثیں جن میں عورتوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے گھر کے دور اور تاریک ترین حصہ میں تنہا نماز پڑھیں۔

احادیث کی قسم اول:

حدیث نمبر ۱:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر اذان و اقامت کے عورتوں کو (گھر میں) نماز پڑھاتیں اور ان کے درمیان کھڑی ہوتیں (رواہ الحاکم)۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کریں (ابوداود)

حدیث نمبر ۳:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو (گھر میں) نماز پڑھائی تو وہ درمیان میں کھڑی ہوئیں (مصنف ابن ابی شیبہ)

حدیث نمبر ۴:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت امامت کرائے تو وہ درمیان میں کھڑی ہو (مصنف عبدالرزاق) (از عورت اور مرد کی نماز میں فرق نہیں مولفہ حافظ محمد ابراہیم سلفی)

احادیث کی قسم دوم:

حدیث نمبر ۱:

"عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ"

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی مساجد میں سے بہترین مسجد ان کے گھروں کا مخفی ترین حصہ ہے (الترغیب والترہیب ج ا ص ۲۲۶)

حدیث نمبر ۲:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اَحَبَّ صَلٰوةِ الْمَرْاَةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَشَدِّ مَكَانٍ فِيْ بَيْتِهَا ظُلْمَةً"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی وہ نماز اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے جو وہ اپنے گھر کی تاریک ترین جگہ میں پڑھتی ہے (الترغیب والترہیب ج ا ص ۲۲۷)

حدیث نمبر ۳:

"عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضى الله عنه قَالَ مَا صَلَّتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ صَلٰوةٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ مَكَانٍ فِيْ بَيْتِهَا ظُلْمَةً"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو وہ اپنے گھر کی تاریک ترین جگہ میں پڑھتی ہے۔ (ایضاً ج ا ص ۲۲۷)

حدیث نمبر ۴:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ رَّبِّهَا اِذَا هِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا" (ایضاً ج ا ص ۲۲۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے مخفی ترین گوشہ میں ہوتی ہے۔

حدیث نمبر۵:

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی رغبت ظاہر کی لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کو ترغیب دی کہ وہ گھر میں جس قدر مخفی جگہ میں نماز ادا کرے گی اتنا ثواب زیادہ ہوگا، ام حمید رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے" فَاَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ اَقْصٰى شَيْئٍ مِّنْ بَيْتِهَا وَاَظْلَمِهٖ وَكَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ "حضرت ام حمید نے (حضور ﷺ کی منشاء سمجھ کر) اپنے گھر والوں کو حکم کیا سو ان کے حکم کے مطابق گھر کے دور اور تاریک ترین گوشہ میں نماز کی جگہ بنا دی گئی وہ اپنی وفات تک اسی میں نماز پڑھتی رہیں (ایضاً ج اص ۲۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے عورت کا گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

حدیث نمبر۶:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْاَةِ وَحْدَهَا تَفْضُلُ عَلٰى صَلٰوتِهَا فِي الْجَمْعِ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرْجَةً"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت کی انفرادی نماز اس کی نماز با جماعت پر پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے (الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۴ص ۲۲۲)

تشریح احادیث:

دوسری قسم کی حدیثوں سے معلوم ہوا کہ۔

① ......عورت کی بہترین مسجد گھر کا مخفی حصہ ہے۔ (حدیث نمبر۱)

② ......عورت کی وہ نماز جو تاریک ترین جگہ میں ہو اللہ کو بہت پسند ہے۔ (حدیث نمبر۲)

۳..... عورت کی تمام نمازوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ نماز ہے جو وہ تاریکی میں پڑھتی ہے۔ (حدیث نمبر ۳)

۴..... عورت جب گھر کے مخفی ترین حصہ میں ہوتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ (حدیث نمبر ۴)

۵..... حضرت ام حمید نبی پاک ﷺ کی ترغیب کے بعد وفات تک گھر کی دور اور تاریک ترین جگہ میں انفرادی نماز پڑھتی رہیں۔ (حدیث نمبر ۵)

۶..... عورت کی انفرادی نماز، با جماعت نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔ (حدیث نمبر ۶)

اور اگر عورتیں گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گی تو وہ جگہ نہ مخفی رہے گی اور نہ تاریک ترین ہوگی، لہذا گھر میں عورتوں کی جماعت ان حدیثوں کے مقتضیٰ کے خلاف ہے اور حدیث نمبر ۶ میں تو صراحت ہے کہ عورت کی انفرادی نماز، اس کی نماز با جماعت سے پچیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے، اس صورت میں عورت کی با جماعت نماز احب عنداللہ ہونے کے درجہ سے اور خود عورت اقرب الی اللہ ہونے کے مرتبہ سے گر جائیگی اور ثواب بھی کم ہو جائیگا۔

پس ان مجموعی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کے لیے انفرادا نماز پڑھنا مستحب ہے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب نہیں بلکہ مستحب کام (انفرادی نماز) کے ترک کی وجہ سے عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، اور پہلی قسم کی حدیثوں کے بارے حنفی فقہاء کی رائے جو انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول و مسائل سے اخذ کی ہے یہ ہے کہ پہلے عورتوں کی جماعت افضل و مستحب تھی لیکن بعد میں یہ افضلیت اور استحباب منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ انفرادا نماز پڑھنا افضل اور مستحب ہو گیا، جس پر دوسری قسم والی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

اور یہ بات خوب سمجھ لیجئے کہ مستحب کا مخالف پہلو بھی جائز ہوتا ہے لیکن ترک مستحب کیوجہ سے اس میں کراہت تنزیہہ بھی لازم آتی ہے لہذا اب عورتوں کے لیے گھر میں انفرادا نماز پڑھنا مستحب ہے اور جماعت بھی جائز ہے مگر کراہت تنزیہہ کے ساتھ، پس فرق

مراتب کے ساتھ احناف کا مذکورہ بالا دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہوگیا، اول قسم کی حدیثوں پر عمل ہے جواز مع الکراہت کے درجہ میں اور دوسری قسم کی حدیثوں پر عمل ہے درجہ استحباب میں اسی لئے فقہ حنفی کی کتب میں لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے گھر میں انفرادا نماز پڑھنا مستحب ہے اور اگر گھر میں عورتیں جماعت کریں تو بغیر اذان واقامت کے ہو اور امام عورت اقتداء کرنے والی عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو کہ اس میں ستر بدن ہے اور آگے کھڑے ہونے میں کشف بدن ہے، اگرچہ یہاں صرف عورتیں ہیں پھر بھی شریعت نے عورت کے لیے ستر بدن کو ملحوظ رکھا ہے، علاوہ ازیں عورتوں کی جماعت کے لیے اذان واقامت کی عدم مشروعیت نیز امام عورت کے لیے جہری نمازوں میں قراءۃ جہراً کی غیر مشروعیت اور قراءۃ سراً کرنے کے حکم کی وجہ بھی یہی ہے، پس اذان واقامت کہنے میں اور قراءۃ جہراً کرنے میں اگرچہ وہ آواز عورتوں تک محدود رہے تب بھی اس میں کشف عورت ہے اور وہ بھی مقام عبادت میں اس لیے عورتوں کی جماعت بغیر اذان واقامت کے ہوگی اور جہری نماز میں قراءۃ جہر خفیف کیساتھ ہوگی، ان تحفظات کے باوجود چونکہ عورتوں کی جماعت میں امر مستحب یعنی عورت کی انفرادی نماز کا ترک ہے، اس لیے عورتوں کی جماعت جائز مگر مکروہ تنزیہہ ہے۔

عورتوں کی جماعت کا استحباب منسوخ ہے:

رہا یہ سوال کہ کیا حنفی علماء وفقہاء نے عورتوں کی جماعت کے استحباب وافضلیت کے منسوخ ہونے کی صراحت کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ متعدد حنفی علماء وفقہاء نے اپنی کتب فقہ میں اس کی صراحت کی ہے، ملاحظہ کیجئے!

① (مجمع الانہر ج۱ص۳۲۵) میں ہے "لِاَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها فَعَلَتْ كَذَا حِيْنَ كَانَتْ جَمَاعَتُهُنَّ مُسْتَحَبَّةً ثُمَّ نُسِخَ الْاِسْتِحْبَابُ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو باجماعت نماز پڑھانے کا عمل اس زمانے کا ہے جب عورتوں کی جماعت مستحب تھی بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیا۔

② (العنایۃ شرح الھدایہ ج۱ ص۴۱۰) ''وَلَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ اَذَانٌ وَلَا اِقَامَةٌ لِاَنَّهَا سُنَّتَا الصَّلٰوةِ بِالْجَمَاعَةِ وَجَمَاعَتُهُنَّ مَنْسُوْخَةٌ ''اورعورتوں کے لیےاذان واقامت کی غیر مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ اذان واقامت نماز باجماعت کی سنت ہے اورعورتوں کی جماعت (کا استحباب وافضلیت) منسوخ ہے۔

③ (تبیین الحقائق ج۲ ص۱۶۳) ''جَمَاعَةُ عَائِشَةَ رضی الله عنها حِيْنَ كَانَتْ جَمَاعَتُهُنَّ مُسْتَحَبَّةً ثُمَّ نُسِخَ الْاِسْتِحْبَابُ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گھر میں جماعت اس وقت تھی جس وقت عورتوں کی جماعت مستحب تھی بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیا۔

④ (المبسوط للامام السرخسی ج۱ ص۱۳۳) ''وَجَمَاعَتُهُنَّ مَنْسُوْخَةٌ ''اورعورتوں کی جماعت (کا استحباب) منسوخ ہے۔

⑤ (البحر الرائق ج۳ ص۳۰۸) ''لِاَنَّ عَائِشَةَ فَعَلَتْ كَذَالِكَ وَحُمِلَ فِعْلُهَا الْجَمَاعَةَ عَلٰى اِبْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جماعت عورتوں کے درمیان میں کھڑے ہوکر کرائی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نماز با جماعت کا فعل ابتداء اسلام پر محمول ہے (یعنی بعد میں اس کا استحباب منسوخ ہوگیا)

⑥ (تبیین الحقائق ج۱ ص۴۵۰) عورتوں کی جماعت کی مشروعیت کے زمانہ میں سلف سے ان کی اذان منقول نہیں ' فَيَكُوْنُ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ لَا سِيَّمَا بَعْدَ اِنْتِسَاخِ جَمَاعَتِهِنَّ ''لہٰذا عورتوں کی اذان بدعات میں سے ہوگی خصوصاً ان کی جماعت کے (استحباب) منسوخ ہونے کے بعد۔

⑦ (بدائع الصنائع ج۲ ص۶۲) ''صَلٰوتُهُنَّ فُرَادٰى اَفْضَلُ لِاَنَّ جَمَاعَتَهُنَّ مَنْسُوْخَةٌ'' عورتوں کی انفرادی نماز افضل ہے، کیونکہ ان کی جماعت (کا استحباب) منسوخ ہے۔

⑧ (بدائع الصنائع ج۲ ص۱۳۴) '' وَيُرْوٰى فِيْ ذَالِكَ اَحَادِيْثُ لٰكِنَّ تِلْكَ

كَانَتْ فِيْ اِبْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَتْ بَعْدَ ذَالِكَ ''اورعورتوں کی جماعت کے استحباب کے بارے احادیث نقل کی جاتی ہیں لیکن عورتوں کی یہ جماعت ابتداء اسلام میں مستحب تھی پھراس کے بعدعورتوں کی جماعت کا استحباب منسوخ ہوگیا۔

⑨......(البحرالرائق ج ۲ص۲۲)⑩......تبیین الحقائق ج ۱ص۱۳۶)⑪......ردالمحتار ج ۳ص ۲۰۷)⑫(فتح القدیرج ۱ص ۲۵۱)ان سب کامشترک مضمون یہ ہے'' تَرْكُهُمَا لَمَّا كَانَ هُوَا السُّنَّةُ حَالَ شَرْعِيَّةِ الْجَمَاعَةِ كَانَ حَالَ الْاِنْفِرَادِ اَوْلٰى ''جب(درجہ استحباب میں)عورتوں کی جماعت کے مشروع ہونے کے زمانہ میں اذان واقامت کا ترک سنت تھا تو انفرادی نماز کے (مستحب ہونے) کے زمانہ میں بطریق اولی اذان واقامت کا ترک سنت ہوگا......اس سے معلوم ہوا کہ پہلے عورتوں کی جماعت درجہ استحباب میں مشروع تھی بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیااورعورت کی انفرادی نماز مستحب قرار پائی۔

میرے بھی تین سوال ہیں:

①......عورتوں کی جماعت کے استحباب وافضلیت کے غیر منسوخ ودائمی حکم ہونے پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش فرمائیں۔

②......حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی وفات ۵۷یا۵۸ھ میں ہے،حضرت ام ورقہ کی وفات خلافت عمر میں ہے،حضرت ام سلمہ کی وفات ۶۱یا۶۲ھ میں ہے،کیاان صحابیات نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعدعورتوں کی جماعت کومستحب وافضل سمجھ کرکوئی ایک نماز باجماعت پڑھائی ہے؟۔

③......عورتوں کی جماعت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ کے قول کی بنیاد اگر استحباب ہے جوغیرمقلدین کا مقصود ہے،تو حضرت ابن عباس﷜ سے اس کے بارے کوئی حدیث پیش کریں اوراپنی یاامتیوں کی رائے سے اجتناب کوملحوظ رکھیں یا پھرامتیوں کی

رائے پر عمل کرنے کا اقرار کریں۔

؎ کاش اس کے روبرو نہ کریں مجھ کو حشر میں
کتنے میرے سوال ہیں جن کا ''نہیں'' جواب ہے

مرد وعورت کا پاؤں کے درمیان فاصلہ کرنے میں فرق

مرد وعورت کے مسائل نماز میں فرق نہ کرنے والے فرقے کا مسلک اور اس کے مطابق ان کا عمل یہ ہے کہ قیام کی حالت میں ان کے مرد وزن اپنی رانوں، گھٹنوں اور پنڈلیوں کو اتنا کشادہ اور جدا کرتے ہیں کہ ان کے دونوں پاؤں کے درمیان دو بالشت سے اڑھائی بالشت تک فاصلہ ہو جاتا ہے، لیکن مرد وزن ہر دو کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور شرعی اعتبار سے کئی خرابیوں پر مشتمل ہے، ہم زیر غور مسئلہ کے بارے میں پہلے احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں پھر ان کی تشریح کے سلسلہ میں پانچ امور قارئین کی خدمت میں عرض کریں گے جن سے اس مسئلہ کا ہر پہلو واضح ہو جائے گا (انشاء اللہ العزیز)

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر ا:

''عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ'' (سنن ابی داود ج ا ص ۶۷، باب تسویۃ الصفوف)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو

کیونکہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔

حدیث نمبر۲:

"عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ وَقَارِبُوْا بَیْنَہَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّہَا الْحَذَفُ" (// //)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو ملاؤ اور صفوں کے درمیان ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ اور گردنوں کو برابر کرو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک میں البتہ شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری صفوں کی خالی جگہوں پر بکری کے بچے کی طرح داخل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۳:

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا تَصُفُّوْنَ کَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِکَۃُ عِنْدَ رَبِّہِمْ قُلْنَا وَکَیْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِکَۃُ عِنْدَ رَبِّہِمْ قَالَ یُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَۃَ وَیَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ" (// //)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں بناتے ہیں ہم نے عرض کیا فرشتے اپنے رب کے سامنے کیسے صفیں بناتے ہیں؟، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صفوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر۴:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ یَقُوْلُ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی النَّاسِ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثَلَاثًا وَاللّٰہِ لَتُقِیْمُنَّ

صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ قَالَ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَرُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ بِكَعْبِهٖ"(// //)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخِ انور ہماری طرف کیا اور تین مرتبہ فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو، اللہ کی قسم البتہ تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی مخالفت ڈالدے گا، نعمان بن بشیر کہتے ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا ہے۔

حدیث نمبر ۵:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ سُدُّوْا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِیْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ"(// //)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں میں خالی جگہوں کو پُر کرو اور اپنے بھائیوں کے آگے نرمی اختیار کرو اور صفوں میں شیطان کے لیے خالی جگہ مت چھوڑو، اور جو شخص صف کو ملائیگا (صف میں قائم رہ کر یا خالی جگہ کو پر کر کے) اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت ومغفرت کے ساتھ) ملائے گا اور جو شخص صف کو کاٹ دیگا (صف کو بلا عذر چھوڑ کر یا خالی جگہ کو چھوڑ کر) اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت ومغفرت سے) محروم کردے گا۔

حدیث نمبر ٦:

"عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا

وَمَنَا كِبَنَا وَيَقُولُ لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْاَوَّلِ "

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف میں داخل ہوتے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اور ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھ کے ساتھ برابر کرتے اور فرماتے صفوں میں آگے پیچھے نہ ہوا کرو کہ اس سے تمہارے دلوں میں فرق آجائے گا، نیز فرماتے تھے کہ اگلی صفوں پر اللہ تعالیٰ پہلے رحمت نازل کرتے ہیں اور فرشتے بھی اگلی صفوں کے لیے پہلے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

تشریح احادیث:

مذکورہ بالا احادیث کے سمجھنے کے لیے پانچ امور کی وضاحت ضروری ہے ① ٹخنے، پاؤں، گردن اور صفوں کے ملانے سے کیا مراد ہے؟ ② تسویہ صفوف سے کیا مراد ہے؟ تسویہ صفوف کا فائدہ کیا؟، یہ ذمہ داری کس کی ہے؟ ③ نمازی کے پاؤں کے درمیان فاصلہ کتنا ہو؟ ④ پاؤں کے درمیان فاصلہ، نماز باجماعت اور انفرادی نماز میں ایک جیسا ہے یا فرق ہے؟ ⑤ کیا پاؤں کے درمیان فاصلہ کا حکم مرد وزن سب کے لیے ہے؟

امر اول:

حدیث نمبر۳ میں صفوں کے اندر آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے اور حدیث نمبر۴ میں کندھوں، گھٹنوں اور ٹخنوں کو ملانے کا حکم ہے، یہاں پر تین لفظ استعمال ہوئے ہیں ① تراص، لغت میں اس کا معنی ہے ایک دوسرے کے ساتھ ملنا، جڑنا، چمٹنا، ② الصاق ③ الزاق، ان دونوں لفظوں کا لغت میں معنی ہے ملانا، چمٹانا، لیکن ان احادیث میں یہ لغوی معنی ہرگز مراد نہیں کہ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ جاؤ، اور کندھوں کو کندھوں کے ساتھ، گھٹنوں کو گھٹنوں کے ساتھ، ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملا اور چمٹا دو ورنہ نماز

میں دھکم پیلی شروع ہوجائیگی اور نماز کا سکون ختم ہو جائیگا علاوہ ازیں اگر ایک آدمی کوتاہ قامت ہو دوسرا دراز قامت ہوتو یہ دونوں آپس میں گھٹنے اور کندھے ملائیں گے کیسے؟۔

اسی طرح اگر نمازی حضرات آپس میں ٹخنے ملانے کی کوشش کریں گے تو ہر نمازی کو دونوں پاؤں دائیں بائیں ٹیڑھے کرنے پڑیں گے کہ اس کے بغیر ٹخنے آپس میں نہیں مل سکتے تو وہ صف کیسی ہوگی جس میں ہر نمازی کے دونوں پاؤں باہر کی جانب ٹیڑھے ہوں گے یہ صورت تو صفوف والے مقصد کے بھی خلاف ہے کیونکہ تسویہ صفوف سے مقصود ہے صفوں کو خوبصورت بنانا اور ٹیڑھے پاؤں والی صف بری بھی معلوم ہوگی اور نماز میں سکون بھی ختم ہو جائیگا عملاً مشکل بھی ہے اور اس پر نہ کبھی عمل ہوا ہے نہ اب ہو رہا ہے اس لئے یہاں حقیقتاً ملانا اور چمٹانا مراد نہیں بلکہ۔

① یا قرب والا مجازی معنی مراد ہے یعنی صفوں میں ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوا کرو کہ درمیان میں نماز کی جگہ خالی نہ رہے اور نہ خالی جگہ نکل سکے اسی طرح کندھا کندھے کے، گھٹنہ گھٹنے کے اور ٹخنہ ٹخنے کے قریب ہو ایسی طرح صفوں کو جو ملانے کا حکم ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صفوں کو آپس میں ملادو اور آپس میں چمٹادو ورنہ رکوع وسجود نہ ہو سکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صفوں کے درمیان بقدر ضرورت یعنی رکوع وسجود کی مقدار کا فاصلہ رکھ کر صفیں بناؤ دو صفوں کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ اور دوری نہ رکھو صفوں کے ملانے سے مراد یہی ہے، اسی طرح ٹخنوں کو ملانے سے بھی قرب والا معنی مراد ہے ،یعنی ٹخنہ ٹخنے کے قریب ہو۔

② یا الزاق وغیرہ سے محاذاۃ والا معنی مراد ہے یعنی ٹخنہ ٹخنے کے، گھٹنہ گھٹنے کے، کندھا کندھے کے اور گردن گردن کے برابر اور سیدھ میں ہو مذکورہ بالا مفہوم ومراد کی تائیدات ملاحظہ کیجئے۔

تائیدات:

(۱)''اَلْمُرَاصَّۃُ نَوْعَانِ الْاُوْلٰی اَنْ یَّکُوْنَ بِھَا سَدُّالْخَلَلِ بِاَنْ لَّایَبْقٰی بَیْنَ الرَّجُلِ وَصَاحِبِہٖ فُرْجَۃٌ ھٰذِہٖ مَشْرُوْعَۃٌ وَمُرَاصَّۃٌ شَدِیْدَۃٌ تُتْعِبُ الْمُصَلِّیْنَ فَھٰذِہٖ مُوْذِیَۃٌ وَلَیْسَتْ ھِیَ الَّتِیْ اَمَرَ بِھَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَنَّ اِیْذَاءَ النَّاسِ وَخَاصَّۃً فِیْ الصَّلٰوۃِ اَمْرٌ غَیْرُ مَرْغُوْبٍ فِیْہِ بَلْ نُھِیَ عَنْہُ فَھٰذِہٖ مُرَاصَّۃٌ وَاَمَّا قَوْلُہٗ قَارِبُوا بَیْنَھَا فَالْمَعْنٰی اَنْ یَّقْرُبَ الصَّفُّ الثَّانِیْ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثُ مِنَ الثَّانِیْ''(الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج۳ص ۲۲۵)

ترجمہ: صف میں ایک دوسرے کیساتھ ملنے کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس طرح ملنا کہ اس کے ساتھ دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ پُر ہو جائے۔

یعنی آدمی اور اس کے ساتھی کے درمیان خالی جگہ باقی نہ رہے یہ قسم مشروع ہے دوسری قسم یہ ہے اس طرح ملنا جو نمازیوں کو تھکا دے اور مشقت میں ڈالدے اس کا نبی کریم ﷺ نے حکم نہیں دیا کیونکہ لوگوں کو تکلیف دینا خصوصاً نماز میں کوئی پسندیدہ کام نہیں بلکہ ممنوع ہے یہ تو صفوں کے اندر نمازیوں کے ملنے کی وضاحت ہے رہا یہ حکم کہ صفوں کو قریب کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری صف، صف اول کے، اور تیسری صف، صف ثانی کے قریب ہو۔

(۲) محمد بن صالح عثیمین لکھتے ہیں ''لَیْسَ الْمُرَادُ بِالْمُرَاصَّۃِ الْمُرَاصَّۃُ الَّتِیْ تُشَوِّشُ عَلٰی الْاٰخَرِیْنَ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ مِنْھَا اَنْ لَّا یَکُوْنَ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ فُرْجَۃٌ''(شرح ریاض الصالحین ج۱ص ۱۲۲۸)

ترجمہ: ملنے سے ایسا ملنا مراد نہیں جو دوسروں کو پریشان کردے صرف اس قدر ملنا مراد ہے کہ دو نمازیوں کے درمیان دوسرے نماز کی جگہ خالی نہ رہے۔

(۳) علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''قَالَ الْحَافِظُ الْمُرَادُ بِذَالِکَ

الْمُبَالَغَةُ فِیْ تَعْدِیْلِ الصَّفِّ وَسَدِّ خَلَلِهٖ قُلْتُ وَهُوَ مُرَادُهٗ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ الْاَرْبَعَةِ اَیْ اَنْ لَّا یَتْرُكَ فِی الْبَیْنِ فُرْجَةٌ تَسَعُ فِیْهَا ثَالِثًا"(فیض الباری ج۲ص۲۳٦)

ترجمہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کندھے کو کندھے کے ساتھ اور قدم کو قدم کے ساتھ ملانے سے مراد ہے صف کو برابر کرنے میں اور خالی جگہوں کو پر کرنے میں مبالغہ کرنا۔

(حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں فقہاء اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک بھی یہی مراد ہے یعنی درمیان میں اتنی جگہ خالی نہ چھوڑی جائے جس میں تیسرا نمازی آسکتا ہو۔

(۴) علامہ عبدالمحسن عباد لکھتے ہیں، اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملانے سے مراد یہ ہے "اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ یَقْرُبُ مِنْ صَاحِبِهٖ حَتّٰی یَلْتَصِقَ بِهٖ وَحَتّٰی یَكُوْنَ مُتَّصِلًا بِهٖ فَلَا یَكُوْنُ بَیْنَ شَخْصٍ وَآخَرَ فَجْوَةٌ وَاِنَّمَا یَكُوْنُ الصُّفُوْفُ مُتَرَاصَّةً وَمُتَقَارِبَةً وَیَتَّصِلُ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ"(شرح سنن ابی داود عبدالمحسن عباد ج۴ص۲۲)

ترجمہ: یعنی ہر ایک اپنے ساتھی کے قریب ہوکر کھڑا ہوتا کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں، پس دونوں کے درمیان خالی جگہ نہ ہو اور صفیں بھی متصل اور قریب قریب ہوں۔

(۵) علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں "وَمَارُوِیَ اَنَّهُمْ اَلْصَقُوْا الْكِعَابَ بِالْكِعَابِ اُرِیْدَ بِهِ الْجَمَاعَةُ اَیْ قَامَ كُلُّ وَاحِدٍ بِجَانِبِ الْآخَرِ"

ترجمہ: اور جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاتے تھے اس میں ان کی جماعت کی کیفیت بتانا مقصود ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے قریب کھڑا ہوتا تھا (ردالمحتار ج۲ص۱٦۲ بحث القیام)

(٦) محدث وفقیہ امام محمد عابد سندھی مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "قَوْلُهٗ وَالْصَاقُ

كَعْبَيْهِ اَیْ حَالَةَ الرُّكُوْعِ قَالَ الشَّيْخُ الرَّحْمَتِيْ مَعَ بَقَاءِ تَفْرِيْجِ مَابَيْنَ الْقَدَمَيْنِ قُلْتُ لَعَلَّهٗ اَرَادَ مِنَ لِاْلصَاقِ الْمُحَاذَاةَ وَذَالِكَ بِاَنْ يُّحَاذِیَ كُلٌّ مِنْ كَعْبَيْهِ الْاٰخَرَ فَلَا يَتَقَدَّمُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ"

ترجمہ: صاحب درمختار کا قول کہ رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ٹخنوں کو ملانا اس کی وضاحت میں شیخ رحمتی نے کہا ہے کہ اپنے دونوں ٹخنوں کو ملائے، لیکن دونوں قدموں کے درمیان کشادگی باقی رکھے۔

میں کہتا ہوں (یعنی علامہ محمد عابد مدنی فرماتے ہیں) شاید صاحب درمختار کی مراد یہ ہے کہ اپنے دونوں ٹخنوں کو اس طرح برابر کرے کہ دونوں ٹخنے ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ ہوں (طوالع الانوار شرح الدر المختار بحوالہ السعایہ ج ۲ ص ۱۸۰) پس جیسے حالت رکوع میں الصاق الکعبین سے محاذاۃ والا معنی مراد ہے اسی طرح حالت قیام میں بھی الصاق کا یہی معنی ہے اور قرب ومحاذاۃ میں کوئی تضاد نہیں، لہذا پاؤں قریب بھی ہوں اور برابر بھی ہوں سنت یہی ہے۔

ضروری تنبیہ:

جیسا کہ قیام ورکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کو ملانے، نیز قیام میں اپنے ٹخنہ کو ساتھ والے نمازی کے ٹخنہ کے ساتھ ملانے سے قریب اور برابر کرنا مراد ہے اسی طرح ابو داود کی ایک حدیث میں ہے "وَلْيَضُمَّ فَخِذَيْهِ" (اور چاہیئے کہ آدمی سجدہ میں اپنی رانوں کو ملائے) اس سے بھی رانوں کو قریب اور برابر کرنا مراد ہے عورت کی طرح تورک کر کے ران کو ران کے اوپر نہ رکھے اور نہ ٹیڑھا کرے، بلکہ دونوں کو برابر رکھے، اور سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے "رَاصًّا عَقِبَيْهِ" (سجدہ میں اپنی ایڑیوں کو ملائے) اس سے بھی ایڑیوں کو قریب اور برابر کرنا مراد ہے ان سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام، رکوع سجدہ میں اپنے قدم، گھٹنے، رانیں، کندھے برابر رکھے، ایسے ہی اپنے قریب والے نمازی کے ساتھ قدم

گھٹنے کندھے اور گردن برابر رکھے، ان جگہوں میں حقیقۃً ملانا اور چپکانا مراد نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تائیدی عبارات سے پتہ چلا کہ کندھوں، گھٹنوں، ٹخنوں اور قدموں کے ملانے سے قرب ومحاذاۃ والا معنی مراد ہے بالکل آپس میں ملا دینا مراد نہیں جب کہ غیر مقلدین کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا سب الفاظ میں ملانے کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی ٹخنوں، گھٹنوں اور کندھوں کو آپس میں حقیقۃً ملانا اور ساتھ لگانا، حالانکہ غیر مقلدین کا اپنے اس نظریہ اور اپنی اس رائے پر کہیں پر بھی عمل نہیں ہے وہ ٹخنے کو ٹخنے کے ساتھ گھٹنے کو گھٹنے کے ساتھ اور کندھے کو کندھے کے ساتھ ملا کر نہیں کھڑے ہوتے اور نہ اس طرح کھڑے ہو سکتے ہیں مذہب ایسا ہونا چاہیے تا کہ جس پر خود اہل مذہب بھی عمل نہ کرتے ہوں اور نہ کر سکتے ہوں یہ مذہب انہی کو مبارک ہم ایسے مذہب سے بیزار اور بری۔

نہ دلاسا، نہ تسلی، نہ وفا
دوستی اس بت بدخو سے نبھائیں کیونکر

امر دوم:

تسویہ صفوف کا لغت میں معنی ہے صفوں کو برابر کرنا اور صفوں کو خوبصورت بنانا یہ چار چیزوں پر موقوف ہے۔

① ...... صف میں قریب قریب کھڑا ہونا۔
② ...... ٹخنوں قدموں کندھوں اور گردنوں کو برابر کرنا۔
③ ...... اگلی صفوں کو پورا کرنا۔
④ ...... صف میں کھڑا رہنا اور بلا وجہ اور بلا عذر صف کو چھوڑ کر درمیان میں فاصلہ پیدا نہ کرنا، صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ آپس میں دل بھی سیدھے رہیں گے اور اگر صفیں ٹیڑھی ہونگی تو آپس میں دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور صفوں کو سیدھا کرنا امام کی ذمہ داری ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفوں کو سیدھا کرتے تھے۔

تائیدات:

(۱) تاسیس الاحکام ج ۱ص ۱۰۸ میں ہے "وَالتَّسْوِيَةُ تَقَعُ عَلَى الْمُحَاذَاةِ حَتّٰى يَكُوْنَ الصَّفُّ مُسْتَقِيْمًا لَا عِوَجَ فِيْهِ لِحَدِيْثِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَلَى التَّرَاصِّ وَالتَّقَارُبِ فِي الصَّفِّ وَاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَمِنَ التَّسْوِيَةِ اَيْضًا وَصْلُ الصَّفِّ الْمُنْقَطِعِ لِحَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ عِنْدَ اَبِيْ دَاوُدَ"

ترجمہ: اور تسویہ صفوف ان چار امور سے پیدا ہوتا ہے ① محاذاۃ، یعنی نمازیوں کا برابر ہونا تاکہ صف سیدھی ہو اور اس میں کجی نہ ہو نعمان بن بشیر ﷺ کی حدیث کی وجہ سے ② تقارب، یعنی صف میں نمازیوں کا قریب قریب ہونا ③ اگلی صفوں کو پورا کرنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے ④ اگر کوئی نمازی صف کو چھوڑ جائے تو اس کو مکمل کرنا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے۔

(۲) شرح عمدۃ الاحکام ج ۲ ص ۲ "وَتَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ مَعْنَاهُ مُحَاذَاةُ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ وَعَدَمُ تَقَدُّمِ اَحَدِهِمْ عَلٰى اَحَدٍ فَيُؤْمَرُ فِي الصُّفُوْفِ بِاُمُوْرٍ اَوَّلُهَا التَّسْوِيَةُ بِحَيْثُ يَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مُحَاذِيًا لِلْاٰخَرِ اَلْاَمْرُ الثَّانِيْ سَدُّ الْخَلَلِ وَهُوَ اَنْ يَتَرَاصُّوْا فِي الصَّفِّ فَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهُمْ خَلَلٌ وَلَا فُرَجٌ بَلْ يَحْرُصُوْنَ عَلٰى سَدِّهَا اَلْاَمْرُ الثَّالِثُ اَنْ يُتِمُّوا الصُّفُوْفَ الْاَوَّلَ"

ترجمہ: تسویہ کا معنی ہے آپس میں برابر ہونا ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے آگے نہ ہو پس صفوں کے بارے میں مختلف امور کا حکم دیا گیا ہے ① سب نمازی صف میں ایک دوسرے کے برابر ہوں آگے پیچھے کوئی بھی نہ ہو ② صف کے درمیان خالی جگہوں کو پر کرنا اس کا طریقہ یہ ہے کہ صف میں ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوں حتی کہ ان کے درمیان

کوئی خالی جگہ نہ ہو بلکہ خالی جگہ کے بند کرنے کے حریص ہوں (۴) اگلی صفوں کو پورا کریں۔

امر ثالث:

نمازی کے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ فقہ حنفی میں چار انگشت فقہ شافعی میں ایک بالشت جبکہ بعض شافعیہ نے چار انگشت اور ایک بالشت دونوں لکھے ہیں، یعنی چار انگشت سے ایک بالشت تک فاصلہ کی حد ہے، اور فقہ مالکی اور فقہ حنبلی میں درمیانہ فاصلہ یا طبعی حالت کے مطابق فاصلہ لکھا ہے جو ایک بالشت ہی بنتا ہے دراصل فقہ حنفی میں چار انگشت کا فاصلہ جو لکھا ہے یہ فاصلہ کی کم سے کم مقدار ہے اس سے کم نہ ہو باقی تین فقہوں کے مطابق ایک بالشت یہ فاصلہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار ہے اس سے زیادہ نہ ہو پس چار فقہوں اور فقہاء اربعہ کی رائے و تحقیق کے مطابق ہر نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار چار انگشت سے ایک بالشت تک ہے نہ اس سے کم ہو، نہ اس سے زیادہ ہو۔

تائید از فقہ حنفی:

① فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۷۳، الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ الخ "وَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ اَرْبَعُ اَصَابِعَ فِيْ قِيَامِهٖ"

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ نمازی کے دو قدموں کے درمیان بحالت قیام چار انگشت کا فاصلہ ہو۔

② ردالمحتار ج ۲ ص ۲۶۳ "بَحْثُ الْقِيَامِ وَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهُمَا مِقْدَارُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ الْيَدِ لِاَنَّهٗ اَقْرَبُ اِلَى الْخُشُوْعِ"

ترجمہ: اور مناسب یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان بحالت قیام ہاتھ کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہو کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔

③ نور الایضاح ص ۴۶ ④ مراقی الفلاح ص ۱۳۲ ⑤ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۷۵ ⑥ تبیین الحقائق ج۱ص ۲۹۷ ⑦ فتح القدیر ج۱ص ۳۵۸ ⑧ فقہ العبادات حنفی ج۱ص ۸۷ ⑨ السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ ج۲ص ۱۸۱۔ ⑩ " عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ صَفُّ الْقَدَمَيْنِ مِنَ السُّنَّةِ وَعَنْ هٰذَا قَالَ اَصْحَابُنَا يُسْتَحَبُّ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِيْ الْقِيَامِ قَدْرُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ يَدَيْهِ لِاَنَّ هٰذَا اَقْرَبُ لِلْخُشُوْعِ" (شرح ابی داود للعینی ج۳ص ۲۵۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دونوں قدموں کی صف بنانا سنت ہے اسی وجہ سے ہمارے حنفی دوستوں نے کہا ہے نمازی کے لیے مستحب ہے کہ قیام میں اس کے دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ ہو کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے (یعنی جیسے صفوں کے متعلق حکم ہے ان کو برابر اور قریب بنانے کا اس طرح صف القدمین کے عنوان کا تقاضا ہے کہ ہر نمازی کے دونوں قدم برابر اور قریب ہوں یعنی دونوں قدموں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہو)

تائید از فقہ شافعی:

①،② "وَيُسَنُّ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ بِشِبْرٍ" (اعانۃ الطالبین ج۱ص ۱۳۵// حاشیۃ الجمل ج۳ص ۲۴۷)

ترجمہ: اور اپنے دونوں قدموں کے درمیان ایک بالشت کے برابر فاصلہ کرنا مسنون ہے۔

③ " وَنَدْبَ التَفْرِيْقُ بَيْنَهُمَا اَىْ بِاَرْبَعِ اَصَابِعَ...... اَوْبِشِبْرٍ" (اسنی المطالب شرح روض الطالب ج۲ص ۳۴۵)

ترجمہ: اور دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ چار انگشت یا ایک بالشت کے برابر مستحب ہے۔

④⑤⑥ "وَيُسَنُّ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ بِشِبْرٍ خِلَافًا لِقَوْلِ

اَلْاَنْوَارِ بِاَرْبَعٍ" (تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج ج۵ص۱۳۲۱/حاشیۃ البجیرمی ج۲ص۲۹۷/نھایۃ المحتاج ج۴ص۸۵)

ترجمہ: اور دونوں قدموں کے درمیان ایک بالشت کے برابر فاصلہ کرنا مسنون ہے جب کہ صاحب الانوار نے چار انگشت کا قول کیا ہے۔

۞" وَيُسَنُّ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِيْ قِيَامِهٖ وَرُكُوْعِهٖ وَاعْتِدَالِهٖ وَسُجُوْدِهٖ تَفْرِيْقًا وَسْطًابِاَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا قَدْرُ شِبْرٍ" (شرح ابن رسلان شرح کتاب غایۃ البیان ج۱ص۱۹۱)

ترجمہ: اور نمازی کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں قدموں کے درمیان قیام، رکوع، قومہ، اور سجود میں درمیانہ فاصلہ کرے جو ایک بالشت کی مقدار ہے۔

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں قدموں کے درمیان درمیانہ فاصلہ سنت ہے اور درمیانہ فاصلہ کی مقدار ایک بالشت ہے۔

۞"وَسُئِلَ (عَنِ ابْنِ حَجَرِ الْهَيْتَمِيِّ الشَّافِعِيْ) بِمَا صُوْرَتُهٗ مَاالْحُكْمُ فِيْمَا لَوْ تَرَكَ فِيْ الصَّلٰوةِ حَرَكَتَيْنِ مُتَوَالِيَتَيْنِ ثُمَّ اَرَادَ حَرَكَةً لِشَيْئٍ مَسْنُوْنٍ فِيْ الصَّلٰوةِ كَاَنْ رَاٰى بَيْنَ قَدَمَيْهِ اَكْثَرَ مِنَ شِبْرٍ وَاَرَادَ تَفْرِيْقَهُمَا اَوْرَاٰهُمَا زَائِلَتَيْنِ عَنْ سَمْتِ الْقِبْلَةِ وَاَرَادَ تَوَجُّهَهُمَا فَاَجَابَ بِقَوْلِهٖ قَدْصَرَّحُوْا بِاَنَّ تَصْفِيْقَ الْمَرْاَةِ فِيْ الصَّلٰوةِ وَرَفْعَ الْمُصَلِّيْ لِلْمَارِّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ بِثَلٰثِ مَرَّاتٍ مُتَوَالِيَةٍ مَعَ كَوْنِهِمَا مَنْدُوْبَتَيْنِ فَيُؤْخَذُ مِنْهُ الْبُطْلَانُ فِيْمَا لَوْتَحَرَّكَ حَرَكَتَيْنِ فِيْ الصَّلٰوةِ ثُمَّ عَقَّبَهُمَا بِحَرَكَةٍ اُخْرىٰ مَسْنُوْنَةٍ وَهُوَ ظَاهِرٌ" (الفتاوی الفقھیہ الکبری ج۱ص۱۶۶)

ترجمہ: علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل فتویٰ پوچھا گیا، اس آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے نماز میں لگاتار دو دفعہ حرکت کی پھر اس کا ارادہ ہے کہ کسی مسنون چیز کے لیے نماز میں ایک اور حرکت کرے جیسے اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے درمیان فاصلہ ایک بالشت سے زیادہ ہے (جب کہ سنت ایک بالشت ہے) اب اس کا ارادہ ہوا کہ حرکت کر کے دونوں پاؤں کو قریب کرے، یا اس نے دیکھا کہ دونوں قدم قبلہ رخ سے پھرے ہوئے ہیں اور اس کا ارادہ ہے کہ پاؤں کو حرکت دے کر قبلہ رخ کرلے، علامہ ابن حجر نے جواب دیا کہ یہ مسئلہ صراحۃً لکھا ہے کہ لگاتار تین دفعہ عورت کا ہاتھ پر ہاتھ مار کر نماز میں امام کو لقمہ دینا نیز تین دفعہ لگاتار نمازی کے آگے گذرنے والے کو دھکا دینا جائز نہیں حالانکہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عورت کو لقمہ دینا اور نمازی کے آگے گذرنے والے کو روکنا یہ دونوں کام مستحب ہیں لیکن اس کے باوجود لگاتار تین دفعہ ایسا کرنا جائز نہیں اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسی طرح ایک بالشت کے برابر پاؤں کے درمیان فاصلہ سنت ہے پاؤں کا قبلہ رخ ہونا بھی سنت ہے اس کے باوجود اس سنت کی خاطر لگاتار تین مرتبہ حرکت کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ پاؤں کے درمیان ایک بالشت فاصلہ سنت ہے اس سے زیادہ ہو تو خلاف سنت ہے۔

تائید از فقہ مالکی:

① (فقہ العبادات مالکی ج۱ص۱۶۱) "يُنْدَبُ تَفْرِيْجُ الْقَدَمَيْنِ بِاَنْ يَكُوْنَ الْمُصَلِّيْ بِحَالَةٍ مُتَوَسِّطَةٍ فِي الْقِيَامِ بِحَيْثُ لَا يَضُمُّهُمَا وَلَا يُفَرِّجُهُمَا كَثِيْرًا"

ترجمہ: دونوں قدموں کو قیام میں درمیانی حالت کے ساتھ کشادہ کرنا مستحب ہے یعنی دونوں قدموں کو نہ زیادہ ملائے اور نہ زیادہ کشادہ کرے۔

۲ (شرح خلیل للخرشی ج۳ص۴۵۵) "ثُمَّ اِنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ تَوْسِيْعَهُمَا عَلٰى خِلَافِ الْمُعْتَادِ كَاِقْرَانِهِمَا فَيُكْرَهُ"

ترجمہ: پھر ظاہر یہ ہے کہ معتاد طریقہ سے زیادہ قدموں کو کشادہ کرنا ان کے ملانے کی طرح ہے اس لیے یہ مکروہ ہے۔

۳ (منح الجلیل ج۲ص۹۶) "وَكُرِهَ وَضْعُ قَدَمٍ عَلٰى اُخْرىٰ لِاَنَّهُ عَبَثٌ وَاِقْرَانُهُمَا اَیْ ضَمُّ الرِّجْلَيْنِ مَعًا كَالْمُقَيَّدِ"

ترجمہ: ایک قدم کا دوسرے قدم کے اوپر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بے فائدہ اور بے ہودہ کام ہے نیز بیڑیاں لگائے ہوئے کی طرح دونوں قدموں کو ملانا اور اکٹھا کرنا بھی مکروہ ہے۔

۴ (مواہب الجلیل لشرح مختصر الجلیل ج۲ص۲۶۳) "قَالَ عِيَاضٌ يَعْنِیْ لَايُقْرِنُهُمَا وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِمَا مَعًابَلْ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا وَيَعْتَمِدُ اَحْيَانًا عَلٰى هٰذِهٖ وَاَحْيَانًا عَلٰى هٰذِهٖ وَاَحْيَانًا عَلَيْهِمَا وَهُوَ مَعْنٰى يُرَوِّحُ"

ترجمہ: قاضی عیاض نے کہا ہے یعنی دونوں قدموں کو نہ ملائے اور نہ ان دونوں پر لگا تار سہارا کرے، بلکہ دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ کرے اور کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر اور کبھی ان دونوں پر سہارا کرے اور پاؤں کو آرام دینے کا یہی مطلب ہے۔

تائید از فقہ حنبلی:

۱ (المغنی لابن قدامہ ج۳ص۱۲۴) "كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ وَلَا يَمَسُّ اِحْدَاهُمَا بِالْاُخْرىٰ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ لَا يُقَارِبُ وَلَا يُبَاعِدُ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے درمیان نہ زیادہ کشادگی کرتے اور نہ ایک پاؤں کو دوسرے کے ساتھ لگاتے بلکہ ان دونوں کے درمیان والی حالت کو اختیار

کرتے یعنی اپنے دونوں پاؤں کو نہ ایک دوسرے کے زیادہ قریب کرتے اور نہ ایک دوسرے سے زیادہ دور کرتے۔

④ (القول الراجح مع الدلیل ج۲ص۸۵) "رَابِعًا تَفْرِقَتُهُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ وَالْقَاعِدَةُ هٰهُنَا اَنَّ الْهَيْئَاتِ فِيْ الصَّلٰوةِ تَكُوْنُ عَلٰى مُقْتَضٰى الطَّبِيْعَةِ وَلَا تُخَالِفُ الطَّبِيْعَةَ اِلَّا مَادَلَّ النَّصُّ عَلَيْهِ وَالْوُقُوْفُ الطَّبِيْعِيُّ اَنْ يُّفَرِّجَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَكَذَالِكَ فِيْ الصَّلٰوةِ فَمَا كَانَ عَلٰى غَيْرِ وَفْقِ الطَّبِيْعَةِ يُحْتَاجُ اِلٰى دَلِيْلٍ"

ترجمہ: چوتھی سنت اپنے دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ کرنا اور فاصلہ کرنے کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ نماز کی کیفیات طبیعت کے مقتضی کے مطابق ہوتی ہیں اور طبعی تقاضے کے خلاف وہی کیفیت ہوگی جو مستقل نص سے ثابت ہو، قیام کی حالت میں طبعی تقاضا یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان کشادگی ہو پس نماز میں بھی بحالت قیام طبعی تقاضے کے مطابق قدموں کے درمیان کشادگی اور فاصلہ ہونا چاہئے، پس نماز کی جو کیفیت بھی غیر طبعی ہے وہ دلیل کی محتاج ہے (انسان کا قیام کی حالت میں طبعی تقاضا یہ ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان بلا تکلف معتدل درجہ کا فاصلہ ہو اور اگر کوئی شخص تکلف کر کے غیر طبعی اور غیر فطری طریقہ کے مطابق پاؤں ملائے یا حد اعتدال سے زیاد پھیلائے تو پاؤں کے اس غیر طبعی ملانے یا پھیلانے پر کتاب وسنت سے کوئی صریح اور واضح دلیل پیش کرنی چاہئے)

⑤ (شرح زاد المستقنع للحمد ج۵ص۱۵۰) "قَالَ الْاَثْرَمُ رَاَيْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَقَدْ فَرَّجَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ هٰذَا هُوَ الْاَوْلٰى لِاَنَّ قَبْلَ هٰذَا الْفِعْلِ يَجْعَلُ الْقَدَمَيْنِ عَلٰى طَبِيْعَتِهِمَا وَحَيْثُ لَمْ يَرِدْ نَصٌّ فِيْ قَدَمَيْهِ حَالَ الْقِيَامِ فَاِنَّهٗ يُبْقِيْهِمَا عَلَى الطَّبِيْعَةِ"

ترجمہ: امام احمد بن حنبل کے شاگرد اثرم کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ (امام احمد بن

حنبل) کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے قدموں کے درمیان کشادگی کی ہوئی ہے، اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے قدموں کو ان کی طبعی حالت پر کرے اور چونکہ قیام میں پاؤں کے درمیان کی کیفیت کے بارے کوئی نص موجود نہیں اس لئے ان کو طبعی حالت پر باقی رکھے۔

④ (الکافی ص ۲۸۵) "كَانَ اِبْنُ عُمَرَ لَايُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ وَلَا يَمَسُّ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرىٰ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذَالِكَ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے درمیان زیادہ فاصلہ بھی نہ کرتے اور نہ ایک پاؤں کو دوسرے کے ساتھ لگاتے بلکہ ان کے درمیان کی کیفیت کو اختیار کرتے۔

⑤ (کشاف القناع ج ا ص ۱۴۵) "وَتَفْرِيْقُهُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ يَسِيْرًا"

ترجمہ: اور دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑا فاصلہ کرنا مستحب ہے۔

⑥ الاقناع ج ا ص ۱۳۵ ⑦ الشرح الکبیر ج ا ص ۶۰۰ ⑧ المغنی ج ۳ ص ۱۲۰ ⑨ دلیل الطالب لنیل المطالب ج ا ص ۳۷ ⑩ شرح کتاب الصلوۃ من عمدۃ المطالب ج ا ص ۲۰۹ ⑪ شرح منتہی الارادات ج ا ص ۴۵۵ ⑫ مختصر الانصاف ج ا ص ۱۳۵ ⑬ مطالب اولی النہی ج ۳ ص ۸۳ ⑭ منار السبیل ج ا ص ۹۲...... فقہاء کی حدیث فہمی اور فقہ دشمن لوگوں کی فقہاء پر طعنہ بازی پر کہنا پڑتا ہے۔

چلی شوخی نہ کچھ باد صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

نماز میں پاؤں زیادہ پھیلانے کی مذمت:

اپنے پاؤں کو ایک بالشت سے زیادہ کشادہ کر کے ساتھ والے نمازی کے پاؤں کے ساتھ اپنے پاؤں ملانا خلاف سنت ہے اور اس میں شرعی لحاظ سے کئی خرابیاں ہیں ایک خرابی یہ ہے کہ نماز میں پاؤں زیادہ پھیلانے سے کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوجاتا

ہے حالانکہ پاؤں کی طرح کندھوں کو بھی ملانے کا حکم ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر پاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو تو سجدہ سے سر اٹھا کر اسی طرح پاؤں پھیلانے کی کیفیت کے ساتھ بیٹھنا مشکل ہے اس لیے یہ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب کھڑے ہوتے ہیں تو پاؤں کو پھیلا دیتے ہیں اور جب سجدہ میں جاتے ہیں یا سجدہ سے اٹھ کر بیٹھتے ہیں تو پاؤں کو ملا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے چاہئے تو یہ کہ پاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھیں کہ قیام اور سجود وقعود کی حالت میں پاؤں کو پھیلانے اور ملانے والی حرکت نہ کرنی پڑے۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ دائیں بائیں اپنے پاؤں اتنے پھیلاتے ہیں کہ اگر وہ اپنے پاؤں کو دونوں طرف سے سمیٹ کر چار انگشت یا زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کا فاصلہ کر کے کھڑے ہوں تو دائیں اور بائیں دونوں طرف سے ایک ایک نمازی کی جگہ خالی نکل آتی ہے جس کو نمازیوں سے پر کرنا چاہئے، لیکن یہ حضرات پاؤں پھیلا کو اس کو پر کرتے ہیں۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ جب پاؤں کو پھیلا کر دوسرے نمازی کے پاؤں کے ساتھ اپنا پاؤں ملاتے ہیں تو اس سے ساتھ والا نمازی ملال اور تنگی محسوس کرتا ہے اور دوسرے آدمی کو ملال اور تنگی میں ڈالنا خصوصاً نماز میں یہ از روئے شرع ناجائز اور ممنوع ہے۔

پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس سے ساتھ والے نمازی کا خشوع وخضوع بوجہ تنگی وملال ختم ہو جاتا ہے، اس لیے متعدد محققین اور اہل علم حضرات نے نماز میں زیادہ پاؤں پھیلانے کی مذمت اور تردید کی ہے۔

چھٹی خرابی یہ ہے کہ زیادہ پاؤں پھیلا کر کھڑا ہونا تکبر کی علامت اور تکبرانہ حالت ہے، کسی باعزت جراتمند افسر کے سامنے ذرا اس طرح ٹانگیں چوڑی کر کے کھڑے ہونے کا تجربہ کریں پہلے تو اس طرح کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوگی، اور اگر کھڑا ہو گیا تو پتہ چلنے پر فوراً ڈانٹ پڑ جائے گی، چند تائیدی حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

حوالہ نمبر۱: (الشرح المختصر علی بلوغ المرام ج۳ ص۲۴۵)

"هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُفَرِّجُوْنَ أَقْدَامَهُمْ قَدْفَهِمُوْا النَّصَّ خَطَأً لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يُلْصِقُ أَحَدُهُمْ كَعْبَهُ فِيْ كَعْبِ أَخِيْهِ لٰكِنْ فَهِمُوْا أَنَّ الْإِنْسَانَ يُفَرِّجُ بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَهٰذَا فَهْمٌ خَاطِئٌ مُخَالِفٌ لِلسُّنَّةِ وَغَلَطٌ لٰكِنَّ مُرَادَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ يَتَرَاصُّوْنَ حَتّٰى إِنَّ الْإِنْسَانَ يُلْصِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ وَلَمْ يَأْتِ فِي السُّنَّةِ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُفَرِّجُوْنَ أَقْدَامَهُمْ أَبَدًا لٰكِنَّ هٰذَا مِنْ فَهْمِ الشُّبَّابِ ظَنُّوْا أَنَّهُ هُوَ الصَّوَابُ فَصَارُوْا يَفْعَلُوْنَ ذَالِكَ وَيَجِبُ أَنْ يُّنَبَّهُوْا عَلٰى أَنَّ هٰذَا فَهْمٌ خَاطِئٌ لِلنَّصِّ"

ترجمہ: یہ لوگ جواپنے قدموں کوزیادہ کشادہ کرتے ہیں انہوں نے حدیث کوغلط سمجھا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہرایک اپنے ٹخنے کواپنے ساتھی کے ٹخنے کے قریب اور برابر کرتا لیکن انہوں نے یہ سمجھا کہ انسان اپنے پاؤں کے درمیان کشادگی کرے، یہ فہم غلط اور خلاف سنت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراد یہ ہے کہ صف میں نمازی مل کر کھڑے ہوں حتی کہ ہرنمازی اپنے ٹخنہ کواپنے ساتھی کے ٹخنہ کے قریب اور برابر رکھے، اور حدیث میں یہ کہیں نہیں آتا کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان خوب کشادگی کرتے تھے، ہاں بعض نوجوانوں نے یہ سمجھا اور نظریہ بنالیا کہ یہی درست ہے، سووہ اپنے اس فہم ونظریہ کی بنیاد پرخوب پاؤں پھیلاتے ہیں اوران کواس پرمتنبہ کرنالازم ہے کہ یہ فہم ونظریہ نص کے خلاف ہے۔

حوالہ نمبر۲: (فتاوی الازھرج۹ص۸۶) "اَلتَّفْرِيْجُ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ" المفتی عطیہ صقر مایو (مئی) ۱۹۹۷ء)

اَلسُّؤَالُ: نَرٰى بَعْضَ الْمُصَلِّيْنَ يُفَرِّجُوْنَ بَيْنَ أَقْدَامِهِمْ بِدَرَجَةٍ كَبِيْرَةٍ وَإِذَا كَانُوْا فِيْ جَمَاعَةٍ أَلْصَقُوْا أَرْجُلَ بَعْضِهِمْ بِأَرْجُلِ الْبَعْضِ الْآخَرِ فَتَتَّسِعُ الْمَسَافَةُ بَيْنَ قَدَمَيِ الْمُصَلِّيْ بِصُوْرَةٍ لَا فِتَةٍ لِلنَّظْرِ فَمَا رَأْيُ الدِّيْنِ فِيْ ذَالِكَ؟"

سوال: ہم دیکھتے ہیں بعض نمازیوں کو کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان بہت کشادگی کرتے ہیں اور جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ پاؤں اس طرح ملاتے ہیں کہ نمازی کے دونوں قدموں میں فاصلہ کی حیرت انگیز صورت بن جاتی ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟۔

اَلْجَوَابُ: اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ يُصَلِّيْ اِمَامًا اَوْمُنْفَرِدًا كَانَ مِنَ السُّنَّةِ اَلَّا يَضُمَّ قَدَمَيْهِ عِنْدَ الْقِيَامِ فِيْ الصَّلٰوةِ بَلْ يُفَرِّجُ بَيْنَهُمَا وَذٰلِكَ بِاتِّفَاقِ الْاَئِمَّةِ اَمَّا الْمَسَافَةُ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ فَقَدَّرَهَا الْحَنَفِيَّةُ بِاَرْبَعِ اَصَابِعَ وَقَدَّرَهَا الشَّافِعِيَّةُ بِشِبْرٍ وَقَالَ الْمَالِكِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ يَكُوْنُ التَّفْرِيْجُ مُتَوَسِّطًا بِحَيْثُ لَا يَضُمُّ الْقَدَمَيْنِ وَلَا يُوَسِّعُهُمَا كَثِيْرًا حَتّٰى يَتَفَاحَشَ عُرْفًا وَاِذَا كَانَ الْمُصَلِّيْ مَامُوْمًا فِيْ الصَّفِّ فَمِنَ السُّنَّةِ سَدُّ الْفُرَجِ وَتَرَاصُّ الصُّفُوْفِ وَجَاءَ فِيْ ذَالِكَ حَدِيْثٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ...... اِلٰى قَوْلِهٖ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهٖ وَجَاءَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوُدَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَوْلُهُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهٖ وَاِلْزَاقُ اَوْ لَزْقُ الْمَنَاكِبِ يَتْبَعُهُ بِسُهُوْلَةٍ اِلْزَاقُ الْكُعُوْبِ لٰكِنْ لَوْ تَبَاعَدَتِ الْمَنَاكِبُ اِقْتَضٰى اِلْزَاقُ الْكُعُوْبِ التَّفْرِيْجَ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ بِمَسَافَةٍ كَبِيْرَةٍ تَتَفَاحَشُ عُرْفًا كَمَا يَقُوْلُ الْمَالِكِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ وَتَزِيْدُ عَلَى الشِّبْرِ كَمَا يَقُوْلُ الشَّافِعِيَّةُ وَعَلَى الْاَصَابِعِ الْاَرْبَعَةِ كَمَا يَقُوْلُ الْحَنَفِيَّةُ وَذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ ، وَقَدْ يَحْرِصُ بَعْضُ الْاَشْخَاصِ عَلٰى اِلْزَاقِ الْكُعُوْبِ عَلَى الرَّغْمِ مِنْ تَفَاحُشِ الْمَسَافَةِ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَهُوَ يُرِيْدُ فِعْلَ سُنَّةٍ فَيَقَعُ فِيْ مَكْرُوْهٍ اِلٰى جَانِبِ مُضَايَقَتِهٖ لِمَنْ بِجَوَارِهِ الَّذِيْ يُحَاوِلُ

ضَمَّ قَدَمَيْهِ لٰكِنَّهُ يُلَاحِقُهُ وَيُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ بِصُوْرَةٍ لَا فِيْهَا لِلنَّظْرَةِ قَدْ يَضَعُ رِجْلَهُ وَيَضْغِطُ عَلَيْهَا وَمُضَايَقَةُ الْمُصَلِّيْ تَذْهَبُ خُشُوْعَهُ اَوْتُقَلِّلُهُ وَالْاِسْلَامُ نَهٰى عَنِ الضَّرَرِ وَالضِّرَارِ، فَاَرْجُوْ التَّنَبُّهَ لِذٰلِكَ اِبْقَاءً عَلَى الْمَوَدَّةِ وَمُسَاعَدَةً عَلَى الْخُشُوْعِ فِيْ الصَّلٰوةِ"

جواب: اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ جب کوئی آدمی نماز میں امام ہو یا منفرد اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ قیام میں اپنے قدموں کو نہ ملائے بلکہ ان کے درمیان کشادگی کرے لیکن یہ کشادگی کتنی ہو؟، حنفیہ کے نزدیک چار انگشت کے برابر ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بالشت ہے اور مالکیہ وحنبلیہ کے نزدیک درمیانہ فاصلہ ہو یعنی نہ دونوں قدموں کو ملائے اور نہ اتنے زیادہ کشادہ کرے کہ عرفاً قبیح کیفیت بن جائے، اور جب نمازی مقتدی ہو تو سنت ہے خالی جگہوں کو پُر کرنا اور صفوں کو ملانا، یہ حکم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو بخاری ومسلم میں ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم کے برابر اور قریب کرے اور ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے نعمان بن بشیر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ نمازی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا ہے اگر کندھے ملے ہوئے ہوں تو ٹخنے بھی آسانی کے ساتھ مل جاتے ہیں اور اگر کندھے ایک دوسرے سے دور ہوں تو پھر ٹخنے تب مل سکتے ہیں کہ دونوں قدموں کے درمیان بہت فاصلہ ہو اور اتنا فاصلہ کرنا عرفاً قبیح اور برا ہے، مالکیہ اور حنابلہ کا قول یہی ہے نیز ایک بالشت جس کے شافعیہ قائل ہیں اس سے بھی فاصلہ زیادہ ہو جائیگا اور چار انگشت جس کے حنفیہ قائل اس سے بھی فاصلہ زیادہ ہوگا (پس اتنا زیادہ فاصلہ مذاہب اربعہ کے خلاف ہے) یہ مکروہ ہے اور بعض لوگ قدموں کے درمیان فحش فاصلہ کر کے ٹخنوں کے ملانے کا حرص کرتے ہیں پس وہ ارادہ کرتے ہیں سنت پر عمل کرنے کا لیکن ارتکاب کرتے ہیں مکروہ کا، کیونکہ اس کے ساتھ والا نمازی اپنے قدموں کے درمیان

مناسب فاصلہ رکھ کران کو برابر کرنا چاہتا ہے، لیکن یہ حیرتناک فاصلہ کیفیت کیساتھ اس کو تنگی میں ڈالدیتا ہے اور کبھی اپنا پاؤں اس کے پاؤں کے اوپر رکھ کراس کو تنگ کردیتا ہے جس سے اس کا خشوع ختم ہوجاتا ہے یا تھوڑا ہوجاتا ہے اور اسلام نے ضرررسانی سے منع کیا ہے، پس اس ضرررسانی پرآگاہی کے بعد میں امید کرتا ہوں (کہ وہ اس سے احتراز کریں گے) محبت کو باقی رکھنے کے لیے اور نماز میں خشوع پر معاونت کرنے کے لیے۔

حوالہ نمبر۳:

"تَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ فِيْ الصَّلٰوةِ مَنْدُوْبَةٌ رَغَّبَ فِيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَثِيْرًا وَكَذٰلِكَ سَدُّ الْفُرَجِ اَوْ تَضْيِيْقُ الْمَسَافَةِ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَجَارِهٖ وَقَدْ صَحَّ فِيْ ذٰلِكَ اَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ الخ

وَعَنْ اَنَسٍ رضى الله عنه كَانَ اَحَدُ نَاُيلْزِقُ الخ

اِنَّ الْمَطْلُوْبَ بِهٰذِهِ الْاِشَارَاتِ اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا اَنْ يَّكُوْنَ الصَّفُّ مُسْتَوِيًا وَذٰلِكَ يَكُوْنُ بِمُحَاذَاةِ الْمَنَاكِبِ وَالْاَقْدَامِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ اَيْ تَكُوْنُ عَلٰى خَطٍّ وَاحِدٍ وَثَانِيْهِمَا سَدُّ الْفُرَجِ وَعَدْمُ وَجُوْدِ مَسَافَةٍ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَاَخِيْهِ وَهُوَ التَّرَاصُّ وَذٰلِكَ يَكُوْنُ بِقُرْبِ الْمَنَاكِبِ وَالْاَقْدَامِ بَعْضِهِمَا مِنْ بَعْضٍ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِلَزْقِ الْقَدَمِ وَضْعُ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرىٰ اَوِالضَّغْطُ عَلَيْهَا لِيَتِمَّ اَوْ يَشْتَدُّ الْاِ لْتِصَاقُ فَاِنَّ هٰذِهِ الْحَرَكَةَ تُذْهِبُ خُشُوْعَ الْمُصَلِّيْ وَتُضَايِقُهٗ وَالْمُبَالَغَةُ فِيْ ذٰلِكَ تُؤَدِّيْ اِلٰى نُفُوْرٍ وَغَضَبٍ جَاءَ فِيْ فِقْهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ اَنَّهٗ يُسَنُّ تَفْرِيْجُ الْقَدَمَيْنِ حَالَ الْقِيَامِ بِحَيْثُ لَايَقْرِنُ بَيْنَهُمَا وَلَا يُوَسِّعُ اِلَّا بِعُذْرٍ كَسِمْنٍ وَنَحْوِهٖ وَقَدْ اُخْتُلِفَ فِيْ تَقْدِيْرِهٖ فِيْ الْمَذَاهِبِ

فَالْحَنْفِيَّةُ قَدَّرُوْا التَّفْرِيْجَ بَيْنَهُمَا بِقَدْرِ اَرْبَعِ اَصَابِعَ وَالشَّافِعِيَّةُ قَدَّرُوْهُ بِقَدْرِ شِبْرٍ وَيُكْرَهُ اَنْ يَّقْرِنَ بَيْنَهُمَا اَوْيُوَسِّعَ اَكْثَرَمِنْ ذَالِكَ وَالْمَالِكِيَّةُ قَالُوْا اِنَّ التَّفْرِيْجَ مَنْدُوْبٌ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بِحَالَةٍ مُتَوَسِّطَةٍ بِحَيْثُ لَا يَضُمُّهُمَا وَلَايُوَسِّعُهُمَا كَثِيْرًا حَتّٰى يَتَفَاحَشَ عُرْفًا وَوَافَقَهُمُ الْحَنَابِلَةُ عَلٰى هٰذَا التَّقْدِيْرِ "(فتاوی الازہر ج۹ص۱۰۸)

ترجمہ: نماز میں صفوں کو برابر کرنا مستحب ہے نبی کریم ﷺ نے اس کی بہت ترغیب دی ہے، اسی طرح خالی جگہوں کو پر کر کے نمازی اور اس کے پڑوسی کے درمیان فاصلہ کم کرنا مستحب ہے اور یہ حکم حضرت انس وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں وارد ہے، ان اشارات کے ساتھ دو امر مطلوب ہیں۔

①......صف کو برابر کرنا بایں صورت کہ کندھے اور قدم ایک ہی خط پر برابر ہوں۔

②......خالی جگہوں کو پُر کرنا اور نمازی اور اس کے ساتھ والے نمازی بھائی کے درمیان فاصلہ کا نہ ہونا یہی ہے تراص (مل کر کھڑا ہونا) اور یہ تب ہوسکتا ہے جب کندھے اور قدم قریب قریب ہوں اور قدموں کے ملانے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے پاؤں کو دوسرے کے پاؤں پر رکھ کر دبانا تاکہ پاؤں پورے طور پر مل جائیں کیونکہ یہ حرکت نماز کے خشوع وخضوع کو ختم کر کے اس کو تنگی میں ڈالدے گی اور پاؤں کے ملانے میں مبالغہ کرنا نفرت اور غصہ کو جنم دیتا ہے، چاروں مذاہب فقہ میں ہے کہ قیام کی حالت میں پاؤں کے درمیان کشادگی کرنا مسنون ہے اور یہ کشادگی اس طور پر ہو کہ پاؤں کو نہ زیادہ ملایا جائے اور نہ زیادہ پھیلایا جائے الا یہ کہ عذر ہو جیسے موٹاپا وغیرہ پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار میں مذاہب اربعہ میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک فاصلہ کی مقدار چار انگشت ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بالشت ہے اور شافعیہ کے نزدیک پاؤں کو ملا دینا یا اس سے زیادہ کشادہ کرنا مکروہ ہے اور مالکیہ وحنبلیہ کے نزدیک پاؤں کے درمیان متوسط درجہ کی کشادگی کرنا مستحب

ہے اس طور پر کہ پاؤں کو نہ زیادہ ملائے اور نہ ان کو اتنا زیادہ کشادہ کرے کہ عرف میں اتنی کشادگی بہت قبیح اور بری محسوس ہوتی ہو (اور درمیانہ درجہ کی کشادگی ایک بالشت ہے)۔

فائدہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں مذاہب میں نماز کے اندر پاؤں کے درمیان فاصلہ کی کم از کم مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے زیادہ مقدار ایک بالشت ہے اور جس مسئلہ پر مذاہب اربعہ متفق ہوں وہ مسئلہ اجماعی شمار ہوتا ہے، لہٰذا مندرجہ ذیل امور پر امت کا اجماع ہے ① قیام میں اپنے دونوں پاؤں کو ملا دینا یا چار انگشت سے کم فاصلہ رکھنا مکروہ ہے، اور احادیث میں پاؤں کے ملانے سے دونوں پاؤں کو قریب اور برابر کرنا مراد ہے ② قیام میں ایک بالشت سے زیادہ فاصلہ کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

حوالہ نمبر ۴: (فتاوی علماء حدیث ج ۳ ص ۲۱، فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۶۵/ فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۵۳۹)

غیر مقلدین کے محدث مولانا عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں دائیں بائیں پھیلاتے ہیں پھر سجدہ میں ملاتے ہیں اس حرکت پر مولانا عبداللہ روپڑی تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر اٹھ کر ملائے جاتے ہیں جیسے جاہلوں کی عادت ہے ایسا جدا کرنا اور ملانا ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلاوجہ پاؤں کو ادھر اُدھر کرنا ناجائز ہے بلکہ تمام نماز میں پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔

امر چہارم:

بحالت قیام پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مذکورہ بالا مقدار جو چار انگشت سے ایک بالشت تک ہے اس میں امام، مقتدی اور منفرد کے لیے ایک حکم ہے یا فرق ہے؟، یا یوں کہہ لیجئے کہ نماز باجماعت اور انفرادی نماز میں پاؤں کے درمیان فاصلہ کے اعتبار سے فرق ہے یا نہیں؟، اس کا جواب کراماتی حافظہ کے حامل شخصیت محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی زبانی ملاحظہ کیجئے، علامہ انور شاہ رحمہ اللہ حنفی مذہب کے مطابق پاؤں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ اور شافعی مذہب کے مطابق ایک بالشت کا فاصلہ بتا کر آگے فرماتے ہیں۔

"وَلَمْ اَجِدْ عِنْدَ السَّلَفِ فَرْقًا بَيْنَ حَالِ الْجَمَاعَةِ وَالْاِ نْفِرَادِ فِیْ حَقِّ الْفَصْلِ بِاَنْ كَانُوْا يَفْصِلُوْنَ بَيْنَ قَدَمَيْهِمْ فِی الْجَمَاعَةِ اَزْيَدَ مِنْ حَالِ الْاِنْفِرَادِ وَهٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ اَوْجَدَهَا غَيْرُ الْمُقَلِّدِيْنَ فَقَطْ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ اِلَّالَفْظُ الْاِلْزَاقِ...... ثُمَّ اِنَّ الْاَمْرَ لَايَنْفَصِلُ قَطُّ اِلَّا بِالتَّعَامُلِ وَفِیْ مَسَائِلِ التَّعَامُلِ لَايُؤْخَذُ بِالْاَلْفَاظِ...... وَلَيْسَ الطَّرِيْقُ اَنْ يُّبْنٰى الدِّيْنُ عَلٰى كُلِّ لَفْظٍ جَدِيْدٍ بِدُوْنِ النَّظْرِ اِلَى التَّعَامُلِ، وَمَنْ يَّفْعَلُ ذَالِكَ لَايَثْبُتُ قَدَمُهٗ فِیْ مَوْضِعٍ وَيَخْتَرِ عُ كُلَّ يَوْمٍ مَسْاَلَةً فَاِنَّ تَوَسُّعَ الرُّوَاةِ مَعْلُوْمٌ وَاِخْتِلَافُ الْعِبَارَاتِ وَالتَّعْبِيْرَاتِ غَيْرُ خَفِيٍّ...... فَلَا بُدَّ اَنْ يُّرَاعٰى مَعَ الْاِسْنَادِ التَّعَامُلُ اَيْضًا فَاِنَّ الشَّرْعَ يَدُرُّوْعَلَى التَّعَامُلِ وَالتَّوَارُثِ، وَالْحَاصِلُ اَنَّا لَمَّالَمْ نَجِدِ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ يُفَرِّقُوْنَ فِیْ قِيَامِهِمْ بَيْنَ الْجَمَاعَةِ وَالْاِنْفَرَادِ عَلِمْنَا اَنَّهٗ لَمْ يُرِدْ بِقَوْلِهٖ اِلْزَاقُ الْمَنْكِبِ اِلَّا التَّرَاصُّ وَتَرْكُ الْفُرْجَةِ ثُمَّ فَكِّرْ فِیْ نَفْسِكَ وَلَا تَعْجَلْ اَنَّهٗ هَلْ يُمْكِنُ اِلْزَاقُ الْمَنْكِبِ مَعَ اِلْزَاقِ الْقَدَمِ اِلَّا بَعْدَ مُمَارَسَةٍ شَاقَّةٍ وَلَا يُمْكِنُ بَعْدَهٗ اَيْضًا فَهُوَ اِذَنْ مِنْ مُّخْتَرَ عَاتِهِمْ لَا اَثَرَلَهٗ فِیْ

السَّلَفِ"(فیض الباری ج ۲ص ۲۳۷)

ترجمہ: پاؤں کے درمیان فاصلہ کے اعتبار سے میں نے سلف میں جماعت اور غیر جماعت کا کوئی فرق نہیں پایا کہ وہ انفرادی نماز سے جماعت میں پاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ کرتے ہوں، فقط غیر مقلدین نے یہ مسئلہ ایجاد کیا ہے کہ انفرادی نماز سے نماز باجماعت میں پاؤں کے درمیان فاصلہ زیادہ کرتے ہیں، اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، البتہ ان کے پاس لفظ الالزاق ہے (جس کا معنی ہے ملانا چمٹانا) اور قاعدہ یہ ہے کہ عملی مسائل میں فقط الفاظ نہیں لئے جاتے بلکہ الفاظ کے ساتھ امت کا تعامل بھی دیکھا جاتا ہے، اور تعامل کا لحاظ کئے بغیر محض الفاظ سے شرعی حکم واضح ہوتا بھی نہیں۔

یہ کوئی طریقہ نہیں کہ تعامل کو نظر انداز کر کے ہر نئے لفظ اور نئی تعبیر پر دین کا مدار رکھ دیا جائے اور جو آدمی ایسا کرے گا وہ ایک جگہ میں ثابت قدم نہیں رہے گا بلکہ وہ ہر روز ایک نیا مسئلہ اختراع کرے گا، کیونکہ احادیث کے مفہوم کو ادا کرنے میں الفاظ کے اعتبار سے روایۃ حدیث میں جو توسع ہے وہ سب کو معلوم ہے اور ایک معنی کے ادا کرنے میں رویۃ کے درمیان عبارات اور تعبیرات کا اختلاف بھی مخفی نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ الفاظ حدیث کے ساتھ تعامل کا بھی اعتبار کیا جائے، کیونکہ شریعت کا دارومدار تعامل اور توارث پر ہے (اور زیر بحث مسئلہ میں ہم جب لفظ الالزاق کے ساتھ تعامل کو لیتے ہیں تو) ہمیں کوئی صحابی اور کوئی تابعی ایسا نہیں ملا جو بحالت قیام پاؤں کے درمیان مقدار فاصلہ میں جماعت اور انفرادی نماز میں فرق کرتا ہو اس سے ہمیں پتہ چل گیا کہ الزاق المنکب (کندھا ملانا) سے کندھے کو بالکل ملا دینا اور چپکا دینا مراد نہیں بلکہ قریب کرنا اور خالی جگہ نہ رکھنا مراد ہے۔

پھر ذرا اپنے دل میں سوچئے اور جلد بازی نہ کیجئے کیا آپس میں پاؤں ملا دینے کے بعد بغیر سخت محنت اور بغیر مشق کے کندھوں کو ملانا ممکن ہے؟، بلکہ سخت محنت و مشق کے بعد بھی ناممکن ہے (کیونکہ پاؤں ملانے کے لیے ان کو دائیں بائیں زیادہ پھیلانا پڑتا ہے

جس سے کندھوں کے درمیان اچھا خاصہ فاصلہ بڑھ جاتا ہے،اس لئے الزاق کا معنی ملا اور چپکا دینا نہیں بلکہ قریب اور برابر کرنا مراد ہے)لہذا جماعت میں پاؤں زیادہ پھیلا کر ان کو آپس میں ملا دینا اور انفرادی نماز میں فاصلہ کم کرنا یہ ان لوگوں کی اپنی اختراع ہے سلف کے تعامل میں کہیں اس فرق کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔

امر پنجم:

نماز میں بحالت قیام پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک فاصلہ کرنے میں مرد وعورت برابر ہیں یا ان میں فرق ہے؟،احناف کا جواب یہ ہے کہ اس حکم میں مرد وعورت برابر نہیں بلکہ فرق ہے کہ مرد قیام میں اپنے پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک حسب طبیعت فاصلہ کرے گا اس کے لیے اس سے کم یا زیادہ فاصلہ کرنا مکروہ ہے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے تو دونوں پاؤں کو بالکل ملا دینا اور بھی زیادہ مکروہ ہوگا لیکن عورت کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ وہ قیام کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے،مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ بحالت قیام مرد وعورت پاؤں پھیلانے میں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں پس ان کے نزدیک جس طرح قیام میں مرد کے لیے پاؤں پھیلانا سنت ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی قیام میں اتنے ہی پاؤں پھیلانا سنت ہے مگر انکا یہ نظریہ از روئے شریعت باطل ہے۔

دراصل نماز میں بحالت قیام مرد وعورت کے قدموں کے درمیان فاصلہ کے بارے کوئی صریح حدیث موجود نہیں ہے، البتہ فقہاء کرام نے مختلف احادیث سے مرد وعورت کے حکم کا استنباط کیا ہے، چنانچہ صفوف نماز اور خشوع نماز کے متعلق جو احادیث موجود ہیں ان سے مرد کے قدموں کے درمیان فاصلہ اور مقدار فاصلہ کا استنباط کیا ہے احادیث میں نمازیوں کو حکم ہے کہ وہ صف میں ایک دوسرے کیساتھ ٹخنے، گھٹنے، کندھے، اور گردنیں ملا کر کھڑے ہوں، یہاں ٹخنہ سے قدم مراد ہے اور ملانے سے مراد ہے قدم کو قدم

کے قریب اور برابر کرنا جیسے اردو محاورہ ہے قدم کیساتھ قدم ملا کر چلنا یعنی قدموں کو برابر کر کے چلنا خلاصہ یہ کہ ہر نمازی کے دونوں قدم اپنے دائیں بائیں نمازی کے قدم کے قریب اور برابر ہوں اور احادیث میں کندھوں کو قریب اور برابر کرنے کا حکم بھی ہے اب اگر اپنے دونوں پاؤں زیادہ پھیلا کر اپنے دائیں بائیں نمازی کے پاؤں کیساتھ اپنے پاؤں لگائیں گے تو پاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے کندھوں کے درمیان فاصلہ اور دوری زیادہ ہو جائیگی اس سے ایک تکبرانہ کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے جو نماز کے خشوع وخضوع کے خلاف ہے اور اگر قیام میں پہلے کندھوں کو قریب کر کے اس کے بعد بغیر تکلف کے طبعی حالت پر پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک فاصلہ رکھا جائے تو نمازیوں کے پاؤں بھی قریب ہو جاتے ہیں اور ہر نمازی کے اپنے پاؤں کے درمیان فاصلہ بھی متوسط درجہ کا ہوتا ہے، نیز اس کیفیت میں خشوع وخضوع بھی زیادہ پایا جاتا ہے اور کندھے بھی قریب قریب ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح عورت کے قدموں کے درمیان کی کیفیت بھی صراحتاً حدیث میں مذکور نہیں لیکن حنفی فقہاء نے عورت سے متعلقہ احکام شریعت اور چند احادیث سے عورت کے لیے بحالت قیام پاؤں ملانے والی کیفیت کا استنباط کیا ہے اس کی مختصر وضاحت یہ ہے۔

①...... مقدمہ میں امر اول کے عنوان کے تحت عورتوں سے متعلقہ چوبیس (۲۴) احکام شرع کا ذکر ہوا ہے ان سب کی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

②...... مرد و عورت کی نماز کے فرق پر مذاہب اربعہ کی معتبر کتب سے سو (۱۰۰) نقول پیش کی ہیں ان سب میں اصل بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

③...... غیر مقلدین کی فقہ سے مرد و عورت کے فرق پر پانچ (۵) نقول پیش کی ہیں ان میں بھی بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

④...... عورتوں کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت چھاتی تک ہاتھ اٹھانے پر آٹھ (۸) احادیث وآثار پیش کئے ہیں اس میں بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

۵...... رکوع وسجود میں عورت کے سمٹ کر رکوع وسجود کرنے پر چودہ (۱۴) احادیث وآثار پیش کئے ہیں بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

۶...... قعدہ میں عورت کے تورک کرنے پر سترہ (۱۷) احادیث وآثار نقل کئے ہیں بنیاد عورت کے لیے ستر بدن ہے۔

۷...... متعدد اہل علم محققین نے صراحت کی ہے کہ عورت اپنے تمام احوال نماز میں جسم کو سمٹا اور سکڑا ہوا رکھے، چنانچہ شرح الاقناع میں ہے کہ عورت مرد کی طرح ہے" اِلَّا اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِيْ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَجَمِيْعِ اَحْوَالِ الصَّلٰوةِ" بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۹)

نیز ملاحظہ کیجئے (الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ ج ۱ ص ۷۳/ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۴۸/ بلغۃ السالک ج ۱ ص ۲۱۸/ فقہ العبادات مالکی ج ۱ ص ۱۶۵/ شرح شروط الصلوۃ وارکانہا محمد بن عبد الوہاب ج ۱ ص ۳۸/ الفقہ الاسلامی وادلۃ ج ۲ ص ۸۲/ اس کی بنیاد بھی عورت کا ستر بدن ہے)۔

جب عورت کے احکام نماز وغیرہ کی بنیاد دراصل "عورت کے لیے ستر بدن" ہے تو عورت کی جو کیفیت نماز صراحتاً حدیث میں مذکور نہیں اس میں اسی ستر بدن والے اصول کو بنیاد بنا کر عورت کے لیے وہ کیفیت متعین کی جائے گی اور اسی کو عورت کے حق میں مطلوب شرعی قرار دیا جائے گا جس میں اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر بدن ہو زیر بحث مسئلہ میں بحالت قیام عورت کے لیے پاؤں کی کیفیت کا کسی حدیث میں بھی صراحتاً ذکر نہیں، اندریں حالت دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت، مردوں کی طرح پاؤں کو پھیلائے اور پاؤں کے درمیان فاصلہ کرے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت قیام کے وقت اپنے قدموں کو ملا کر کھڑی ہو پہلی صورت میں عورت کے لیے کشف بدن ہے جبکہ دوسری صورت میں ستر بدن ہے، پس عورت کے لیے ستر بدن والے اصل شرعی کا تقاضا ہے کہ عورت نماز کے اندر

بحالت قیام اپنے قدموں کو ملا کر کھڑی ہو۔

میرے بھی پانچ سوال ہیں:

غیر مقلدین کے نزدیک دین میں خود نبی کی رائے بھی حجت نہیں اپنے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے پانچ سوالات کا جواب دیں۔

①...... غیر مقلدین کے نزدیک الزاق سے مراد ہے نماز میں ٹخنوں، گھٹنوں اور کندھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا اور لگا دینا اس پر صحیح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

②...... نمازیوں کے ٹخنے ملے ہوئے ہوں اور کندھوں کے درمیان فاصلہ ہو اس پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

③...... ہر نمازی کے اپنے پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟، صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے جواب دیں۔

④...... نماز با جماعت میں اپنے پاؤں کے درمیان فاصلہ زیادہ کرنا اور انفرادی نماز میں فاصلہ کم کرنا، اس فرق پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

⑤...... پاؤں پھیلانے کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے اس پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں، ورنہ اقرار کرلیں کہ ہم اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، احناف اپنے امام کی اجتہادی رائے پر عمل کریں تو وہ اہل رائے بن جائیں اور غیر مقلدین اپنی رائے پر عمل کریں پھر بھی اہل حدیث؟۔

؎ مئے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیز گاریاں نہ گئیں

؎ شب کو مئے خوب سی پی، صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی

مردوعورت کی نماز کے فرق پر تقابلی خاکہ:

عورت کے لیے نماز میں متعدد ایسی کیفیات ہیں جن کا اثباتاً یا نفیاً احادیث مبارکہ میں کوئی ذکر نہیں البتہ فقہاء کرام نے ''عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے'' کے شرعی اصول کی بنیاد پر ان کیفیات کا تعین کر کے منشاء شریعت کو پورا کیا ہے، اور جب عورتوں کی ان کیفیات نماز میں ستر بدن مطلوب شرعی ہے اور یہی ان کی بنیاد ہے تو عورتوں کی ان کیفیات کا مردوں کی کیفیات سے مختلف ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے، مردوعورت کی نماز میں فرق کے سلسلہ میں متنازع مسائل کے تفصیلی جائزہ کے بعد آگے مردوعورت کی نماز میں منصوص وغیر منصوص دونوں قسم کے فروق کا ایک اجمالی تقابلی خاکہ پیش خدمت ہے، اس کا ماخذ دو کتابیں ہیں ایک السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ جس میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے مختلف کتب فقہ کے حوالہ سے متعدد فروق جمع کئے ہیں دوسری کتاب عمدۃ الفقہ مولفہ السید حضرت مولانا زوار حسین شاہ صاحب، یہ یادرہے کہ احادیث میں جو عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ سمٹ کر نماز پڑھیں، یہ فروق دراصل اسی سمٹنے اور سکڑنے کی تفصیل ہے اور اصول شریعت کی روشنی میں اس سوال کا جواب ہے کہ عورت نماز میں کیسے سمٹے اور کیسے سکڑے؟۔

ضروری نوٹ:

اس نقشہ میں راقم الحروف نے ایک خانہ غیر مقلدین کے لیے خالی چھوڑ دیا ہے تاکہ جس فرق پر ان کو اعتراض ہو وہ اس فرق کیلئے نیچے دیئے گئے خالی خانہ میں ایسی صریح مرفوع متصل حدیث تحریر فرمادیں جس میں صراحت ہو کہ اس کیفیت میں مردوعورت برابر ہیں اس میں مردوعورت کے لحاظ سے فرق کرنا غلط ہے، ہمارا وعدہ ہے کہ مطلوبہ حدیث

سامنے آ جانے کے بعد ہم اپنی کتاب سے حرف غلط کی طرح اس فرق کو ختم کر دیں گے اور غیر مقلدین کا شکریہ بھی ادا کریں گے بشرطیکہ اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے حدیث میں شامل کر کے اس پر خالص حدیث رسول ﷺ کا لیبل لگا کر نہ دھوکہ دیں اور نہ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولیں ورنہ وہ فرق جوں کا توں باقی رہے گا اور غیر مقلدین کذب علی النبی (ﷺ) اور دھوکہ دہی کے ڈبل مجرم بھی ہو نگے ، غیر مقلدین کی رائے کے مقابلہ میں مسلمہ مجتہدین وفقہاء کی رائے ہزاروں درجے بہتر ہے۔

تکبیر تحریمہ:

مرد کا طریقہ نماز	عورت کا طریقہ نماز
① مرد تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں	① عورت تکبیر تحریمہ کے وقت اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں پستانوں کے برابر اور انگلیاں کندھوں کے برابر ہوں
② مرد تکبیر تحریمہ کے وقت چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر رفع یدین کرے ہاں اگر عذر ہو تو پھر باہر نہ نکالے۔	② عورت تکبیر تحریمہ کے وقت چادر، دوپٹہ وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالے بلکہ چادر وغیرہ کے اندر رفع یدین کرے۔
③ مرد تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو طبعی حالت پر چھوڑ دے تکلف کر کے نہ کشادہ کرے اور نہ ملائے۔	③ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو ملائے۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

قیام:

④ مرد قیام میں دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر رکھ کر انگوٹھے اور چھنگلی کا حلقہ بنا کر پونچے کو پکڑے اور تین انگلیوں کو کلائی پر رکھے۔	④ عورت قیام میں دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں ملا کر دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر رکھدے نہ حلقہ بنائے نہ پونچے کو پکڑے بلکہ پانچ انگلیاں سیدھی رکھدے۔
⑤ مرد قیام میں ہاتھ ناف کے نیچے متصل باندھے۔	⑤ عورت قیام میں ہاتھ پستانوں کے نیچے باندھے۔
⑥ مرد قیام میں اپنے پاؤں کے درمیان چار انگشت سے ایک بالشت تک طبعی فاصلہ رکھے۔	⑥ عورت قیام میں اپنے دونوں پاؤں کو ملائے۔
⑦ مرد قیام میں بازو اور کہنیاں نہ سکیڑے بلکہ کشادہ کرے۔	⑦ عورت قیام میں بازو اور کہنیاں سکیڑے۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

قراءۃ:

⑧ مرد اکیلا ہو تو جہری نماز میں اس کے لیے جہراً قراءۃ کرنا افضل ہے واجب نہیں۔	⑧ منفرد عورت کے لیے جہری نماز میں قراءۃ جہراً کرنا مکروہ ہے۔
⑨ مرد امام ہو تو جہری نماز میں جہر کرنا اس پر واجب ہو۔	⑨ عورت امام ہو تو اس کی جماعت اور قراءۃ جہراً مکروہ تنزیہی ہے۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

رکوع:

مرد	عورت
(۱۰) مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ ہتھیلیوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھدے اور انگلیاں گھٹنوں سے نیچے ہوں۔	(۱۰) عورت رکوع میں اتنی جھکے کہ ہتھیلیاں رانوں پراور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر ہوں۔
(۱۱) مرد رکوع میں اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں پر ٹیک لگائے۔	(۱۱) عورت رکوع میں اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں پر ٹیک نہ لگائے۔
(۱۲) مرد رکوع میں اپنی انگلیوں کو کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑے۔	(۱۲) عورت رکوع میں انگلیوں کو نہ کشادہ کرے نہ گھٹنوں پکڑے بلکہ ملا کر رانوں پر رکھے۔
(۱۳) مرد رکوع میں بازو اور کہنیاں اپنے پہلو سے جدا رکھے۔	(۱۳) عورت رکوع میں سر کو ذرا اونچا رکھے سرین کے برابر نہ کرے۔
(۱۴) مرد رکوع میں سر اور سرین کو برابر کرے۔	(۱۴) عورت رکوع میں سر کو ذرا اونچا رکھے سرین کے برابر نہ کرے۔
(۱۵) مرد رکوع میں اپنی کمر کو ہموار اور برابر رکھے۔	(۱۵) عورت رکوع میں کمر کو برابر نہ کرے بلکہ ڈھلوان کی شکل میں ہو۔
(۱۶) مرد رکوع میں گھٹنے، پنڈلیاں اور رانیں بالکل سیدھی کرے۔	(۱۶) عورت رکوع میں گھٹنوں کو تھوڑا سا خم دے سیدھے نہ کرے۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

سجدہ رحمۃ اللہ علیہ

مرد	عورت
⑰ مرد سجدہ کے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ رکھ کر سجدہ کرے۔	⑰ عورت سجدہ کے وقت پہلے بیٹھ کر دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھ جائے پھر سجدہ کرے۔
⑱ مرد سجدہ میں اپنا سر گھٹنوں سے دور زمین پر رکھے۔	⑱ عورت سجدہ میں اپنا سر گھٹنوں کے قریب زمین پر رکھے۔
⑲ مرد سجدہ میں اپنے بازو پہلو اور بغلوں سے دور رکھے اور بغلوں کو ظاہر کرے۔	⑲ عورت سجدہ میں اپنے بازوں کو بغلوں سے ملائے اور بغلوں کو چھپائے۔
⑳ مرد سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے۔	⑳ عورت سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھائے۔
㉑ مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھے۔	㉑ عورت سجدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال لے۔
㉒ مرد سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرے۔	㉒ عورت سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ نہیں کرے گی۔
㉓ مرد سجدہ میں اپنی پنڈلیوں اور رانوں کو برابر رکھے۔	㉓ عورت دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی کے اوپر رکھے اور رانوں کو برابر نہ کرے۔
㉔ مرد سجدہ میں سرینوں کو اوپر اٹھائے۔	㉔ عورت سجدہ میں سرینوں کو مردوں کی طرح اوپر نہ اٹھائے۔
㉕ مرد سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے، رانوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو زمین سے جدا رکھے۔	㉕ عورت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ اور پنڈلیوں کو زمین کے ساتھ ملا دے۔

مرد	عورت
㉖ مرد دو سجدوں کے درمیان دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے بچھا کر اس پر بیٹھے۔	㉖ عورت دونوں پاؤں کو دائیں جانب باہر نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔
㉗ مرد سجدہ سے اپنے قدموں کے سینہ کے بل کھڑا ہوگا۔	㉗ عورت سجدہ سے اٹھ کر پہلے بیٹھ جائے اور قدم سیدھے کر کے بعد میں کھڑی ہو۔
㉘ مرد سجدہ میں حسب طبیعت جسم کو کشادہ رکھے۔	㉘ عورت سجدہ میں حسب استطاعت جسم کو سمیٹے اور سکڑے۔
㉙ مرد سجدہ میں پاؤں، پنڈلیاں، کمر، کندھے، سیدھے رکھے دائیں یا بائیں طرف مائل نہ ہوں۔	(۲۹) عورت سجدہ میں پاؤں دائیں طرف باہر نکال کر قدرے بائیں طرف مائل ہو کر سجدہ کرے گی۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

قعدہ:

مرد	عورت
㉚ مرد قعدہ میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو سرینوں کے نیچے کر کے اس پر بیٹھے یعنی افتراش کرے۔	㉚ عورت دونوں پاؤں دائیں طرف باہر نکال کر بائیں سرین کے اوپر بیٹھے۔
㉛ مرد قعدہ میں دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے۔	㉛ عورت قعدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ نہیں کرے گی۔
㉜ مرد قعدہ میں ہاتھ کی انگلیوں کو طبعی حالت پر رکھے نہ ملائے اور نہ کشادہ کرے۔	㉜ عورت اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملائے۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

جماعت:

مرد	عورت
۳۳ مرد کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا افضل اور بلاعذر گھر میں پڑھنا مکروہ۔	۳۳ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل مسجد میں جا کر پڑھنا مکروہ۔
۳۴ مرد پر مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہے۔	۳۴ عورت کا گھر میں انفرادا نماز پڑھنا افضل، گھر یا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ۔
۳۵ مرد کے لیے اگلی صف بہتر اور پچھلی صف کمتر۔	۳۵ عوت کے لیے پچھلی صف بہتر اور اگلی صف کمتر۔
۳۶ مردوں کی صف، بچوں سے آگے ہو۔	۳۶ عورتوں کی صف بچوں سے پیچھے ہو۔
۳۷ مرد کا صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۳۷ عورت کا صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔
۳۸ مرد اپنے امام کو سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دے۔	۳۸ عورت زبان کیساتھ لقمہ نہ دے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے۔
۳۹ مرد سجود میں عورتوں سے پہلے سر اٹھائیں۔	۳۹ عورتیں سجود میں مردوں کے بعد سر اٹھائیں۔
۴۰ مرد مؤذن اور مکبر بن سکتا ہے۔	۴۰ عورت مؤذن اور مکبر نہیں بن سکتی۔
۴۱ مرد امام کے لیے سنت یہ ہے کہ آگے کھڑا ہو۔	۴۱ عورت امام ہو تو وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو۔
۴۲ مردوں کی جماعت کے لیے اذان واقامت کہنا سنت ہے۔	۴۲ عورتوں کی جماعت کے لیے اذان واقامت کہنا خلاف سنت ہے۔

⑭ مرد، عورتوں اور مردوں دونوں کا امام بن سکتا ہے۔	⑭ عورت، مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔
خالی خانہ برائے غیر مقلدین	

''مردوعورت کی نماز میں فرق متفقہ مسائل کی روشنی میں'' کے عنوان کے تحت گذشتہ صفحات میں کچھ فروق ذکر کئے ہیں ان کو بھی دیکھ لیجئے اور مزید فرق معلوم کرنے کے لیے عمدۃ الفقہ جلداول کا مطالعہ کیجئے!۔

اعتراض:

حدیث شریف میں ہے'' صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ''(تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے) یہ حکم مردوزن سب کو شامل ہے، جب مردوں اور عورتوں کو حکم ہے، وہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھیں تو مردوعورت کی نماز ایک جیسی ہوئی اس لیے مردوعورت کی نماز میں فرق کرنا غلط ہے کہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

تمہید برائے جواب:

بعض دفعہ ایک بات مکمل ہوتی ہے اور صحیح ہوتی ہے لیکن جب اس کے سیاق وسباق کو چھوڑ کر اور سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک جملہ الگ کر لیا جائے تو بات کچھ کی کچھ بن جاتی ہے، مثلاً خالد کہتا ہے'' میں اللہ کو عیسیٰ کا باپ نہیں مانتا'' بات بالکل صحیح ہے لیکن اس سے اگر کوئی آدمی درمیان سے'' عیسیٰ کا باپ'' ہٹا کر جملہ یوں بنا دے'' میں اللہ کو نہیں مانتا'' پھر پروپیگنڈا شروع کردے کہ خالد خدا کا منکر ہے اور کافر ہے تو بہت بڑا دھوکہ جھوٹ اور بہتان ہے، یا خالد کہتا ہے میں عیسیٰ کو آخری نبی نہیں مانتا یہ بات بالکل صحیح ہے لیکن ایک آدمی اس میں سے'' آخری'' لفظ چھوڑ کر یوں جملہ نقل کرتا ہے کہ میں عیسیٰ کو نبی نہیں مانتا، پھر خالد

پر کفر کا فتوی داغ دیتا ہے کہ یہ کافر ہے کیونکہ یہ عیسیٰ کو نبی نہیں مانتا تو یہ دھوکہ اور جھوٹ ہے، خالد تو کہتا ہے میں عیسیٰ کو آخری نبی نہیں مانتا یہ سچ ہے، اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔

ایک عیسائی نے دعوی کیا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ اللہ عیسیٰ بن مریم ہے، اس نے چھٹے پارے سے یہ الفاظ پڑھے" إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ "بے شک اللہ عیسیٰ بن مریم ہے، جاہل اور کچے عقیدے والے مسلمان سن کر بڑے پریشان ہو گئے اتنے میں ایک عالم کھڑا ہوا اور اس نے کہا ذرا اس کا سیاق وسباق بھی دیکھو اس سے پہلے ہے" لَقَدْ كَفَرَ "یعنی البتہ پکی بات ہے کہ وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عیسیٰ بن مریم ہے اور اس میں بھی الوہیت عیسی کی تردید ہے" قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا الخ "لیکن اس نے جاہل لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے سیاق وسباق کو چھوڑ کر ایک جملہ نقل کر دیا ان تینوں مثالوں میں پوری بات سے کانٹ چھانٹ اور قطع وبرید کر کے جو جملے الگ نقل کئے گئے وہ اس کلام میں موجود ہیں لیکن جب کتر وبیونت اور قطع وبرید کر کے اپنے جھوٹ کو ان جملوں کے پردے میں پیش کیا گیا تو بات کتنی بدل گئی کہ جو ایمان والی بات تھی وہ کفر بن گئی، غیر مقلدین مہربانوں نے اس حدیث کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث طویل تھی لیکن غیر مقلدین حضرات نے سیاق وسباق کو چھوڑ کر اس میں سے ایک جملہ الگ کر کے اپنی ذاتی رائے کو اس جملہ کے غلاف میں لپیٹ کر حدیث کا لیبل لگا کر حدیث کے نام سے اپنی ذاتی رائے منوانے کی کوشش کی ہے اور اگر پوری حدیث کو سامنے رکھ کر صلوکما رائیتمونی اصلی کو اس کے سیاق وسباق کے ساتھ ملا کر غور کیا جائے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائیگا۔

پتہ چل جائیگا کہ حدیث کا مفہوم کچھ اور ہے اور غیر مقلدین جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کچھ اور ہے، ذیل میں مختلف کتب حدیث کے حوالہ سے پہلے وہ پوری حدیث ملاحظہ کریں پھر ہم اس میں غور وفکر کرنے کی آپ کو دعوت دیں گے۔

①......السنن الکبریٰ للبیہقی ج ا ص ۳۷۰ اور صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۹۵ میں ہے

" عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ قَالَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ شَبَبَۃٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَہٗ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَحِیْمًا رَقِیْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا اشْتَھَیْنَا اَھْلِیْنَا وَاشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّا تَرَکْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْنَاہُ فَقَالَ اِرْجِعُوْا اِلٰی اَھَالِیْکُمْ فَاَقِیْمُوْا فِیْھِمْ وَعَلِّمُوْھُمْ وَمُرُوْھُمْ وَذَکَرَ اَشْیَاءَ اَحْفَظُھَا وَاَشْیَاءَ لَا اَحْفَظُھَا وَصَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْبَرُکُمْ"

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث فرماتے ہیں ہم نوجوان جو (عمر، علم اور قراءۃ قرآن میں) قریب قریب تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے چونکہ رسول اللہ ﷺ رحم دل اور رقیق القلب تھے جب آپ کو پتہ چلا کہ ہمیں اپنی ازواج واولاد کی طرف خواہش اور شوق ہے تو آپ نے ہم سے ان کے متعلق پوچھا جن کو ہم اپنے بعد چھوڑ کر آئے تھے ہم نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اپنے اہل واولاد کی طرف لوٹ جاؤ ان میں قیام کرو ان کو سکھاؤ اور ان کو حکم دو (ابوقلابہ کہتے ہیں) کہ مالک بن حویرث نے متعدد اشیاء کا ذکر کیا جن میں سے کچھ مجھے یاد ہیں اور کچھ یاد نہیں نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بتایا کہ تم مرد اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے نماز پڑھتے مجھے دیکھا ہے پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

②......(صحیح بخاری ج ا ص ۹۴) "بَابُ اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَاءَۃِ فَلْیَؤُمَّھُمْ اَکْبَرُھُمْ"۔ (الاحکام الشریعۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷) عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ شَبَبَۃٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَہٗ نَحْوًا

مِنْ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَکَانَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم رَحِیْمًا فَقَالَ لَوْرَجَعْتُمْ اِلٰی بِلَادِ کُمْ فَعَلَّمْتُمُوْ هُمْ مُرُوْهُمْ فَلْیُصَلُّوْا بِصَلَاةٍ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا وَصَلٰوةٍ کَذَا فِیْ حِیْنٍ کَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْبَرُکُمْ"

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس راتوں کے قریب ٹھہرے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحم دل تھے اس لیے آپ نے فرمایا اگر تم اپنے علاقے کی طرف لوٹ جاؤ اور تم اپنے اہل کو سکھا چکو تو ان کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اور اس وقت میں پڑھیں پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان کہے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

③...... (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷، ج ۱ ص ۸۸) "بَابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِ اِذَا کَانُوْا جَمَاعَةً، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ قَالَ اَتَیْنَا النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِیْنَ یَوْمًا وَلَیْلَةً وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم رَحِیْمًا رَفِیْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدِاشْتَهَیْنَا اَهْلَنَا وَقَدْ اِشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَکْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ اِرْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِیْکُمْ فَاَقِیْمُوْا فِیْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَکَرَ اَشْیَاءَ اَحْفَظُهَا اَوْلَا اَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْبَرُکُمْ"

ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نوجوان (عمر، علم اور قرأۃ قرآن میں) قریب قریب تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رات ٹھہرے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم دل اور رقیق القلب تھے اس لیے جب

آپ کو پتہ چلا کہ ہمیں اپنے اہل واولاد کی طرف خواہش اور رغبت ہے تو آپ نے ہم سے ان افراد خانہ کا حال پوچھا جن کو ہم اپنے بعد چھوڑ کر آئے تھے ہم نے آپ کو خبر دی تو فرمایا اپنے اہل واولاد کی طرف لوٹ جاؤ ان میں قیام کرو اور ان کو سکھاؤ اور ان کو حکم دو (ابو قلابہ کہتے ہیں) مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے متعدد اشیاء کا ذکر کیا جن میں سے کچھ مجھے یاد ہیں اور کچھ یاد نہیں (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان یہ ذکر کیا کہ) تم مردو یسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے، پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

تشریح حدیث:

صحیح بخاری کے دو عظیم شارح علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

(ا)...... یہاں پر اہل سے مراد ان نوجوانوں کی صرف بیویاں یا بیوی اور بچے دونوں ہیں، چنانچہ عمدۃ القاری ج۵ ص۲۱۰ باب اذا استووا فی القراءۃ میں صراحت ہے "واشتاقوا الی اھلیھم واولادھم" (اور وہ اپنی بیویوں اور اولادوں کی طرف راغب ہو گئے) اور عمدۃ القاری ج۲۰ ص۲۵ کتاب اخبار الاحاد میں ہے "والمراد بالاھل زوجات اواعم عن ذالك" (اور اہل سے مراد بیویاں ہیں یا بیویاں اور بچے مراد ہیں) اور فتح الباری لابن حجر ج۱۳ ص۲۹۳ کتاب اخبار الاحاد میں ہے "والمراد باھل کل منھم زوجتہ اواعم مـــن ذالك" (ان میں سے ہر ایک کے اہل سے مراد اس کی بیوی مراد ہے یا اس سے عام ہے یعنی بیوی اور بچے دونوں۔

(ب)...... "عَلِّمُوْھُمْ" کی علامہ عینی یوں وضاحت کرتے ہیں "علموھم الشرائع" "یعنی اپنی بیویوں اور اولادوں کو شریعت کے احکام ومسائل سکھاؤ (عمدۃ القاری ج۲۵ ص۲۰) مردھم میں مذکر ضمیر غائب نیز حدیث نمبر۲ میں "فلیصلوا" صیغہ مذکر لفظ

اہل کے مذکر ہونیکی وجہ سے ہےاور ان کا مصداق ازواج یا ازواج واولاد دونوں ہیں مطلب یہ کہ ازواج واولاد کو حکم دو کہ وہ فلاں وقت میں نماز اس طرح پڑھا کریں، اور علامہ ابن حجر عسقلانی مروھم (تم مردان ازواج کو حکم دو) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، یہاں پر نبی کریم ﷺ کا فرمان "ان کو حکم کرو" عام ہے یہ ان امور کو بھی شامل ہے جن کے کرنے کا حکم ہےاور ان امور کو بھی شامل ہے جن سے بچنے اور نہ کرنے کا حکم ہے پس مروھم کا لفظ امر اور نہی دونوں کو شامل ہے (فتح الباری ج ۱۳ص ۲۹۳ کتاب اخبار الاحاد) اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان نو جوانوں کو جو مسائل شریعت سکھائے تھےان میں کچھ اوامر تھےاور کچھ نواھی یعنی کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے منع کیا۔

پھر آپ ﷺ نے ان نو جوانوں کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر اپنی ازواج کو وہ دونوں قسم کے مسائل سکھائیں اور ان کو عمل کرنے کا حکم دیں لیکن ان اوامر ونواھی کی، یہاں پر تفصیل موجود نہیں عین ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو عورتوں والی کیفیات کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دیا ہواور مردوں والی کیفیات سے منع کیا ہو۔

(ج)...... حضرت مالک بن حویرث نے اپنے شاگرد ابو قلابہ کو جو مسائل بتائے اور وہ ان کو یاد رہ گئے ان میں سے تین حکم مذکورہ بالا حدیثوں میں مذکور ہیں ان میں سے دو حکم کا تعلق مردوں کے ساتھ ہے ﴿۱﴾ صلوا کما رایتمونی اصلی جیسا کہ حدیث نمبر ۱ اور حدیث نمبر ۳ میں ہے ﴿۲﴾ نماز با جماعت کا حکم چنانچہ مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک آدمی اذان کہےاور جوان میں بڑا ہو وہ امامت کرائے ﴿۳﴾ تیسرے حکم کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ میں ہے "مروھم فلیصلوا بصلوۃ کذا فی حین کذا" "تم نو جوان یعنی مرد حضرات اپنی عورتوں کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اور فلاں وقت میں پڑھیں لیکن ان تینوں حکموں میں اجمال ہے کیونکہ مالک بن حویرث وغیرہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کو بچشم خود دیکھا ہے اس لیے ان کے لیے یہ حکم واضح ہےاور جنہوں نے نہیں دیکھا ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے جس کی ان

کے لیے وضاحت کی ضرورت ہے جو اس حدیث میں مذکور نہیں اسی طرح اذان کون کہے اس کی صفات بھی مذکور نہیں اور امام کی بڑائی کا معیار کیا ہے اس میں کن صفات کا اعتبار ہے یہ بھی مجمل ہے ایسے ہی عورتوں کو جن چیزوں کا حکم دیا گیا اور جن سے روکا گیا خصوصاً نماز کے متعلقہ اوامر ونواہی میں بھی اجمال ہے ان تینوں احکامات کی تفصیل کے لیے دوسری ان احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن میں ان احکامات کی تفصیل ہے۔

جواب نمبر ا:

تشریح حدیث کے بعد اگر اس میں غور کیا جائے تو واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ غیر مقلدین کی یہ رائے کہ اس حدیث میں مردوں اور عورتوں سب کو علی الاطلاق پورے طور پر ایک جیسی نماز پڑھنے کا حکم ہے خود اس حدیث کے لحاظ سے غلط ہے کیونکہ ① صلوا امر کا صیغہ ہے اور اس سے پہلے چار اور بھی امر کے صیغے ہیں ارجعوا (تم لوٹ جاؤ) فاقیموا فیھم (تم ان میں ٹھہر جاؤ) علموھم (تم ان کو سکھاؤ) مروھم (تم ان کو حکم دو) آگے حکم ہے صلوا کما رایتمونی اصلی (تم نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے) اس کے بعد ایک اور حکم ہے "فاذا حضرت الصلوۃ فلیوذن لکم احدکم ولیومکم اکبرکم" ان سات قسم کے احکامات میں سے صلوا سے پہلے والے چار حکموں کے اور صلوا کے بعد اذان وامامت کے دو حکموں کے مخاطب بالاتفاق مرد ہیں لوٹنے کا حکم مردوں کو دیا گیا اہل میں ٹھہرنے کا حکم بھی مردوں کو ہے اہل کو سکھانے کا حکم بھی مردوں کو ہے عمل وطاعت کے حکم کرنے کے مخاطب بھی مرد ہیں، اذان وامامت کا حکم بھی مردوں کو ہے اسی طرح صلوا کما رایتمونی اصلی کا حکم بھی مردوں کو ہے۔

اگر عورتیں بھی صلوا کما رایتمونی اصلی کے حکم میں علی الاطلاق شامل ہیں تو پھر باقی چھ حکموں میں بھی شامل ہونی چاہئیں کیونکہ ان ساتوں حکموں کے مخاطب ایک ہی ہیں تو عورتوں کے کون اہل ہیں جن کی طرف لوٹ کر جائیں گی ان میں ٹھہریں گی ان کو

سکھائیں گی ان کو عمل وطاعت کا حکم کریں گی پھر نماز کے وقت ایک عورت اذان کہے گی اور ان میں جو بڑی عورت ہے وہ امامت کرائے گی اگر صلوا کے حکم میں عورتوں کو شامل کر کے مردوں اور عورتوں کی نماز کو ایک جیسا ثابت کرنا ہے تو پھر صلوا کے سیاق وسباق میں چھ دوسرے احکامات میں بھی عورتوں کو شامل کر کے مردوں اور عورتوں میں برابری ہونی چاہیے۔

کیا اچھا ہو کہ جامع مسجد اہل حدیث میں ایک دن مرد اذان کہے دوسرے دن عورت اذان کہے ایک دن بڑا آدمی امامت کرائے دوسرے دن عورت امامت کرائے اور سب اہلحدیث مردوزن اس کے پیچھے نماز ادا کریں اور ان چھ حکموں میں عورتیں شامل نہیں تو پھر نماز کی مردانہ کیفیات میں بھی عورتیں شامل نہیں دونوں کی کیفیات نماز جدا جدا ہیں جن کی تفصیل دوسری مفصل احادیث میں موجود ہے اور وہ احادیث ماقبل کے تفصیلی جائزہ میں گذر چکی ہیں اس کی تائید فضیلۃ الشیخ المحدث المفسر عطیہ محمد سالم کی تحقیق سے ہوتی ہے، موصوف نے پہلے نماز میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اعضاء کو کشادہ کرنے کا احادیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے پھر دوسرے مرد حضرات کے لیے بھی مجافات (اعضاء کو کشادہ کرنا) کا احادیث سے حکم بیان کیا ہے پھر مجافات کے لزوم پر صلوا کما رایتمونی اصلی سے استدلال کیا ہے اس کے بعد فرمایا" ونبھنا علی ان ھذا بالنسبۃ للرجال دون النساء "(ترجمہ) اور ہم نے اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ نماز میں رکوع وسجود اور دیگر کیفیات نماز میں مجافات کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں، لہذا مجافات والے حکم کے اعتبار سے صلوا کما رایتمونی اصلی کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں اور اس پر بطور قرینہ یزید بن ابی حبیب کی حدیث پیش کی ہے (شرح بلوغ المرام للشیخ عطیہ محمد سالم ج ۶۴ ص ۱۰) یزید بن ابی حبیب کی حدیث مرد وعورت کے رکوع وسجود میں فرق کے تحت تائیدی دلائل میں تیسری دلیل ہے، وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

جواب نمبر۲:

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی پوری حدیث کو مختلف کتب حدیث کے حوالہ سے جب سامنے رکھ کر غور کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس حدیث میں مردوں اور عورتوں کے لیے نماز کا جدا جدا حکم ہے، مردوں کے لیے حکم ہے **صلوا کما رایتمونی اصلی** اور عورتوں کے لیے حکم ہے **مروهم فليصلوا بصلوة كذا** یہ دونوں حکم مجمل ہیں اگر کسی کو کہا جائے کہ جیسے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ویسے نماز پڑھو تو وہ کہے گا کہ میں نے تو دیکھا ہی نہیں تو لامحالہ اس کو مرد کی نماز سے متعلقہ تفصیلی احادیث بتانی پڑیں گی ایسے ہی اگر عورتوں کو کہا جائے کہ ''تم اس طرح نماز پڑھو'' وہ اس طرح کی تفصیل پوچھے گی تو اس کی بھی عورتوں کے طریقہ نماز کے تفصیلی احادیث سنانی پڑیں گی شاید یہ وہی احادیث ہیں جن کو ابو قلابہ بھول گئے تھے ظاہر ہے کہ مردوں کی نماز سے متعلقہ اشیاء تو ان کو یاد رہی ہوں گی لیکن عورتوں سے متعلقہ اشیاء بھول گئی ہوں گی جن کو دوسرے صحابہ و تابعین نے ذکر کیا ہے۔

پس مالک بن حویرث کی مذکورہ بالا حدیث مرد و عورت کی نماز کے فرق کے لیے ایک مختصر و مجمل متن ہے اور گذشتہ ہر ہر مسئلہ میں ہر ایک سے متعلقہ احادیث اس اجمال کی تفصیل ہیں جو آپ حضرات کے سامنے آچکی ہیں، اگر غیر مقلدین اس تفصیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو وہ خود ان دو حکموں کی تفصیل اور ابو قلابہ جن اشیاء کو بھول گئے تھے ان کی تفصیل احادیث کے ساتھ پیش فرمائیں۔

جواب نمبر۳:

''**صلوا کما رایتمونی اصلی**'' کا حکم عورتوں کو علی الاطلاق شامل ہے یہ غیر مقلدین کی ذاتی رائے ہے اور اپنی اس ذاتی رائے کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی ہے ہماری گذارش یہ ہے کہ جب غیر مقلدین کے نزدیک خود پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے بغیر وحی کے حجت نہیں (طریق محمد ص ۵۷، ص ۵۹)۔

تو ان کی اپنی یہ ذاتی رائے کیسے حجت ہوسکتی ہے کیا ان کی ذاتی رائے کو العیاذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی رائے پر فوقیت حاصل ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے تو ان کے نزدیک بغیر وحی کے حجت نہیں بن سکتی لیکن یہ اپنی اس رائے کو حجت بنا کر دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

جواب نمبر۴:

اگر بقول غیر مقلدین" صلوا کما رایتمونی اصلی "کا خاص حکم مرد وزن سب کو علی الاطلاق شامل ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ امتیوں کی رائے ہے یا حدیث رسول ہے؟ اگر امتیوں کی رائے ہے تو اس پر حدیث کا لیبل چسپاں نہ کریں بلکہ صاف اقرار کریں کہ یہ امتیوں کی رائے ہے اور ہم اس کی بنیاد پر مرد وعورت کی نماز کو ایک جیسا کہتے ہیں، اور اگر یہ حدیث رسول ہے تو وہ صحیح صریح حدیث پیش کریں جس میں صلوا کما رایتمونی اصلی والے خاص حکم میں عورتوں کے شامل ہونے کی صراحت ہو۔

جواب نمبر۵:

صلوا عربی گرائمر کے لحاظ سے مذکر صیغہ ہے یعنی اس مذکر صیغہ میں مردوں کو مخاطب بنا کر حکم دیا گیا ہے پس اس کا حقیقی واصلی مصداق مرد ہیں اس لیے اس کا حقیقۃ واصالۃ تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہو اور عورتوں کو شامل نہ ہو، اور اگر صیغہ مذکر کا ہو مگر وہ عورتوں کو بھی شامل ہو یہ تب ہوسکتا ہے کہ جب خاص اس حکم میں عورتوں کے شامل ہونے پر کوئی الگ صریح دلیل موجود ہو جیسے قرآن کریم میں حکم ہے" واقیموا الصلوۃ واتوالزکوۃ' یہ مذکر صیغے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں حکم عورتوں کو شامل نہ ہوں لیکن دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے" واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ" (اور عورتیں نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں) اس صریح دلیل کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ" اقیمو الصلوۃ واتوالذکوۃ" کا حکم عورتوں کو بھی شامل ہے۔

قرآن کریم میں حکم ہے" قاتلوا جاھدوا" وغیرہ یہ سب مذکر صیغے ہیں مذکر صیغوں کے ساتھ جہادوقتال کا حکم دیا گیا ہے چونکہ اس حکم میں عورتوں کے شامل ہونے پر الگ صریح دلیل موجود نہیں اس لیے ہم کہتے ہیں یہ حکم عورتوں کو شامل نہیں پس" صلوا کماریتمونی اصلی" میں مذکر صیغے کے ساتھ حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد اس کیفیت کے ساتھ نماز پڑھیں جس کفیت کے ساتھ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے پس اگر اس حکم میں عورتوں کے شامل ہونے پر کوئی الگ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث موجود ہے تو یہ حکم عورتوں کو شامل ہوگا ورنہ مذکر صیغوں کے ساتھ صادر ہونے والا یہ حکم عورتوں کو شامل نہ ہوگا ظاہر ہے کہ مردانہ طریقہ نماز کا حکم مردوں کو ہی شامل ہوگا عورتوں کو شامل نہ ہوگا اس بات کو ذرا عنوان کی تبدیلی کے ساتھ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مذکر صیغہ صرف مردوں کو شامل ہو یہ حقیقت ہے اور مذکر صیغہ عورتوں کو بھی شامل ہو یہ مجاز ہے اور مجاز کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، حقیقت کے مراد لینے پر دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی پس بغیر صریح دلیل کے عورتوں کو اس حکم میں شامل نہیں کیا جا سکتا، جیسے ایک آدمی تیز مزاج، بدخلق ہے جو ہر ایک سے لڑتا جھگڑتا ہے اور سب کے لیے باعث ایذاء بنا ہوا ہے اس کے آنے پر ایک صاحب نے کہا سانپ آ گیا، سانپ آ گیا یہ سنتے ہی ایک آدمی لاٹھی اٹھا لیتا ہے سانپ کو مارنے کے لیے تو وہ صاحب یہ دیکھ کر وضاحت کر دیتا ہے کہ بھائی سانپ یہ موذی آدمی ہے، سانپ کا حقیقی معنی کاٹنے والا ایک خاص جانور ہے وہ تو بغیر دلیل کے ذہن میں آ گیا لیکن سانپ سے موذی آدمی مراد ہو، یہ مجازی معنی ہے یہ تب سمجھ آیا جب کہنے والے نے وضاحت کی، پس یہ وضاحت دلیل بن گئی مجازی معنی کے مراد ہونے پر اسی طرح صلوا کا حقیقی معنی یہ ہے کہ مرد حضرات اس طرح نماز پڑھیں جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے اور عورتیں بھی اس مذکر صیغے میں شامل ہوں یہ مجازی معنی ہے جو دلیل کا محتاج ہے اور دلیل بھی صریح۔

جواب نمبر٦:

مردوعورت کی نماز کے ایک جیسا ہونے پر" صلو کمارایمتونی اصلی" کی حدیث سے استدلال تین چیزوں پر موقوف ہے ایک یہ کہ یہ حکم عام ہے جو سب مردوں اور عورتوں کو شامل ہے دوسری یہ کہ مالک بن حویرث وغیرہ نے جو رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھی تھی وہ مردوعورت کی نماز ایک جیسی تھی اس میں مردوعورت کا طریقہ نماز یکساں تھا تیسری یہ کہ اس طریقہ پر نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک مردوں اور عورتوں کا دوام رہا کیونکہ دین کے احکام میں رسول اللہ ﷺ کی اخیر زندگی تک تبدیلی ہوتی رہی ہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد نبوی کی آخری نماز میں بھی ایک مسئلہ تبدیل ہوا ہے پہلے حکم یہ تھا کہ اگر امام بوجہ عذر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن اس آخری نماز میں رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس ہی کھڑے ہو کر مکبر بن گئے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پیچھے کھڑے رہے امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے استاذ حمیدی رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے اسی آخری عمل کو معمول بہ بنایا جائے گا (صحیح بخاری ج اص ٩٦)

لہذا اس حدیث سے مطلوبہ دعوی پر استدلال تب ہو سکتا ہے جب یہ تین امور ثابت ہو جائیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں "هٰذَا الْخِطَابُ اِنَّمَا وَقَعَ لِمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ وَاَصْحَابِهٖ بِاَنْ يُّوْقِعُوْا الصَّلٰوةَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ رَاَوْهُ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْهِ نَعَمْ يُشَارِكُهُمْ فِى الْحُكْمِ جَمِيْعُ الْاُمَّةِ بِشَرْطِ اَنْ يَّثْبُتَ اِسْتِمْرَارُهٗ صلى الله عليه وسلم عَلٰى فِعْلِ ذَالِكَ الشَّيْئِ الْمُسْتَدَلِّ بِهٖ دَائِمًا حَتّٰى يَدْخُلَ تَحْتَ الْاَمْرِ وَيَكُوْنَ وَاجِبًا وَبَعْضُ ذَالِكَ مَقْطُوْعٌ بِاِسْتِمْرَارِهٖ عَلَيْهِ وَاَمَّا مَالَمْ يَدُلَّ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْدِهٖ فِيْ تِلْكَ الصَّلٰوَاتِ الَّتِيْ تَعَلَّقَ الْاَمْرُ بِاِيْقَاعِ الصَّلٰوةِ عَلٰى صِفَتِهَا فَلَا

نَحۡکُمُ بِتَنَاوُلِ الۡاَمۡرِلَہٗ'' (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۹۴ کتاب اخبار الاحاد باب نمبرا) یہ خطاب اصل کے اعتبار سے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان رفقاء کے لیے ہے کہ وہ نماز اس طریقہ سے پڑھیں جس طریقہ پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھا ہے البتہ اس حکم میں ان کے ساتھ امت کے تمام مرد حضرات شامل ہیں بشرطیکہ ان تمام کیفیات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخیر زندگی تک دوام واستمرار ثابت ہو پس ایسا آپ کا دائمی عمل اس حکم میں داخل ہے، اور وہ واجب ہے ان میں سے بعض پر دوام واستمرار قطعی ہے نیز جن کیفیات نماز کا ان خاص نمازوں میں جن کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم ہے دلیل سے موجود ہونا ثابت نہ ہو یہ حکم ان کیفیات کو شامل نہ ہوگا۔

ابن دقیق العید اور ابن حجر عسقلانی کے فرمان کے مطابق غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مالک بن حویرث وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن نمازوں کو دیکھا تھا ان نمازوں میں مردوں اور عورتوں کی کیفیات نماز اور طریقہ نماز ایک جیسا تھا اور نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک وہ طریقہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہا۔

جواب نمبر ۷:

اہل السنت والجماعت کے علماء کا مسلک کہ مرد وعورت کی نماز کا طریقہ بعض کیفیات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہے اور دونوں کے طریقہ نماز میں بعض وجوہ سے فرق ہے یہ مسلک اجماع امت سے ثابت ہے اس فرق پر مذاہب اربعہ کے یک صد حوالہ جات قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں اور جس مسئلہ پر مذاہب اربعہ متفق ہوں وہ امت کا اجماعی مسئلہ شمار ہوتا ہے اور اجماع امت اخبار وآحاد سے بھی مضبوط دلیل ہے۔

مرد وعورت کی نماز کا فرق گذشتہ مسائل میں مجموعی طور پر اتنالیس (۴۰) احادیث وآثار سے ثابت ہے قارئین وہ احادیث وآثار بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مردوعورت کی نماز کا فرق اس شرعی اصول سے بھی ثابت ہے'' کہ عورت کے لیے ستر بدن مطلوب شرعی ہے'' جیسا کہ عورتوں سے متعلقہ تمام احکام شریعت میں اسی اصول کو بنیاد بنایا گیا ہے، عورت کے طریقہ نماز میں بھی یہی بنیاد ہے۔

مردوعورت کی نماز کا فرق قائلین فرق اور منکرین فرق کے متفقہ اکیس مسائل سے بھی ثابت ہیں۔

مردوعورت کی نماز کا فرق مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مردوعورت کے لیے جدا جدا دو حکموں سے بھی ثابت ہے۔

مردوعورت کی نماز کا فرق مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور سات حکموں کے اعتبار سے بھی ثابت ہے۔

پس اگر غیر مقلدین اپنی ذاتی رائے کے مطابق ''صلوا کما رایتمونی اصلی'' کے حکم کو مردوعورت سب کے لیے عام بنا کر مردوعورت کی نماز کو اپنی اس ذاتی رائے کی بنیاد پر ایک جیسا بناتے ہیں تو یہ ان کا نظریہ...... اجماع امت کے خلاف ہے...... اڑتیس (۳۸) احادیث وآثار کے بھی خلاف ہے...... شرعی اصول جو متفق علیہ ہے اس کے بھی خلاف ہے...... اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بھی خلاف ہے۔

غیر مقلدین کی ذاتی رائے جو اتنی کمزور بلکہ غلط ہے اس کی بنیاد پر مردوعورت کی نماز کا فرق جو مضبوط ترین دلائل کے ساتھ ثابت ہے اس کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے، مردوعورت کی نماز کے فرق کے قائل صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہیں بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ہر ایک کے ہمنوا دوسرے علماء کا متفقہ اجماعی مذہب ہے اسلیے اس کے ماننے میں ہدایت اور نجات ہے اور اس سے انکار گمراہی اور انجام تباہی ہے۔

عرب کے بہت بڑے عالم ڈاکٹر صالح فوزان نے اپنی ایک کتاب میں مرد وعورت کی نماز کا فرق لکھا ہے جب غیر مقلدین نے اس کا اردو ترجمہ کیا تو انھوں نے مسلکی تعصب کی وجہ سے اس ترجمہ میں جو کرتب دکھائے ہیں اور قلا بازیاں کھائی ہیں وہ عزیز محترم مولانا محمد عمران کی مندرجہ ذیل تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔

سعودی علماء کے نام پر غیر مقلدین کا دھوکہ:

سعودی عرب کے بہت بڑے عالم ڈاکٹر صالح بن فوزان نے عورتوں کے مخصوص مسائل پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "تنبیهات علی احکام تختص بالمؤمنات" ہے۔ اور ایک غیر مقلد رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ جس کو غیر مقلدوں کے مختلف اداروں نے شائع کیا ہے فی الحال بالترتیب چار نسخے میرے سامنے ہیں۔

نمبر شمار	ناشر	سن طباعت	نام کتاب
1	دارالبلاغ	فروری 2002	تحفہ برائے خواتین
2	مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور	2004	خواتین کے مخصوص مسائل
3	طارق اکیڈمی	مارچ 2005 اشاعت دوم اکتوبر 2006	خواتین کے مسائل
4	دارالاندلس	ستمبر 2005	خواتین کے دینی مسائل

آپ ان چاروں کے کرتب دیکھنے سے پہلے کتاب کی اصل عبارت مترجم ملاحظہ فرمائیں: مکتبہ قدوسیہ کے صفحہ ۵۳ پر ہے۔

المغنی (۲/ ۲۵۸) میں مذکور ہے "عورت رکوع اور سجود میں اپنے آپ کو خوب پھیلا کر کھلا رکھنے کے بجائے سمیٹ کر رکھے گی، چار زانو ہو کر بیٹھے گی، تورک کرنے اور ایک پیر بچھا کر بیٹھنے کے بجائے دونوں پیروں کو لٹا کر داہنی جانب انھیں نکال دے گی کیونکہ یہی اس کے حق میں زیادہ ساتر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۳/ ۴۵۵) میں لکھتے ہیں "امام شافعی رحمہ اللہ نے مختصر میں فرمایا ہے اعمال نماز میں مرد و زن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ عورت کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ سجدہ میں اپنے آپ کو سمیٹ کر، یا اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چپکا کر حتی الامکان اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ پردہ میں رکھے گی، میں عورت کیلئے اسی چیز کو رکوع میں اور پوری نماز میں پسند کرتا ہوں"

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کے طریقہ نماز میں اور خاص طور پر رکوع و سجود میں فرق صرف احناف کے نزدیک نہیں بلکہ سعودی عرب کے علماء کے نزدیک بھی ہے (ویسے تو اس فرق پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے) لیکن ان سب کے برخلاف غیر مقلدین کہتے ہیں مرد و عورت کے رکوع و سجدہ میں کوئی فرق نہیں۔

اب غیر مقلدوں نے اپنے مفادات کے پیش نظر اس کتاب کا ترجمہ تو کر دیا لیکن پھر سوچا ہوگا کہ اس کتاب سے تو ہماری حقیقت آشکارا ہو جائے گی کیونکہ ہم تو دن رات ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور کتابیں لکھتے ہیں کہ مرد و عورت کے طریقہ نماز میں کوئی فرق نہیں، ادھر ہم یہ بھی عوام کو باور کراتے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز کے فرق کے بارے سعودی علماء کا مسلک بھی یہی ہے جو ہمارا ہے۔ اب اس کا نقصان یہ ہوگا کہ عوام کے سامنے یہ بات کھل جائے گی کہ ہمارا مسلک اور ہے اور سعودی علماء کا مسلک اور ہے۔ یہ تو بہت خسارہ ہو جائے گا۔ تو اس معمے کو حل کرنے کیلئے غیر مقلدوں کے مذکورہ چاروں ادارے میدان میں آئے اور اپنے اپنے جوہر دکھائے۔

پہلا نسخہ : دارالبلاغ والوں نیاس مشکل کاحل اس طرح کیا کہ اسی عبارت سے ایک صفحہ آگے اپنی طرف سے اضافہ کردیا کہ عورت رکوع وسجدہ مرد ہی کی طرح کرے گی الخ اور ٹائٹل پر لکھ دیا ''اضافہ شدہ ایڈیشن'' اورحرف آغاز میں لکھ دیا '' مختلف جگہوں پر مفید اضافے کیے ہیں'' یہ سارا چکراسی لیے چلایا گیا کہ جھوٹ بھی نہ بنے اور مقصد بھی حاصل ہوجائے ۔لیکن عرض ہے کہ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جہاں انھوں نے اپنی طرف سے اضافے کیے ہیں وہاں نشاندہی ضرور کرنی چاہیے تھی ۔لیکن کیا کریں غیر مقلداور دیانت؟ یہ تو آگ اور پانی کو جمع کرنے کے مترادف ہے۔

بہر حال اس چال سال سے ان کو فائدہ تو ہوا مگر بھر پور نہیں کیونکہ پڑھنے والا تو اس اضافے کو مصنف کی عبارت سمجھے گا اور پڑھ کر حیران ہوگا کہ پچھلے صفحے پر فرق ہے اگلے صفحے پر کوئی فرق نہیں ۔لہذا قاری یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ ان میں سے ایک اصل ہے اور ایک اضافہ ہے پھر اصل کون سی ہے اور اضافہ کون سا ہے؟ کوئی پتہ نہیں ۔اس طرح قارئین کا غیر مقلدوں کی کتابوں سے اعتماد اٹھ جائے گا۔تو یہ مشکل در مشکل ہوگئی۔

دوسرا نسخہ : اس مشکل در مشکل کو حل کرنے کیلئے دوسرا ادارہ مکتبہ قدوسیہ میدان مارنے کیلئے آگے بڑھا اور اپنی سوچ کے مطابق ایسا طریقہ اختیار کیا کہ مقصد بھی حاصل ہوجائے اور اعتماد بھی بحال رہے۔اور طریقہ یہ اختیار کیا کہ اصل ترجمے کو تو ویسے ہی رکھا اس میں اضافہ نہیں کیا البتہ حاشیہ میں لکھ دیا ''فاضل مؤلف کا موقف ضعیف احادیث پر مبنی ہے'' لیکن یہ کیا ہوگیا؟ یہ تو اور بھی بڑا مسئلہ بن گیا کیونکہ قارئین جب دیکھیں گے تو سعودیہ والوں سے اختلاف کے تاثر کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ان کے ذہن میں آجائیگی کہ احناف کے کے مسلک پر احادیث ہیں تو سہی گو بقول محشی ضعیف ہی سہی (جبکہ مرد وعورت کے رکوع وسجدہ کے ایک ہونے پر صراحتا ضعیف حدیث بھی نہیں)اس لئے کم از کم یہ تو نہیں کہہ سکتے

کہ احناف نے حدیث کے مقابلہ میں فقہ گھڑی ہوئی ہے۔ باقی رہا حدیث کے ضعف کا مسئلہ تو حدیث کی صحت اور ضعف میں اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے ممکن ہے احناف کی تحقیق میں وہ احادیث صحیح ہوں پھر حدیث بھی ایک نہیں بلکہ بقول محشی ''احادیث'' ہیں (جو ایک دوسرے کی مؤید ہونے کی وجہ سے درجہ ضعف سے نکل سکتی ہیں)............ یہ تو بجائے تردید کے الٹا ایک لحاظ سے مسلک احناف کی تائید ہوگئی۔

تیسرا نسخہ : اب اس نئے پیدا شدہ مسئلے کو حل کرنے کیلئے تیسرے ادارے طارق اکیڈمی نے اپنا کرتب دکھایا کہ اعتماد بھی بحال رہے اور یہ تاثر بھی قارئین کو نہ ہو کہ ''احناف کے مسلک پر بھی حدیثیں ہیں اور یہ حدیث کے مقابلے میں نہیں ہے'' اس ادارے نے یہ کیا کہ اصل ترجمے میں تو مصنف کی عبارت بعینہ باقی رکھی لیکن حاشیے میں تبدیلی کر کے یہ لکھ دیا'' اس فرق کے استحباب کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے ...... یہ فقہاء کا قول ہے'' اب لو جی! حدیث کا لفظ بھی ختم ہوگیا جس کو پہلے ضعیف احادیث کہا اب وہی فقہاء کا قول بن گیا۔

لیکن وہمی آدمی کو سکون کہاں ملتا ہے اب انھوں نے یہ سوچا ہوگا کہ قارئین کو تو اس عبارت سے بھی تسلی نہیں ہوگی کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ مرد وعورت کے سجدے میں فرق یہ فقہاء کا قول ہے تو آخر وہ فقہاء ہی ہیں انھوں نے کسی دلیل کی بنیاد پر یہ کہا ہوگا۔ ویسے بھی اللہ کے نبی ﷺ نے فقہ اور فقہاء کی بڑی تعریف کی ہے۔ پھر ایک فقیہ بھی نہیں بلکہ بقول محشی ''فقہاء'' یعنی کئی سارے فقیہوں کی یہ تحقیق ہے تو اس میں غلطی کا امکان کم نظر آتا ہے۔

چوتھا نسخہ : بالآخر ان ساری پریشانیوں سے تنگ آ کر چوتھا اور چالاک کھلاڑی دار الاندلس میدان میں پوری قوت کے ساتھ اترا اور ایک شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ پوری عبارت ہی سرے سے حذف کردی تا کہ نہ سر ہوگا نہ درد ہوگا۔ لیکن شاید ان

چالبازوں کومعلوم نہ تھا کہ.......... تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

آخر میں صرف اتنا کہنا مناسب ہوگا کہ غیر مقلدوں کے اداروں کی یہ مختلف چالبازیاں، حربے، کرتب ان کے چہرے پر ایک ایسا بدنما داغ ہیں جو شاید کبھی نہ دھل سکے اب قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ غیر مقلدوں کے عربی کے کئے ہوئے تراجم قابل اعتماد بھی ہیں یا نہیں؟ جواب خالی خانہ میں لکھ دیں۔

ھوشیار باش : قارئین! شاید آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ ڈاکٹر صالح جن کی کتاب کا غیر مقلدوں نے ترجمہ شائع کیا ہے وہ بھی غیر مقلد ہوں گے اور جس طرح غیر مقلدوں کے ہاں تقلید کی ہر قسم گمراہی ہے ان کے نزدیک بھی یہی ہوگا۔ اور شاید غیر مقلدین بھی یہ کارروائی کر کے یہی تاثر دینا چاہتے ہوں تو آپ یقین جانیے ڈاکٹر موصوف ہرگز ایسے نہیں ہیں۔ اگر چہ انھوں نے اندھی تقلید کی مذمت بھی کی ہے اور اس کا تو ہمیں بھی انکار نہیں کہ اندھی تقلید مذموم ہے لیکن آپ ڈاکٹر موصوف کی درج ذیل عبارات دیکھ کر خود فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے۔

کوئی شک نہیں کہ اجتہاد مطلق عرصہ دراز سے موقوف ہو چکا ہے...... تقلید بعض اوقات واجب ہوتی ہے جب اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو (المنتقی من فتاوی الفوزان ۷/۹/۴)

جو آدمی دلائل سے احکام اخذ نہیں کر سکتا اور لوگوں کے حالات پر کثرت اور غلبہ اسی چیز کا ہے خاص طور پر ان اخیر زمانوں میں، تو ایسے آدمی پر کوئی حرج نہیں کہ مذاہب اربعہ جو کہ اہل السنّت کے مذاہب ہیں ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔

(مجموع فتاوی الشیخ صالح الفوزان ۲/۲۰۳)

ہمارے زمانے کے بعض لوگ کہتے ہیں نہ کتابوں کی ضرورت ہے نہ علماء کی۔

بلکہ خود قرآن وحدیث پڑھ کر احکام معلوم کرو...... حالانکہ احکام معلوم کرنے کے جو مدارک وماٰ خذ ہیں ان کو صرف وہی لوگ پہچانتے ہیں جو علم میں پختہ ہوں ہر عالم کا بس بھی نہیں چہ جائیکہ یہ ابتدائی سیکھنے والے جو نصوص پر بغیر بصیرت کے بلا دھڑک حملے کرتے ہیں ان کے ہاتھوں کو روکنا ضروری ہے تا کہ نہ خود ہلاک ہوں نہ کسی اور کو ہلاک کریں اور یہ سب کچھ صرف تقلید سے بچنے کیلئے کرتے ہیں حالانکہ ان جیسوں کیلئے تقلید ضروری ہے کیونکہ تقلید سے بچنا اس عالم کیلئے ضروری ہے جو استنباط اور اجتہاد پر قدرت رکھتا ہو اور جس میں یہ صلاحیت نہ ہو اس پر تقلید فرض ہے (البیان لاخطاء بعض الکتاب ۱/۱۱ مندرج مؤلفات الفوزان) اعاذنا اللہ من الفتن والشرور کلہا ماعلمنا منہا و مالم نعلم۔

ہم اخیر میں فقہ وفقہاء کے دشمن علمی یتیموں سے اتنی گذارش کریں گے۔

چشم حسود گرچہ ہو سو بار خونفشاں
خندیدہ گل کو خار بتایا نہ جائے گا
ہر چند زشت رو کے لیے غم فزا بنے
الزام آئینہ پہ لگایا نہ جائے گا
جو گل ہو لطف احمد مرسل سے باغ باغ
اس پر خزاں کا داغ لگایا نہ جائے گا
نور فقاہت حرکت اعدا پہ خندا زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا